1561

MATRICULATION

HISTORY OF INDIA

(URDU)

LAHORE.

3rd Edition. *Copie.* 1,000 *Price Re.* 1

تاریخ ہند

حصۂ دوم - نو ترمیم - مع اضافہ

جس میں گزشتہ بارہ برس کے تاریخی واقعات مئی ۱۹۳۹ء تک
نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں

اور

قانونِ حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء۔ پراونشل آٹونومی اور ترقیاتِ عہدِ حاضر
پر تبصرہ کیا گیا ہے

مصنفہ
رائے بہادر من موہن ایم اے اسسٹنٹ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب
و
پرنسپل سیتا رام کوہلی ایم۔ اے گورنمنٹ کالج ہوشیار پور

ایڈیٹر
مولانا تاجور پروفیسر دیال سنگھ کالج۔ لاہور

لاہور
رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز
ایجوکیشنل پبلشرز

۱۹۴۱ء

3rd. Edition | 1000 | Price 1-0-0

دیباچہ

تاریخ ہند حصہ دوم طبع ثانی - نو ترمیم

تاریخ ہند کے موضوع پر کتاب ہذا دو حصوں میں تقسیم کر کے چند سال ہوئے لکھی گئی - چونکہ مقصدِ تحریر زیادہ تر یہ تھا کہ پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میٹریکیولیشن کے امیدوار مستفید ہوں - اس لئے ان ہی کے لئے مقرر کردہ نصاب تعلیم کو مدنظر رکھا گیا +

دو تین سال ہوئے کہ حصہ اول کی پہلی ایڈیشن ختم ہو گئی - پس پہلا حصہ بعد نظر ثانی از سرِ نو طبع کیا گیا - مگر اس وقت طبع جدید سے یہ فائدہ اٹھایا گیا تھا کہ کتاب کا حجم کم کیا جائے - اور زبان اور طرزِ بیان نسبتاً زیادہ دلچسپ ہو - مگر واقعات اور مباحثات میں ذرہ برابر کمی نہ ہو - چنانچہ حصہ اول کی دوسری ایڈیشن کو بیش از پیش قبولِ عام کا فخر حاصل ہوا +

آج ہم حصہ دوم کی دوسری ایڈیشن بھی پیش کر رہے ہیں - اس کے امتیازات ملاحظہ ہوں :-

۱ - حصہ دوم (طبع اوّل) ۳۸۶ صفحات پر مشتمل تھا - موجودہ ایڈیشن کا حجم ۳۳۳ صفحات ہے +

۲ - مگر اس کمی کے باوجود ان ہی ۳۳۳ صفحات میں سے آخری ۷۷ صفحات قطعی نئی اور تازہ تحریر کے حامل ہیں - گویا پورے ۷۷

صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے +

۳۔ نئے ۷۷ صفحات میں لارڈ ارون (۳۱-۱۹۲۶ء) لارڈ ولنگڈن (۳۶-۱۹۳۱ء) اور لارڈ لنلتھ گو (۱۹۳۶ء) کے عہد کے حالات نسبتاً زیادہ تفصیل کے ساتھ تحریر ہوئے ہیں اور ابواب ۲۴۔ ۲۵ اور ۲۶ میں درج کئے گئے ہیں +

۴۔ اس کے علاوہ آخری تین ابواب (۲۷۔ ۲۸ اور ۲۹) چند اہم امور کے متعلق واقعات اور ضروری مباحثات کے سرمایہ دار ہیں یعنی (۱) قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء جس کے رُو سے آئینِ جدید ہند کا ایک حصہ نافذ ہو چکا ہے۔ اس قانون کی زیادہ اہم دفعات اور بنیادی اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے +

(۲) اسی قانون کے رو سے نفاذ یافتہ "پراونشل آٹونومی" یعنی صوبائی خود مختاری کی تفصیل تحریر ہوئی ہے +

(۳) حکومتِ برطانیہ کے زمانہ میں ہندوستان کی مادی۔ تعلیمی اور اخلاقی ترقیات پر تبصرہ کیا گیا ہے +

۵۔ فی الجملہ تاریخ ہند کے واقعات کا سلسلہ مئی ۱۹۳۸ء تک پہنچایا گیا ہے +

۶۔ معلمین و متعلمین کو واضح ہو کہ کتاب ہذا کے طبع شدہ دونوں حصوں کی طرح ان صفحاتِ زائد (۷۷) میں بھی اس امر کا التزام کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے قطعی طور پر تاریخی نقطۂ نگاہ سے تحریر کیا جائے اور مختلف فرقوں یا فریقوں کی پاسداری کی قید سے آزاد ہو +

۷۔ عملی نقطۂ نگاہ سے یہ اشارہ کرنا ہمارا فرض ہے کہ حالاتِ حاضر کے پیشِ نظر کتاب کے یہ زائد صفحات طالب علم کی توجہ کے بالخصوص

مستحق ہیں۔ یوں تو میٹریکیولیشن کے سبھی امیدوار مطالعہ تاریخ کے پابند ہیں۔ مگر بعض طلبا کے نصاب میں تعلیم شہریت بھی داخل ہے۔ یہ طالب علم ان صفحات کو اپنے لئے بہت مفید پائیں گے +

۸ - ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آئینِ جدید اور دیگر متعلقہ حالات اپنے ہمراہ بعض نئے الفاظ اور مصطلحات لاتے ہیں۔ زبانِ انگریزی میں ان کے معانی اور مفہوم بالکل واضح ہیں۔ مگر ہماری ہندوستانی زبان میں ان کے لئے خاص اور یکساں طور پر مروج الفاظ وغیرہ سردست موجود نہیں +

ہم نے حتیٰ الامکان صحیح اور واضح مصطلحات وغیرہ تحریر کئے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ صاحبانِ نظر و بینش کے نزدیک قابلِ قبول ثابت ہونگے +

پھر یہ اصل انگریزی الفاظ انگریزی حروف میں بھی لکھ دئے ہیں۔ تاکہ نہ تو کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہو اور نہ طلبا کو سوالات کے سمجھنے میں دقت پیش آئے۔ کیونکہ امتحان کے سوالات انگریزی میں ہی تحریر کئے جاتے ہیں +

یہی وجہ ہے کہ زائد صفحات میں قریباً ایک سو مقام پر انگریزی مصطلحات بحروفِ انگریزی مع ترجمہ بزبانِ اردو ملیں گے +

مُصنّفین

فہرست مضامین

تاریخِ ہند

جلد دوم

پہلا باب

ہندوستان میں مغربی قوموں کی آمد

مغربی قوموں میں سب سے پہلے یونانیوں نے ۳۲۷ سنہ قبل مسیح میں ہندوستان پر حملہ کیا اور قدرتی طور پر فاتح و مفتوح کے درمیان سلسلۂ تجارت قائم ہوگیا۔ اس وقت مصر کی بندرگاہ اسکندریہ ہندوستانی مال کی منڈی تھی۔ اس کے بعد جب روما والوں نے اہلِ یونان کو مغلوب کر لیا تو اُن کے شہنشاہ قسطنطین اعظم نے اپنے نام پر شہر قسطنطنیہ ایسے مقام پر آباد کیا۔ جہاں سے ایشیا اور یورپ کے درمیان نہایت آسانی

سے تجارت ہو سکتی تھی۔ پس قسطنطنیہ بھی ہندوستانی مال کی بڑی منڈی ہو گئی۔ زمانہ قدیم میں ان ہی دونوں شہروں سے ہندوستان کا مال سارے یورپ میں پہنچایا جاتا تھا۔ چنانچہ چودھویں صدی عیسوی میں سب سے پہلے یہیں سے وینس اور جینوا کے لوگوں نے ممالکِ یورپ میں ہندوستان کا مال پہنچایا لیکن جب پندرھویں صدی میں ترکوں نے قسطنطنیہ اور اسکندریہ پر قبضہ کر لیا تو اس تجارت کو سخت نقصان پہنچا۔ اور ان کی فتوحات کی بڑھتی ہوئی رَو نے وینس کی تجارت کا سلسلہ منقطع کر دیا ۔

ہندوستانی مال مثلاً کالی مرچ اور دوسرے مسالے یورپ کے اکثر ممالک کی ضروریاتِ زندگی میں داخل ہو چکے تھے۔ اس لئے انہیں ایک ایسا راستہ معلوم کرنا تھا۔ جو براہِ راست ہندوستان پہنچائے۔ چنانچہ اسپین اور پرتگال اس معاملہ میں نہایت سرگرمی دکھانے لگے۔ کولمبس اسپین سے روانہ ہوا مگر راستہ بھول کر امریکہ جا نکلا۔ البتہ پرتگیز ملاح واسکوڈی گاما راس امید کا چکر کاٹ کر ۳۰۔مئی ۱۴۹۸ء کو کالی کٹ پہنچا۔ اور ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کرنے کا سہرا اس کے سر بندھا۔ پس سب سے پہلے ہندوستان میں پرتگیزوں کی ترقی اور تنزل کا حال لکھا جاتا ہے ۔

پرتگیزوں کا عروج

۱۵۰۰ء میں پرتگیزوں کا پہلا تجارتی بیڑا کالی کٹ پہنچا۔ جہاں انہوں نے ایک تجارتی کوٹھی قائم کی اور نہایت تیزی کے ساتھ ہندوستان کی تجارت پر قبضہ کرنے لگے۔ مگر عرب کے موپلا تاجروں کو اُن کی

تجارت اور ترقی ایک نظر نہ بھائی۔ پھر بھی پرتگیز پوری قوت
کے ساتھ اُن کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ شاہ پرتگال بھی اُن
کی بڑی امداد کرتا رہا۔ غرض ہندوستان سمندروں پر پرتگیزوں
کا کامل اقتدار ہوگیا۔ اور کوئی ایسا حریف نہ رہا جو اُن کی
تجارت کو نقصان پہنچا سکتا۔ اس دوران میں انہوں نے افریقہ
کے ساحل پر بھی تجارتی کوٹھیاں بنا لیں ؎

شاہ پرتگال کے قائم مقام البوقرق نے ۱۵۱۰ء میں گوا پر
قبضہ کرکے اُسے اپنا صدر مقام بنایا۔ اُس کے زمانہ میں
پرتگیزوں کی تجارت نے غیر معمولی ترقی کی اور وہ تمام یورپ میں
ہندوستانی تجارت کے واحد اجارہ دار بن گئے۔ سولھویں صدی
کے آخیر تک اُنہوں نے ساحلِ بحر کے بہت سے علاقے فتح کرکے
اپنے مقبوضات سینکڑوں میل میں پھیلائے ؎

اہلِ پرتگال کا زوال

پرتگال والے ہندوستانیوں کے
ساتھ نہایت ناروا سلوک کرتے اور
انہیں بہت ہی حقیر و ذلیل سمجھتے تھے۔ حکام بہت مغرور
اور راشی تھے۔ مسلمانوں سے انہیں خدا واسطے کا بیر تھا
ان پر طرح طرح کے ظلم کرتے اور زبردستی عیسائی بنا لیتے
تھے۔ ان باتوں کے سبب ہندوستانی ان سے سخت نفرت کرنے
لگے۔ اِدھر یورپ کے دوسرے ملک بھی پرتگال کے حریف
بن گئے اور تجارت ہند میں حصہ لینے لگے۔ پھر جب پرتگال
کی آزاد مملکت ۱۵۸۰ء میں سلطنت اسپین میں داخل ہوگئی
تو ہندوستان میں پرتگیزوں کی ترقی بہت جلد تنزل میں بدل
گئی۔ انجامِ کار سترھویں صدی کے آغاز میں ان کے قبضے

ہیں گوا۔ دمن اور دیو کے سوا کچھ نہ رہا ؞

ولندیزوں کی آمد

پرتگال کی ترقی دیکھ کر ۱۶۰۲ء میں اہل ہالینڈ یعنی ولندیزوں نے بھی ہندوستان کے ساتھ تجارت شروع کر دی۔ اس وقت یہ لوگ جہاز سازی اور جہاز رانی میں باقی تمام یورپی قوموں سے بڑھ چکے تھے۔ انہوں نے اپنی بحری طاقت سے پچاس سال کے اندر اندر پرتگیزوں کے بہت سے مقبوضات چھین لئے اور ان کی تجارت کو بہت جلد فروغ حاصل ہوگیا۔ سترھویں صدی میں بحر ہند میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ گرم مسالوں کی تمام تجارت پر اُن کا قبضہ ہوگیا تھا۔ اور ۱۶۶۴ء تک ڈھاکہ۔ ہگلی۔ مچھلی پٹن قاسم بازار۔ پٹنہ۔ سورت۔ احمد آباد اور آگرہ میں ان کی متعدد تجارتی کوٹھیاں قائم ہوگئیں۔ لیکن ان کا عروج بھی دیرپا ثابت نہ ہؤا۔ کیونکہ یورپ میں ہالینڈ اور انگلینڈ کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ جس سے ولندیزوں کی تجارت کو بہت نقصان پہنچا۔ اور انگریز رفتہ رفتہ تمام ولندیزی مقبوضات پر سوا جاوا اور سماٹرا کے قابض ہوگئے ؞

اہل ڈنمارک

۱۶۱۶ء میں ڈنمارک والوں نے بھی اپنی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کرکے ہندوستان کے ساتھ تجارت شروع کر دی۔ اور ۱۶۷۶ء میں کلکتہ کے نزدیک سرام پور میں ایک بستی بھی بسائی۔ لیکن ان کو تجارت ہند کی کشمکش میں کوئی خاص اہمیّت حاصل نہیں ؞

انگریزوں کی تجارت

انگلستان والوں نے ۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ سے اجازت لے کر ایک انگریزی

ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی اور اپنے تجارتی جہاز ہندوستان بھیجنے شروع کر دیئے - انہوں نے شروع میں اپنا تجارتی مرکز مجمع الجزائر کو بنانا چاہا - لیکن وہاں ولندیزوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور مجبور ہو کر ہندوستان کا رُخ کیا ؛

سر ٹامس رو

۱۶۱۵ء میں جیمز اوّل شاہِ انگلستان نے سر ٹامس رو کو اپنا سفیر بنا کر ہندوستان بھیجا - وہ تین سال تک جہانگیر کے دربار میں رہا - اور پرتگیزوں کی مخالفت کے باوجود اپنے تدبّر کے طفیل سے جہانگیر سے سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے کا پروانہ حاصل کر کے رہا ؛

۱۶۲۲ء میں ایرانیوں اور انگریزوں نے متحد ہو کر پرتگیزوں کو ہرمز سے بھی نکال دیا - چنانچہ اس شکست سے ان کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور انگریزوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی ؛

بنگال میں مراعات

۱۶۳۷ء میں ایک انگریز ڈاکٹر باٹن نے جہاں آرا بیگم دخترِ شاہجہاں کا نہایت کامیاب علاج کیا - بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس کے صلہ میں ڈاکٹر باٹن کی خواہش کے مطابق انگریزی کمپنی کو بنگال میں تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے اور بلا محصول تجارت کرنے کی اجازت دے دی - پس انہوں نے بالاسور اور ہگلی میں کوٹھیاں قائم کر لیں ؛

قلعۂ سینٹ جارج

۱۶۳۹ء میں انگریزوں نے مدراس میں ایک قطعۂ زمین چھ سو پونڈ سالانہ

کرایہ پر لے کر قلعہ سینٹ جارج تعمیر کیا۔جو سرزمینِ ہند میں انگریزوں کی پہلی ملکیّت تھی۔اس کی تعمیر سے اس علاقہ میں انگریزوں کا اثر و اقتدار مستحکم ہوگیا۔اور انجام کار یہی قلعہ احاطۂ مدراس کی بنیاد ثابت ہوا ⁂

جزیرہ بمبئی

۱۶۶۱ء میں چارلس دوم شاہ انگلستان نے بمبئی کا جزیرہ دس پونڈ سالانہ کے بدلے کمپنی کو دے دیا۔یہ جزیرہ پہلے پرتگیزوں کے قبضہ میں تھا۔جب چارلس دوم کی شادی پرتگال کی شہزادی کیتھرائن سے ہوئی تو یہ جزیرہ شاہ پرتگال نے اپنی لڑکی کے جہیز میں دے دیا۔کمپنی کی تحویل میں آنے کے بعد بمبئی کو روز افزوں ترقی ہونے لگی۔انگریزی کمپنی کا صدر مقام بھی سورت کے بجائے بمبئی تبدیل کر دیا گیا۔آج کل وہ اتنی ترقی کر گیا ہے کہ اس کا شمار دُنیا کے چند بڑے شہروں میں کیا جاتا ہے ⁂

کمپنی پر شہنشاہ اورنگزیب کا عتاب

۱۶۸۶ء میں جب سر جان چائلڈ سورت کی کوٹھی کا منتظم مقرر ہوا تو اُس نے تجارتی معاملات سے تجاوز کرکے ملکی معاملات میں بھی دخل دینا شروع کر دیا۔اور حاجیوں کا ایک جہاز بلا وجہ گرفتار کر لیا۔شہنشاہ اورنگزیب کو انگریزوں کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی۔پس اُس نے ان کے تمام تجارتی حقوق اور کوٹھیاں ضبط کر لیں۔اور ہندوستان سے نکال دینے کا حکم دے دیا ⁂

بنگال میں کمپنی نے مُغل صوبہ دار سے مقابلہ بھی کیا۔

مگر شکست کھائی۔ آخر ۱۶۹۰ء میں انگریزوں نے مایوس ہو کر
شہنشاہ سے معافی مانگی۔ بہت بڑی رقم بطور جرمانہ ادا کی۔
اور یوں قصور معاف کرایا۔ پھر تمام سابقہ مراعات دوبارہ
پا کر ہگلی کے کنارے ایک کارخانہ قائم کیا اور چھ سال بعد
اس کی حفاظت کے لئے فورٹ ولیم نامی ایک قلعہ تعمیر کیا
یہی مقام بعد میں کلکتہ کے نام سے مشہور ہؤا۔ اور
اب ہندوستان کا سب سے بڑا شہر ہے ؛

انگلینڈ میں کمپنی کی مخالفت

اس دوران میں منتظمین
کمپنی کے روپیہ سے ارکانِ
پارلیمنٹ ناخوش ہو گئے۔ اہل انگلستان بھی کمپنی کی اجارہ داری
پسند نہ کرتے تھے۔ بس ۱۶۹۸ء میں چند تاجروں نے
تجارت ہند کے لئے ایک اور کمپنی قائم کر لی۔ مدّت تک
ان کمپنیوں کے درمیان شدید مخالفت رہی اور دونو ایک
دوسرے کو زک دینے کی کوشش کرتی رہیں۔ لیکن ۱۷۰۲ء
میں ملکہ این کے عہد حکومت میں پارلیمنٹ نے دونو
کمپنیوں کو متّحد کر دیا۔ اور انگریزوں کا کاروبار تجارت
ترقی کرنے لگا ؛

فرانسیسیوں کی آمد

انگریزوں کی تجارت دیکھ کر ان
کے حریف فرانس کو بھی ہندوستان
کے ساتھ تجارتی تعلّقات قائم کرنے کا شوق پیدا ہؤا اور
۱۶۶۴ء میں لوئی شانزدہم شاہِ فرانس کے وزیر کولبرٹ
نے ایک فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی۔ اس نے فوراً
ہندوستان میں کاروبار شروع کر دیا۔ چنانچہ سورت اور

مچھلی پٹم میں تجارتی کوٹھیاں قائم کیں۔ ۱۶۷۴ء میں فرانسس مارٹن
نے کچھ علاقہ شاہِ بیجا پور سے خرید کر شہر پانڈیچری کی بُنیاد رکھی۔
بنگال میں "چندر نگر" اور ساحل مالا بار پر "ماہی" بھی فرانسیسیوں
کے قبضہ میں تھے۔ ابتداءً فرانس والوں کو مرہٹوں کے مقابلہ
میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن جب ۱۷۳۵ء میں
ڈوما ہندوستان کے فرانسیسی مقبوضات کا گورنر مقرّر ہو کر
آیا (اور ۱۷۴۱ء تک اس عہدہ کے فرائض انجام دیتا رہا)
تو اُس نے فرانسیسیوں کی فوجی طاقت کو مضبوط کر کے
مرہٹوں کا سخت مقابلہ کیا۔ اور اپنی جنگی قوت سے
مرہٹوں کو بالکل خاموش کر دیا ؛

ڈوپلے

۱۷۴۱ء میں ڈوما کی جگہ ڈوپلے پانڈیچری کا گورنر مقرّر
ہؤا۔ ڈوپلے بڑا اولوالعزم مدبّر دانشمند اور بلند حوصلہ
انسان تھا۔ وہ سب سے پہلا یورپی ہے جس نے معلوم کیا
کہ ہندوستانی فوجیں یورپی طریقہ پر تعلیم پا کر نہایت
کار آمد ثابت ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی فوجیں
بھرتی کیں۔ اور اُن کو یورپی فنِ جنگ سکھایا ؛

آخر ڈوپلے سلطنتِ مغلیہ کے ضعف اور ہندوستانی
والیانِ ریاست کی کمزوریوں کو تاڑ کر ہندوستان میں ایک
زبردست فرانسیسی سلطنت قائم کرنے کے منصوبے باندھنے
لگا۔ چنانچہ والیانِ ریاست سے تعلّقات پیدا کئے۔ اور اُن
کی باہمی لڑائیوں میں حصّہ لینے لگا۔ اس طرح ۱۷۵۱ء تک تمام
جنوبی ہندوستان میں فرانسیسیوں کا اثر و رسوخ قائم ہو گیا۔

دُوسرا باب

انگریزوں اور فرانسیسیوں کی کشمکش

انگریز ڈوپلے کے منصوبوں سے غافل نہ تھے وہ اس کے ہر کام اور ہر تدبیر کا غور سے مطالعہ کر رہے تھے۔ اور اگرچہ اب تک مُلکی معاملات میں دخل دینے سے بچتے رہے تھے۔ لیکن فرانسیسیوں کے منصوبوں نے انگریزوں میں بھی حرکت پیدا کی اور انہیں بھی ہندوستان میں ایک زبردست انگریزی سلطنت قائم کرنے کا خیال ہوا۔ چنانچہ ڈوپلے کی طرح وہ بھی ہندوستانی فوجوں کو انگریزی طریقہ پر تربیت دینے لگے دونو حریفوں کی خواہش تھی کہ تمام ہندوستان پر بلا شرکت غیرے حکومت کریں۔ پس دونو میں جنگ چھڑنا لازم ہوگیا ÷

پہلی جنگ
۱۷۴۶ء سے ۱۷۴۸ء تک

۱۷۴۴ء میں یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ چنانچہ ۱۷۴۶ء میں یہاں بھی دونو لڑنے لگے۔ انگریزوں نے فرانسیسیوں کے صدر مقام پانڈی چری پر حملہ کر دیا۔ لیکن فرانسیسی امیرالبحر "لابورڈونے" کے ماتحت ایک فرانسیسی بیڑے نے بروقت پہنچ

کر انگریزوں کو پانڈی چری سے پسپا کیا اور مدراس پر بھی
قبضہ کر لیا - لیکن لابور ڈونے ؔنے چار لاکھ پونڈ کے بدلے
مدراس پھر انگریزوں کو واپس کر دیا - ڈوپلے مدراس پر قبضہ
رکھنا فرانسیسی مفاد کے لئے نہایت ضروری خیال کرتا تھا۔ اس
لئے اس نے دوبارہ فتح کر لیا ؂

فرانسیسیوں نے نواب کرناٹک سے وعدہ کیا تھا کہ مدراس
فتح کرکے اُس کے حوالے کر دیا جائیگا - مگر جب نواب نے
اس کا مطالبہ کیا تو ڈوپلے نے صاف انکار کر دیا - نواب نے
اس وعدہ خلافی پر طیش کھا کر دس ہزار فوج فرانسیسیوں
سے مقابلہ کے لئے بھیجی - لیکن ڈوپلے کی ایک ہزار فوج سے
شکست کھائی - اس فتح سے فرانسیسیوں کے حوصلے بہت
بڑھ گئے - اور انہوں نے سینٹ ڈیوڈ کے قلعہ پر حملہ
کر دیا - انگریزی فوج نے فرانسیسی فوج کا بڑی بہادری سے
مقابلہ کیا اور فرانسیسیوں کو قلعہ فتح کئے بغیر واپس ہونا
پڑا - اس کے جواب میں انگریزوں نے پانڈی چری کا محاصرہ
کر لیا - لیکن فرانسیسیوں نے بھی خوب داد شجاعت دی
اور انگریزی بیڑے کو اُن کے مقابلہ میں پسپا ہونا پڑا -
۱۷۴۸ء میں ایکس لاشپیل کے صلحنامہ نے یورپ میں
فرانسیسیوں اور انگریزوں کی جنگ ختم کر دی - اس کی شرائط
کی رُو سے مدراس انگریزوں کو واپس مل گیا ؂

اس جنگ میں فرانسیسی فوجوں نے اپنی بہادری اور شجاعت
کے طفیل سے ہندوستان میں فرانسیسیوں کی عظمت کا سکّہ
بٹھا دیا - اور دیسی حکمران ڈوپلے کو پہلے سے بھی زیادہ عزت
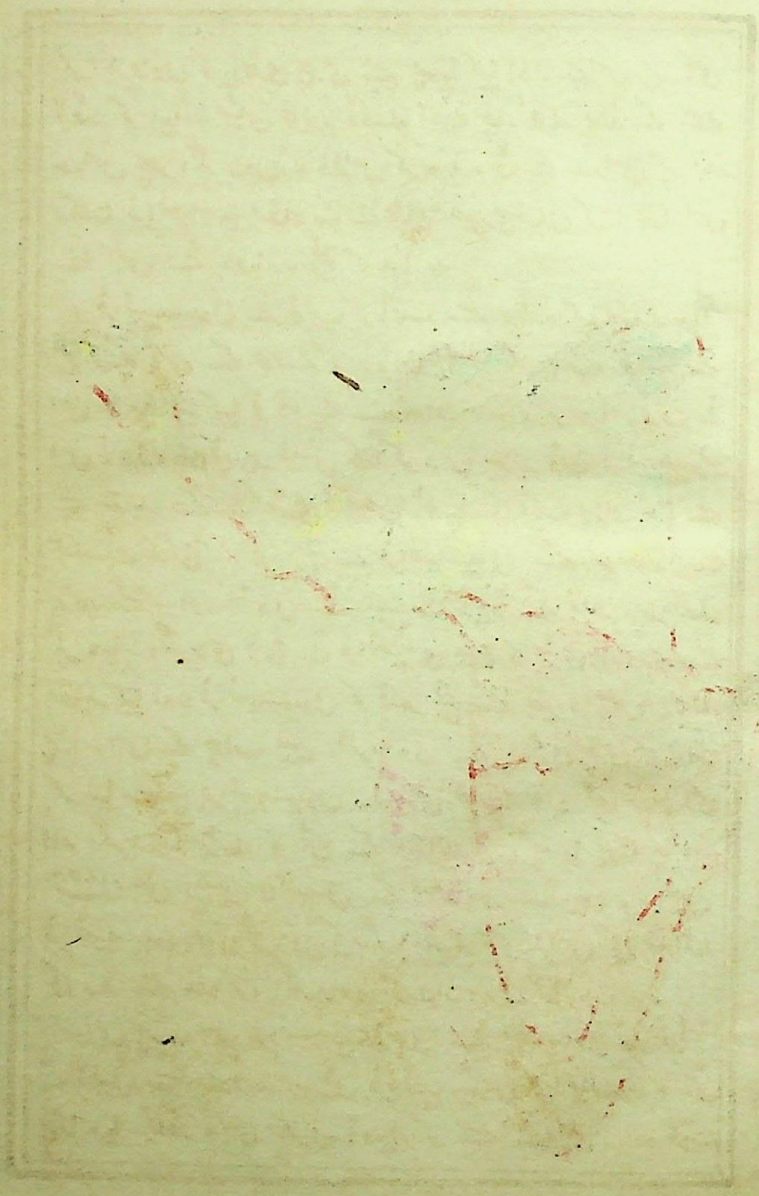
انگریزوں اور فرانسیسوں کے مابین جنگ
۱۷۴۲ء سے ۱۷۶۱ء
پیمانہ بحساب انگریزی میل
۲۰ ۴۰ ۸۰ ۱۲۰ ۱۶۰ ۲۰۰
۷۵
۸۰
۸۵
۲۰
۱۵
۱۰
اورنگ آباد
نظام
حیدرآباد
دریائے کرشنا
کرنول
کڈاپا
بنگلور
میسور
مدراس
پانڈیچری
کاریکل
تنجور
لنکا
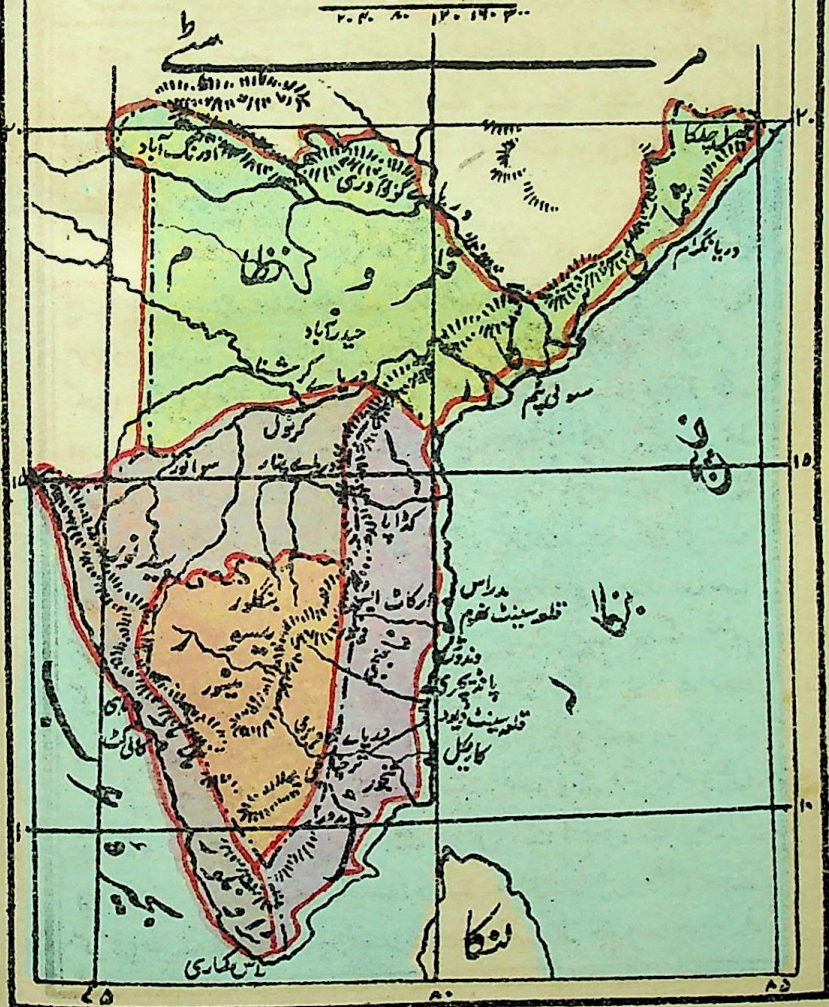
و نفرت کی نظروں سے دیکھنے لگے ؞

جنگِ کرناٹک
۱۷۴۹ء سے ۱۷۵۴ء تک

۱۷۴۸ء میں نظام الملک آصف جاہ کا انتقال ہوگیا۔ اس پر نظامت دکن کے لئے اس کے بیٹے ناصر جنگ اور نواسے مظفر جنگ میں اختلاف پیدا ہوا۔ ڈوپلے ہندوستان میں فرانسیسی حکومت قائم کرنے کے لئے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ پس فوراً مظفر جنگ کی امداد کے لئے تیار ہوگیا ؞

اسی وقت کرناٹک کی گدّی کے لئے بھی جھگڑا پیدا ہوگیا چندا صاحب جو سابق نواب کرناٹک کا داماد تھا۔ انور الدّین موجودہ نواب کے مقابلہ میں تخت و تاج کا دعویدار بن کر کھڑا ہوگیا۔ ڈوپلے نے اُس کا بھی ساتھ دیا۔ چنانچہ مظفر جنگ اور چندا صاحب کی مدد سے ڈوپلے نے انور الدّین پر حملہ کر دیا۔ امبور کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ جس میں انور الدّین مع اپنے بڑے بیٹے کے قتل ہوا۔ چھوٹے بیٹے محمدؐ علی نے بھاگ کر ترچنا پلی کے قلعہ میں پناہ لی۔ اور چندا صاحب کرناٹک کا نواب ہوگیا۔ ڈوپلے ترچنا پلی پر حملہ کر کے غنیم کی طاقت کو بالکل ختم کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن چندا صاحب نے سُستی دکھائی۔ اور محمدؐ علی اپنے حال میں چھوڑ دیا گیا ؞

فرانسیسیوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو انگریز تشویش کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہندوستانی رئیسوں کے معاملات میں دخل دے کر فرانسیسیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیں۔ اُنہوں نے

ناصر جنگ کو مظفر جنگ کے مقابلہ پر آمادہ کیا اور
میجر لارنس کے ماتحت ناصر جنگ کے ساتھ ایک انگریزی
فوج کرناٹک پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دی۔ اس لڑائی
میں چندا صاحب اور مظفرّ جنگ کو شکست ہوئی۔ چندا
صاحب بھاگ کر پانڈیچری چلا گیا اور مظفر جنگ کو ناصر
جنگ نے گرفتار کر لیا۔ ابھی ناصر جنگ کو پوری طرح اطمینان
نصیب نہ ہوا تھا کہ فرانسیسی جنرل بسّے (Bussy) نے
۱۷۵۰ء میں اُسے شکست دی۔ اور وہ اپنے ہی سپاہیوں
کے ہاتھ قتل ہوا اور مظفر جنگ دکن کا فرمانروا ہو گیا۔ لیکن
دوسرے ہی سال ۱۷۵۱ء میں اُسے کسی نے قتل کر دیا۔
جنرل بسّے نے فوراً اس کے بھائی صلابت جنگ کو حیدر آباد
کی گدّی پر بٹھا دیا۔ اس تدبیر سے فرانسیسیوں کا اقتدار
دکن میں بدستور قائم رہا۔ مظفرّ جنگ نے شمالی سرکار کا
علاقہ فرانسیسیوں کو دے دیا تھا۔ چندا صاحب نے بھی
ڈوپلے کو ایک زرخیز علاقہ اور بہت بڑی رقم نذر کی ؛

اس وقت فرانسیسیوں کا اقتدار عروج پر تھا۔
کرناٹک اور حیدر آباد دکن کے علاقوں میں ان کو غیر معمولی
اثر و رسوخ حاصل تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈوپلے
کے خواب کی تعبیر کا وقت آ گیا ہے اور ہندوستان میں
فرانسیسیوں کی سلطنت قائم ہونے کو ہے ؛

رابرٹ کلائیو

رابرٹ کلائیو ۱۹ سال کی عمر میں بحیثیت
کلرک انگریزی کمپنی کا ملازم ہو کر
ہندوستان آیا۔ قدرت نے اُسے سپاہیانہ دل و دماغ دیا

تھا۔ پس وہ جلد ہی محرّری سے اُکتا کر فوج میں شامل ہوگیا اور کئی معرکوں میں داد شجاعت دے کر افسروں کی نظروں میں بلند ہوگیا ٭

ارکاٹ کا محاصرہ

ترچناپلی کی اہمیّت اور محمدؐ علی کے خطرہ کو فرانسیسی نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے فرانسیسیوں اور چندا صاحب نے اس کا محاصرہ کر لیا قریب تھا کہ وہ کامیاب ہو جائیں اور ترچناپلی پر قبضہ کر لیں مگر اس فرانسیسی قبضہ کو انگریز اپنے لئے ضرر رساں خیال کرتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے محمدؐ علی کی امداد کا فیصلہ تو کیا۔ لیکن ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ فرانسیسیوں اور چندا صاحب کی فوجوں کا مقابلہ کرکے ترچناپلی کو بچا سکیں۔ چنانچہ بہت مایوس ہوئے۔ اس پر کلائیو نے گورنر مدراس سے کہا۔ کہ کرناٹک کے دارالحکومت ارکاٹ میں کوئی فوجی طاقت نہیں۔ مجھے اجازت دیں کہ ارکاٹ پر حملہ کروں۔ اس تدبیر سے چندا صاحب اور فرانسیسی ترچناپلی کو چھوڑ کر ارکاٹ کی طرف متوجّہ ہو جائیںگے اور ترچناپلی کو محاصرہ سے نجات دلائی جا سکیگی ٭

گورنر اس تجویز کو عمل میں لایا۔ اور کلائو نے دو سو انگریزی اور تین سو ہندوستانی سپاہیوں کی مختصر سی فوج سے ارکاٹ فتح کر لیا ٭

اس پر چندا صاحب بہت گھبرایا اور اُس نے فوراً اپنے لڑکے رضا صاحب کو نصف فوج دے کر ارکاٹ کی طرف روانہ

کیا - کلائیو اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ قلعہ ارکاٹ میں محصور ہوگیا - محاصرہ ۵۳ دن تک جاری رہا - رضا صاحب نے قلعہ پر کئی زبردست حملے کئے مگر کلائیو نہایت بہادری اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا - اسی دوران میں مدراس سے کلائیو کی امداد کے لئے ایک مختصر سی فوج آگئی رضا صاحب نے اس کا مقابلہ کیا - لیکن کامیابی نہ ہوئی - پس مایوس ہو کر ارکاٹ کا محاصرہ اٹھا لیا - ادھر سے مطمئن ہو کر کلائیو میجر لارنس کے ساتھ محمد علی کی امداد کے لئے روانہ ہؤا - فرانسیسی فوجوں نے نہایت بہادری سے کلائیو کا مقابلہ کیا - لیکن شکست کھائی - چندا صاحب گرفتار کر کے راجہ تنجور کے حوالے کر دیا گیا - جس نے اُسے قتل کروا دیا - اور انگریزوں نے محمد علی کو کرناٹک کا نواب بنا دیا *

ڈوپلے کا حسرتناک انجام

ترچناپلی کی شکست کے باوجود ڈوپلے بدستور فرانسیسی اقتدار کے اضافہ کی کوشش کرتا رہا - انگریز صلح کے خواہشمند تھے کیونکہ جنگ سے تجارت کو سخت نقصان پہنچا تھا - مگر وہ ڈوپلے کی شرائط منظور نہ کر سکے - اور انہوں نے براہ راست حکومتِ فرانس کو صلح کا پیغام بھیجا - وہاں ڈوپلے کے دشمنوں کی دشمنی اور شاہ فرانس کی تنگ نظری رنگ لائی - ڈوپلے کے شاندار ارادوں کو کوئی نہ سمجھ سکا - اور وہ ۱۷۵۴ء میں واپس بلا لیا گیا - حکومت فرانس نے اس کی خدمات کی کوئی قدر نہ کی - بلکہ اُس کے خلاف مقدمہ چلایا - جس میں اس کا تمام سرمایہ خرچ ہوگیا - اور آخر نہایت افلاس اور گمنامی

کے عالم میں وہ فوت ہو گیا ٭

صلح نامہ

نئے فرانسیسی گورنر نے ۱۷۵۵ء میں پانڈیچری کے مقام پر انگریزوں کے ساتھ ایک صلحنامہ تحریر کیا۔ اس کے رو سے فریقین نے ایک دوسرے کے مفتوحہ علاقے واپس کر دئے اور محمد علی کرناٹک کا نواب تسلیم کیا گیا ٭

انگریزوں اور فرانسیسیوں کی تیسری جنگ

۱۷۵۶ء میں یورپ کی "ہفت سالہ جنگ" شروع ہوئی۔ جس میں فرانس انگریزوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ۱۷۵۷ء میں یہ دونو ہندوستان میں بھی لڑنے لگے۔ فرانسیسی گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف کونٹ لالی نے ۱۷۵۸ء میں پانڈیچری پہنچتے ہی جنگ زور شور سے جاری کر دی۔ ابتدا میں اُسے شاندار کامیابیاں ہوئیں۔ اس نے سینٹ ڈیوڈ قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور مدراس فتح کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ لالی ایک بہادر سپہ سالار تھا۔ لیکن پانڈیچری کا گورنر اُس کا سخت مخالف تھا اور اُسے مالی امداد دینے میں بہت بُخل کرتا تھا۔ کمپنی بھی اس کی امداد سے پہلو تہی کر رہی تھی۔ فرانسیسی بحری افسر نے اس کی امداد سے انکار کر دیا۔ اور اس کے بہت سے ہموطن بھی مخالف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ فوجوں کو نہ تو اچھا کھانا ملتا تھا۔ نہ ان کی تنخواہیں بر وقت دی جاتی تھیں۔ اور نہ ان کے لئے دوسرے ضروری انتظامات کئے جا سکتے تھے۔ مگر لالی نے بھی ایک شدید غلطی کی۔ اُس نے بسیّ کو دکن سے مدراس پر حملہ کرنے کے لئے اپنے پاس بُلا لیا ٭

بسیّ کی غیر حاضری میں انگریزوں کو دکن سے فرانسیسیوں

کا اثر زائل کرنے کا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ کلائیو کے حکم سے کرنل فورڈ نے دسمبر ۱۷۵۸ء میں شمالی سرکار پر حملہ کرکے اُسے فتح کر لیا۔ اس فتح کے بعد نظام بھی انگریزوں سے مل گیا اور شمالی سرکار کے اضلاع انگریزوں کو دے دئے ❖

دسمبر میں کونٹ لالی نے مدراس پر حملہ کیا۔ میجر لارنس چھ مہینہ تک مدراس کے قلعہ میں محصور رہا۔ اور آخر مقابلہ کی تاب نہ لا کر مدراس فرانسیسیوں کے حوالے کرنے کو تھا کہ انگریزی بحری بیڑا مدد کو پہنچ گیا۔ اور لالی محاصرہ اُٹھانے پر مجبور ہوا پھر بھی جنگ دو سال تک جاری رہی ❖

فرانسیسی اقتدار کا خاتمہ

فرانسیسی فوجیں مسلسل تکلیفوں کی وجہ سے باغی ہوگئیں اور ۱۷۶۰ء میں وندھواش کے مقام پر سر آئر کوٹ نے لالی کو سخت شکست دی۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ دوسرے سال فرانسیسیوں کا صدر مقام پانڈیچری بھی انگریزوں نے فتح کر لیا۔ اور ہندوستان سے فرانسیسی اقتدار کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ لالی فرانس واپس بلا لیا گیا۔ وہاں اس پر مقدمہ چلایا گیا اور پھانسی دیدی گئی۔ ۱۷۶۳ء میں صلحنامہ پیرس سے جنگ ہفت سالہ ختم ہوئی اور شہر پانڈیچری فرانسیسیوں کو واپس مل گیا۔ لیکن شمالی سرکار کا علاقہ انگریزوں ہی کے قبضہ میں رہا ❖

تیسرا باب

معاملاتِ بنگال اور پلاسی کی لڑائی

اورنگ زیب کے بعد سلطنت مغلیہ کو زوال آنے لگا تھا۔ مرکزی حکومت کی کمزوری کے سبب اکثر صوبے دار خود مختار ہو گئے تھے۔ چنانچہ بنگال کے صوبیدار شجاع الدین نے ۱۷۲۵ء میں یہاں ایک آزاد حکومت قائم کر لی تھی۔ مگر اس کے بیٹے کے نا اہل ثابت ہونے سے علی وردی خاں حاکم بہار نے بنگال کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر ۱۷۴۱ء میں مغل شہنشاہ سے صوبیداری کا باقاعدہ فرمان بھی حاصل کر لیا۔

سراج الدولہ

۱۷۵۶ء میں علی وردی خاں نے وفات پائی اور اس کا نواسہ سراج الدولہ تخت نشین ہوا وہ نو عمر تھا۔ اس کی تعلیم بھی حرم سرا کی چار دیواری میں ہوئی تھی۔ اس میں وہ خوبیاں نہ تھیں جو ایک وسیع ملک کے فرمانروا کے لئے لازم ہیں۔

بوڑھے علی وردی خاں نے سراج الدولہ کو سمجھایا تھا کہ خبردار انگریزوں سے نہ اُلجھنا۔ مگر یہ نوجوان طاقت اور حکومت کے نشہ میں مدہوش تھا اور انگریزوں کو بنگال سے نکالنے کے درپے تھا بہت جلد اُسے ایک بہانہ بھی ہاتھ آگیا۔

علی وردی خان کے عہدِ حکومت میں انگریزوں۔ فرانسیسیوں اور ولندیزوں کو بنگال میں اپنی کوٹھیاں بنانے اور تجارت کرنے کی تو عام اجازت تھی۔ لیکن کوٹھیوں کو آلات جنگ سے مستحکم اور محفوظ کرنے کا اختیار نہ تھا ٭

علی وردی خاں کی وفات سے کچھ عرصہ بعد انگریز اور فرانسیسی خلاف معاہدہ اپنی اپنی کوٹھیوں کی مرمت اور ایک حد تک قلعہ بندی کرنے لگے۔ لیکن ان کا مقصد مرہٹوں وغیرہ کے حملوں سے محفوظ رہنا تھا۔ سراج الدولہ نے اسے مخالفانہ کارروائی قرار دیا۔ اور جواب طلب کیا۔ اس دوران میں اس نے راجہ راج بلب ڈھاکہ کے پیشکار کو خیانت کے جُرم میں قید کر لیا اور اس کے بیوی بچے انگریزوں کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ نواب نے ان کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ انگریز گورنر نے انکار کیا۔ اس پر سراج الدّولہ نے غضبناک ہو کر دریائے ہگلی کے کنارے انگریزوں کی کوٹھیوں پر حملہ کیا اور قاسم بازار والی کوٹھی پر قبضہ کر لیا۔ پھر خود پچاس ہزار کے قریب فوج لے کر کلکتہ پر حملہ آور ہوُا۔ اِس وقت فورٹ ولیم میں انگریزوں کے پاس تین سو سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ توپیں اور بندوقیں بھی کافی اور عمدہ نہ تھیں۔ پس وہ حواس باختہ ہو گئے۔ اس وقت ایک انگریز ڈریک اور کئی دوسرے کشتیوں میں بیٹھ کر قلعہ سے چل دئے۔ باقی وہیں رہ گئے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی ڈاکٹر ہالول کو افسر مقرر کر کے دو دن تک لڑائی کی۔ مگر آخر مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے اور ۱۴۶ انگریز جن میں ایک عورت بھی تھی قید ہو گئے ٭

بلیک ہول یا کال کوٹھڑی

نواب کے ایک افسر نے ان ایک سو چھیالیس قیدیوں کو ایک نہایت تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ ہندوستان کی شدید گرمیوں کے دن تھے۔ اس پر یہ ڈیڑھ سو کے قریب آدمی ایک ایسی کوٹھڑی میں بند کئے گئے جو عام طور پر محض ایک قیدی کے لئے مخصوص تھی۔ چنانچہ رات بھر یہ لوگ اپنے سانس سے ہوا کو زہریلا کرتے رہے اور پیاس کے مارے تڑپتے بھی رہے۔ کیونکہ سنگدل پہرہ داروں نے ان کی ایک التجا نہ سُنی اور پانی کا قطرہ تک نہ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صبح کو جب کوٹھڑی کا دروازہ کھولا گیا تو ایک ہیبت ناک نظارہ دیکھا گیا اور صرف تیئیس آدمی جن میں وہ ایک عورت بھی تھی زندہ نکلے۔ یہ قیامت کی رات ان سب نے کس طرح کاٹی؟ اس کے خیال سے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں +

مگر آج کل کے محققین حادثہ بلیک ہول کی صحت کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور (منجملہ دیگر امور) کہتے ہیں کہ یہ امر تو جسمانی طور پر بھی ناممکن ہے کہ ایک قیدی کے مسکن میں ڈیڑھ سو کے قریب آدمی سما سکیں +

کلکتہ پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ

جب ۱۷۵۶ء کے آخر میں اس ہیبتناک حادثہ کی اطلاع مدراس پہنچی تو کلائیو جو حال ہی میں انگلستان سے واپس آیا تھا اور امیر البحر واٹسن اپنے جنگی جہازوں اور بحری فوجوں سمیت وہاں موجود تھے۔ اس وقت یورپ میں برطانیہ اور فرانس کے درمیان مشہور ہفت سالہ جنگ چھڑنے والی تھی۔ اور اس لئے

ہندوستان میں بھی ان قوموں کی باہمی جنگ آزمائی کا اندیشہ تھا غرض بنگال میں جنگ آزمائی کا فیصلہ کیا گیا۔ اور یہ مہم کلائیو کے سپرد کی گئی۔ چنانچہ وہ شجاع انسان جو شکست کا نام تک نہ جانتا تھا صرف دو ہزار پانچ سو کار آزمودہ سپاہی لیکر روانہ ہؤا۔ ان میں فقط نو سو گورے تھے۔ ادھر امیر البحر واٹسن چند جنگی جہاز لے کر بنگال کی طرف چلا۔ دسمبر ۱۷۵۶ء میں اس کے جہاز فالٹا کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے۔ جہاں ڈریک اور اس کے ساتھی پناہ گزیں تھے۔ اور ان میں سے اکثر تو مر چکے تھے۔ باقی مُردوں سے بدتر۔

جب انگریزی فوجیں بنگال پر حملہ آور ہوئیں تو نواب کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور ۴۔ جنوری ۱۷۵۷ء کو فورٹ ولیم کلکتہ پر اور اس کے کچھ دن بعد ہُگلی پر از سرِ نو انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ نواب نے انگریزوں کی سب کوٹھیاں اُن کے حوالے کر دیں۔ اور کمپنی کے تمام نقصان کا معاوضہ ادا کرنے کے وعدہ پر صلح ہو گئی۔

چندر نگر پر حملہ

سراج الدولہ نے انگریزوں سے بظاہر تو صلح کر لی۔ لیکن درحقیقت وہ انگریزوں کا جانی دشمن تھا۔ وہ چندر نگر کے فرانسیسیوں سے ساز باز کر رہا تھا کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان یورپ میں جنگ چھڑ گئی۔ کلائیو اور واٹسن نے فرانسیسیوں کی سب سے بڑی بستی چندر نگر پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

انگریزوں کے ساتھ میر جعفر کی سازش

کلائیو خوب جانتا تھا کہ سراج الدولہ کی دوستی

پر بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں۔ بلکہ جب تک وہ بنگال کا نواب ہے
کلکتہ محفوظ نہیں۔ غرض ادہر انگریز کشیدہ تھے۔ ادہر سراج الدولہ کے
ظلم اور سختیوں کے سبب خود اس کے دربار میں ایک نہایت
خوفناک سازش کی بُنیاد رکھی جا چکی تھی۔ اس کا سرغنہ علی وردی
کا بہنوئی اور بنگال کی فوجوں کا سپہ سالار میر جعفر تھا۔ اُس
نے کلائیو کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا۔ کہ اگر انگریز اُسے سراج
الدولہ کی جگہ بنگال کا نواب بنا دینگے تو وہ اُس کے صلہ میں
انگریزوں کو ایک گراں قدر رقم دیگا۔ اور اُن کی سرپرستی میں
حکومت کریگا۔ اس قرار داد کو کامیاب بنانے کے لئے فیصلہ کیا
گیا کہ جب انگریزوں اور سراج الدولہ کے درمیان لڑائی
ہونے لگے تو عین وقت پر میر جعفر اپنی ساری فوج لے کر
انگریزوں سے آن ملے۔ یہ سب امور ایک سکھ سوداگر امیں چند
کے ذریعے طے ہوئے تھے۔ جب عمل کا وقت آیا تو وہ بگڑ کھڑا
ہوُا۔ بولا کہ اگر مجھے تیس لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ نہ کیا گیا
تو ابھی سازش کا بھانڈا پھوڑتا اور سارا اتا پتہ نواب کو
بتاتا ہوں۔ اب تو یہ بھی چوکنے ہوئے اور امیں چند کو دھوکا
دینے کے لئے فریب کاری پر اُتر آئے۔ چنانچہ کلائیو نے
سُرخ اور سفید دو کاغذوں پر معاہدہ لکھا۔ سُرخ جو نقلی تھا
اس میں امیں چند کو رقم دینے کا اقرار کیا اور اصلی سفید میں
سے اس کا نام صاف اُڑا دیا۔ واٹسن نے اس میں شرکت
سے صاف انکار کیا۔ پس اُس کے جعلی دستخط بنائے گئے۔
غرض امیں چند کو نقلی معاہدہ دکھا کر اُس سے چھٹکارا پایا۔ اور
اس اخلاقی جرم کے بعد کلائیو نے اصل کام کی طرف توجہ نہ کی۔

میر جعفر نے اس معاہدے کے رُو سے اقرار کیا کہ وہ نواب
بننے پر فرانسیسیوں کو بنگال سے نکال دیگا اور انگریزوں
کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیگا ۔

پلاسی کی لڑائی
جون ۱۷۵۷ء

کلائیو اپنی فوج لے کر مرشد آباد کی طرف
بڑھا۔ اس کے پاس صرف بتیس ۳۲ سو
سپاہی تھے۔ توپیں بھی آٹھ یا دس
سے زیادہ نہ تھیں۔ سراج الدولہ پلاسی کے میدان میں جو
مرشد آباد سے تقریباً تئیس میل کے فاصلہ پر ہے خیمہ زن
تھا۔ اس کے ساتھ تقریباً پچاس ہزار سپاہی اور اٹھارہ
ہزار سوار تھے۔ بھاری توپیں بھی پچاس کے قریب تھیں۔
مگر کلائیو نے اپنے ایک افسر آئر کوٹ کے مشورہ سے فوج
کو آگے بڑھنے کا حکم دیا ۔

غرض ۲۳ ۔ جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کا مشہور معرکہ ہُوا۔
اگرچہ نواب کے پاس انگریزوں کے مقابلے میں نہایت زبردست
فوج تھی۔ مگر اس کا بیشتر حصہ میر جعفر کی کمان میں تھا۔ وہ
خاموش کھڑا تماشا دیکھا کیا۔ مطلب یہ تھا کہ جس فریق کا پلّہ بھاری
دیکھے اُسی کے ساتھ ہولے۔ دن بھر کی گولہ باری کے بعد شام کے
قریب آئر کوٹ نے ایک فیصلہ کن حملہ کیا۔ نواب کی بے ضابطہ
اور منتشر فوج کلائیو کی قواعد دان فوج کے مقابلے کی تاب نہ
لا سکی اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ سراج الدّولہ ایک سانڈنی پر
سوار ہو کر نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں کسی طرف نکل
گیا۔ اور بھیس بدل کر اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ آخر کار راج محل کے
قریب ایک شخص نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور میر جعفر کے بیٹے

لارڈ ڈوپلے

لارڈ کلائو

سراج الدوله

شاہ عالم
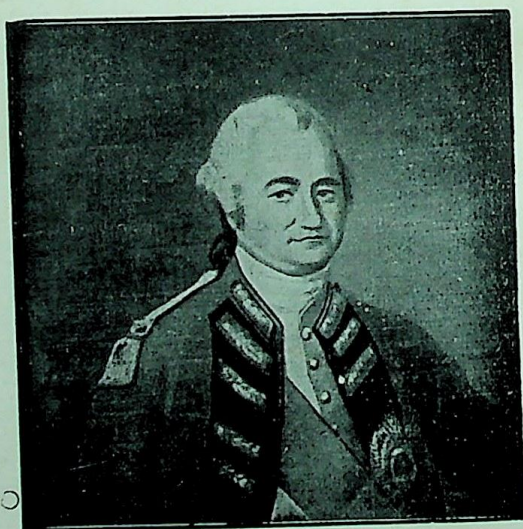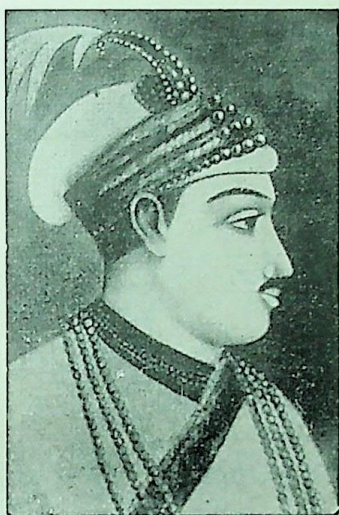
میرن کے حوالے کر دیا۔ جس نے اُسے بڑی بے رحمی سے قتل کروا دیا ٭

پلاسی کا معرکہ کوئی جنگی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ چند گھنٹوں میں اس کا فیصلہ ہوگیا تھا۔ انگریزی فوج کے صرف ۲۰ یا ۲۲ آدمی ہلاک اور قریباً ۵۰ زخمی ہوئے۔ نواب کے تقریباً پانچ سو آدمی کام آئے اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔ البتہ اس کی سیاسی اہمیت ضرور ہے۔ کیونکہ اس نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ چنانچہ اب انگریزوں کی کمپنی صرف تجارتی کمپنی نہ رہی۔ بلکہ اس کی ہستی میں شاہانہ اقتدار و اختیار کی شان پیدا ہوگئی۔ اور ۱۷۵۷ء کے بعد ہندوستان کے ہر سیاسی واقعہ سے انگریزی کمپنی کا گہرا تعلق رہا ٭

چوتھا باب

میر جعفر و میر قاسم

(۱۷۵۸ء سے ۱۷۶۵ء تک)

معرکۂ پلاسی کے بعد کلائیو نے بنگال کے دارالخلافہ مرشد آباد میں میر جعفر کو تخت پر بٹھایا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ یہاں کے خزانے کے افسانے مبالغہ پر مبنی تھے۔ پھر بھی میر جعفر نے بڑی دریا دلی سے کلائیو اور کمپنی کے دوسرے افسروں کو زر و جواہر سے مالا مال کر دیا۔ کلائیو کو پچیس لاکھ روپیہ ملا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی خوب ہاتھ رنگے۔ بلکہ نئے نواب نے کلکتہ کے نواح میں ۸۸۰ مربع میل کا نہایت زرخیز علاقہ چوبیس پرگنہ کمپنی کے نام کر دیا۔ جسے صرف حقوق زمینداری دئے گئے۔ مگر بعد میں کمپنی نے شہنشاہِ دہلی سے دیوانی کی سند لے کر مستقل موروثی حق حاصل کر لیا +

اب ایں چند پر بھی دھوکے کا حال کھلا۔ مگر مایوسی کے سوا چارہ ہی کیا تھا +

ولندیزوں کے ساتھ میر جعفر کی سازش

میر جعفر کا خیال تھا کہ کمپنی کی امداد کے بدلے میں گراں قدر رقم دے کر ملکی معاملات میں خود مختار ہو جاؤنگا۔ مگر

اب اُس بے بس ضمیر فروش کو معلوم ہُوا کہ نوابی کی سند برائے نام ہے اور در اصل حکومت کی باگ کلائیو اور کمپنی کے ہاتھ میں ہے میر جعفر نے دولت اور حکومت کی ہوس میں۔ یوں تو بہت سے وعدے کر ڈالے تھے۔ مگر ایفا کے وقت دیکھا کہ قارون کا روایتی خزانہ بھی ناکافی ہے۔ کمپنی کو ساری دولت دینے کے باوجود وعدے پورے نہ ہو سکے۔ پس مظلوم بے زبان رعایا پر سختیاں کرنی شروع کیں۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس کے افسروں نے بھی حرص کا منہ کھول دیا۔ اور چاروں طرف رشوت کا بازار گرم ہو گیا۔ ملک میں ابتری پھیل گئی۔ جان و مال غیر محفوظ ہو گئے۔ اور طرفہ تماشا یہ کہ نواب اپنے کو الزام سے بری قرار دیتا اور کہتا تھا کہ انتظام انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کہتے تھے کہ نواب تم ہو اور ضبط و نظم کی ذمہ داری تمہاری۔

اس دو عملی کی شکار تھی تو رعایا بیچاری۔ جب حالت بہت ہی بگڑ گئی تو میر جعفر نے کمپنی کی سخت منت سماجت کی۔ مگر شنوائی نہ ہوئی۔ اور روپے کے تقاضے جوں کے توں۔ اب تو میر جعفر تنگ آکر ولندیزوں سے سازش کرنے لگا کہ ان کی مدد سے انگریزوں سے نجات پائے۔ مگر کلائیو کو ہر چال کی خبر مل جاتی تھی۔ اودھر ولندیز تھے کہ اگرچہ یورپ میں ان کے اور انگریزوں کے مابین صلح تھی مگر اُنکو ہندوستان میں انگریزوں کا روز افزوں اقتدار ایک نظر نہ بھاتا تھا۔ اور وہ انگریزوں کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ پس یہ موقع غنیمت جان کر ولندیزوں نے میر جعفر کی مدد کے لئے چھ سات جنگی جہاز روانہ کر دئے۔ اس پر کلائیو نے کرنل فورڈ کے

ماتحت ولندیزوں کی سرکوبی کے لئے فوج روانہ کی اور ولندیزوں
کو شکست دی۔ ان کے جہازوں پر قبضہ کیا چنانچہ ولندیزوں
نے مجبوراً صلح کر لی۔ اس کے بعد کلائیو مطمئن ہو گیا کہ اب
انگریزوں کے سوا میر جعفر کا کوئی سہارا نہیں رہا۔

شاہزادہ عالی گوہر

اس وقت دہلی میں عالمگیر ثانی بادشاہ تھا۔ اگرچہ
شاہان مغلیہ کا اقتدار اب ختم ہو چکا تھا
مگر شاہِ دہلی برائے نام شہنشاہ ہند مشتہر کیا جاتا تھا اور ہر ایک
صوبہ دار دربار دہلی سے اپنے عہدے کی منظوری حاصل کرتا تھا
گویا قانوناً تمام صوبیدار شاہ دہلی کے نائب تھے مگر حقیقتاً نہیں۔
۱۷۵۹ء میں بادشاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عالی گوہر نے
شجاع الدولہ نواب وزیر اودھ کو ساتھ لے کر بنگال پر حملہ کر
دیا۔ میر جعفر بہت گھبرایا۔ لیکن شجاع الدولہ نے جب دیکھا
کہ کلائیو میر جعفر کا پشت و پناہ ہے تو خاموشی سے اودھ کو
واپس چلا گیا۔ شہزادہ نے بھی لاچار ہو کر اپنے آپ کو کلائیو
کے حوالہ کر دیا۔ اس نے بڑے اخلاق سے شہزادہ کی خدمت
میں پانچسو سونے کی مہریں بطور ہدیہ پیش کیں۔ اور وہ مسرور
ہو کر دہلی واپس چلا گیا۔ اس کارِ نمایاں کے صلے میں میر جعفر
نے کلائیو کو ساڑھے چار لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر عطا کی۔

کلائیو کے کارہائے نمایاں کا پہلا زمانہ

صحت کی خرابی کے سبب کلائیو مجبوراً
۱۷۶۰ء میں انگلستان چلا گیا۔ شروع میں
کمپنی کا ایک معمولی محرر تھا۔ مگر اب وہ
ایک زبردست اور شہرہ آفاق شخصیت میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور
اس کی ہمت اور حوصلے نے چار سال (۱۷۵۶-۶۰ء) کی قلیل مدت

میں کمپنی کی حیثیت اتنی بلند کر دی تھی کہ سارا ہندوستان اس کا لوہا ماننے لگا تھا۔ اور فرانسیسیوں اور ولندیزوں کی طاقت حرف غلط کی طرح مٹ چکی تھی۔ نواب بنگال بھی کمپنی کا ہی ساختہ پرداختہ تھا یہاں تک کہ اس کی مدد کے بغیر ایک دن بھی حکومت نہ کر سکتا تھا اور بنگال زرخیز ہی نہ تھا بلکہ ملک کی کنجی کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ اس پر قبضہ پانے سے یہاں کے دریاؤں کی بدولت ملک کا اندرونی حصہ بھی ساحل سمندر کے ساتھ ہو گیا۔ چنانچہ انگریزوں کی بحری قوت اور تجارت کی ترقی آسان ہو گئی۔ بنگال میں انگریزوں کے اقتدار کا اثر مدراس پر بھی ہوا۔ اس وقت اودھ اور بہار بھی اس قوم کے زیر اثر آ گئے تھے۔ غرض ان کامیابیوں نے ہندوستان میں حکومت انگلشیہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ اور اس کا سہرا صرف کلائیو کے سر بندھا۔

میر قاسم

(۱۷۶۱ئہ سے ۱۷۶۵ئہ تک)

بنگال میں بدنظمی

کلائیو کی جگہ دین سٹارٹ گورنر مقرر ہوا اس کے پنجسالہ زمانہ میں بنگال کی حالت نہایت خراب تھی - یوں تو کلائیو کی موجودگی ہی میں بہت سی خرابیاں نمودار ہو گئی تھیں - لیکن اب حالات بد سے بدتر ہو گئے - ہر شخص کو روپیہ کمانے کی فکر تھی اور رشوت کی وہ گرم بازاری کہ خدا کی پناہ - کمپنی کے کارندوں نے بڑے ظلم کئے اور انگریز بدنام ہوئے - ادھر بادشاہ سے لے کر ادنےٰ سپاہی تک کو یہی دھن تھی کہ دولت سمیٹے - پھر بیچاری رعایا تباہ حال کیوں نہ ہوتی - زراعت اور تجارت کو سخت ضعف پہنچا - کیونکہ نواب کے پیشکار سرکاری محاصل بڑی سختی سے اور اصل سے زیادہ وصول کرتے تھے - اس پر مرہٹوں کی غارت گری کی بلا الگ نازل ہوتی رہتی تھی - پھر لطف یہ کہ کمپنی کا خزانہ خالی تھا - حالانکہ اس کے ملازم مالا مال ہو کر انگلستان واپس جاتے تھے - رہا نواب بنگال - اسکے ہاں بھی روپے کا کال - مگر اس کا سبب یہ تھا کہ اس کو کمپنی کے تقاضوں ہی سے نجات نہ ملتی تھی - چنانچہ اکثر اوقات وہ اپنی فوج کو بھی تنخواہ نہ دے سکتا تھا - اس پر کمپنی کے حصہ دار تھے کہ روپے کا مطالبہ برابر کئے جاتے تھے ۔

میر قاسم کی تخت نشینی

وین سٹارٹ کمزور طبع واقع ہوا تھا اور میر جعفر پر اس کا رُعب نہ تھا چنانچہ اُس ستر بہتر برس کے ضعیف بوڑھے نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے اور انگریزوں سے مخالفانہ رویہ اختیار کرنے لگا۔ مگر میر جعفر کے داماد میر قاسم نے خود نواب بنگال بننے کے لئے انگریزوں سے ستمبر ۱۷۶۰ء میں ایک معاہدہ کیا۔ اس کے رُو سے میر قاسم بنگال کا نواب بنا دیا گیا۔ اور انگریزوں نے ضرورت کے وقت نواب کو فوجی امداد دینے کا وعدہ بھی کیا میر قاسم نے بردوان۔ میدنا پور اور چٹاگانگ کے اضلاع کمپنی کے حوالہ کر دئے۔ اور تقریباً بیس لاکھ روپیہ کلکتہ کونسل کی نذر کیا ۔

نواب ہونے سے پہلے تو میر قاسم انگریزوں کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتا تھا۔ مگر اب بدل گیا۔ وہ اگرچہ قابل اور معاملہ فہم تھا مگر بنگال کی بگڑی نہ بنا سکا۔ کیونکہ خزانہ خالی تھا اور گزشتہ اور موجودہ بدنظمیوں کے سبب رعایا خستہ حال تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فرخ سیر کے زمانے میں کمپنی کو ایک شاہی فرمان کے ذریعے مالِ برآمد بلا محصول لے جانے کی اجازت ملی تھی۔ مگر اس کے یہ معنی نہ تھے کہ کمپنی اندرونی ملک میں بھی بلا محصول تجارت کرے۔ کلائیو کے واپس جانے کے بعد کمپنی کے افسر نجی تجارت کرنے لگے تھے۔ اور شاہی فرمان کا مطلب یہ نکالتے تھے کہ انہیں اپنا مال ملک کے اندر بلا محصول لے جانے کی بھی اجازت ہے۔ میر قاسم نے اس خلاف قانون طریق پر اعتراض کیا۔ لیکن کونسل نے ایک نہ سُنی۔ چنانچہ انگریزوں کو

نیچا دکھانے کے لئے تمام محصول معاف کر دئے۔ اور سب سوداگروں کو خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا انگریز تجارت کے مساوی حقوق عطا کر دئے۔ اس میں میر قاسم حق بجانب تھا ملک کے تمام محاصل و مخارج والی ملک سے متعلق ہیں۔ اور محصول معاف کر دینا اس کا حق ہے۔ اور یہ کمپنی کی ناانصافی تھی کہ ادھر مزید رقوم کا تقاضا کرتی اور ادھر اسی کے ملازم تھے کہ حکومتِ وقت کی آمدنی کم کرتے تھے ؎

اس طرح میر قاسم اور کمپنی کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ میر قاسم نے کونسل سے انصاف کی توقع ترک کر دی۔ ادھر کونسل نے سمجھ لیا کہ اب یہ گرہ نوک شمشیر ہی سے کھولنی پڑے گی ؎

پٹنے کا قتل

قاسم نے ۱۷۶۳ء میں پٹنے پر قبضہ کر کے تمام انگریز گرفتار کر لئے۔ جب انگریزی افواج پٹنے کی طرف بڑھیں تو نواب نے طیش میں آ کر اُن دو سو انگریزوں کو ایک جرمن کے ہاتھوں قتل کروا دیا۔ یہ واقعہ قتل پٹنہ کہلاتا ہے۔ اس جُرم کی سزا دینے کے لئے میر قاسم سے لڑائی کی۔ اس نے شکست کھائی اور بھاگ کر نواب وزیر والی اودھ کی پناہ لی۔ اب میر جعفر ازسرِ نو بنگال کا نواب مقرر کیا گیا۔ اور اس کے صلے میں انگریزوں نے اندرونی تجارت کے تمام حقوق کے علاوہ بہت سا روپیہ بھی پایا۔ ملک کی مالگزاری میں دس آنہ فی روپیہ کمپنی کا اور صرف چھ آنے نواب کا حصّہ مقرر ہؤا ؎

معرکۂ بکسر

اب میر قاسم نے شاہ عالم اور شجاع الدّولہ کی مدد سے انگریزوں پر چڑھائی کی اور مختلف

طاقتوں کے درمیان معرکۂ بکسر برپا ہوا - میر قاسم اور اُس کے رفیقوں کی متحدہ فوج پچاس ہزار تھی - اور انگریزوں کے پاس صرف آٹھ سو گورے تھے اور باقی ہندوستانی - لیکن میجر منرو کی دلاوری سے اس عظیم الشان متحدہ فوج کو شکست ہوئی شہنشاہ شاہ عالم نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا - اور مغلیہ عظمت کی آخری نشانی انگریزوں کی بڑھتی ہوئی قوت کی پناہ میں آ گئی ؎

بعض مؤرخوں کے نزدیک معرکۂ بکسر کو معرکہ پلاسی سے بھی زیادہ اہمیّت حاصل ہے - کیونکہ انگریزوں نے جب تو صرف نواب بنگال پر فتح پائی تھی - لیکن اب ہندوستان کی تین بڑی طاقتوں پر - یعنی شاہ دہلی - نواب وزیر اودھ اور نواب بنگال ؎

پانچواں باب

کلائیو گورنر بنگال ۶۷-۱۷۶۵ء

سنہ ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلائیو گورنر بنگال مقرر ہو کر سول اور فوج دونو محکموں کے کامل اختیارات لے کر کلکتہ پہنچا۔

کلائیو کی اصلاحات

میر جعفر اس سے پہلے ہی مر چکا تھا۔ اور کلکتہ کونسل نے اُس کے کاہل و غافل عیش کے دلدادہ دوسرے بیٹے نجم الدولہ کو لاکھوں روپے کے معاوضہ کے وعدہ پر نواب بنا رکھا تھا۔ اب گویا کونسل نے ایک دستور بنا لیا تھا کہ آئے دن ایک نیا نواب کھڑا کرے۔ اور معاوضے میں خوب زر و جواہر وصول کرے پھر بھی کلائیو نے بدنظمی۔ رشوت ستانی اور ظلم و ستم کے انسداد کا تہیہ کر لیا۔ پس یہاں آتے ہی انتظامی (سول) اور فوجی محکموں کی اصلاح شروع کی۔ پرانی کونسل توڑی اور اپنے ہم خیال آدمیوں کی نئی کونسل بنائی۔ کمپنی کے تمام ملازموں سے تحریری اقرار کرایا کہ آئندہ تحفے اور نذریں نہ لینگے۔ کیونکہ اس بہانے بھی یہ لوگ رعایا کو بے طور لوٹتے تھے۔ سب سے زیادہ پیچیدہ سوال ذاتی تجارت کا تھا۔ کمپنی کے اعلےٰ افسروں سے لے کر ادنے ملازموں تک سبھی اس مرض میں مبتلا تھے۔ اور بھی

انگریزوں اور میر قاسم کے بگاڑ کا باعث تھا۔ پس کلائیو نے
اس ذاتی تجارت کو بند کرنے کی ٹھانی۔ مگر انگریز اس فائدہ سے
محروم ہو جانا پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں تنخواہیں بھی بہت
کم ملتی تھیں۔ پس ناجائز وسائل اختیار کرنے پر مجبور ہو
جاتے تھے۔ بہرحال کلائیو نے اس گتھی کو یوں سلجھایا کہ
تجارت کی ایک خاص انجمن قائم کردی اور اسے نمک۔ پان
اور افیون کی ممنوع اندرونی تجارت کا حق بلا شرکت غیرے یعنی
اجارہ دے دیا۔ چنانچہ اس کا کثیر نفع کمپنی کے افسروں میں تقسیم
کر دیا جاتا تھا۔ مگر دو سال بعد ڈائرکٹروں نے یہ بیہودہ
طریق منسوخ کر دیا۔ اور اس کی جگہ افسروں کو صوبۂ بنگال کے
زر لگان میں سے کمیشن دینا شروع کیا۔ جس سے کمپنی
کے افسروں کی آمدنی میں معقول اضافہ ہو گیا۔ مگر سول محکمہ
کے ملازم پھر بھی کلائیو کی اصلاحات سے ناراض تھے۔
اور جب اس نے فوجی محکموں میں بھی اصلاح کا ڈھنگ ڈالا
تو مخالفت کا طوفان اُٹھا۔ پہلے قاعدہ تھا کہ لڑائی کے وقت
افسروں کو دُگنا بھتہ ملتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ بھتہ افسروں
کو لڑائی کے بغیر بھی ملنے کا دستور سا ہو گیا۔ کلائیو نے اسے
بند کرایا۔ اس پر افسروں نے دھمکی دینے کے ارادے سے
استعفے دے دیئے۔ مگر نڈر کلائیو نے جھٹ منظور کر
لئے۔ مستعفی افسر انگلستان بھیج دئے۔ اور ان کے بجائے
مدراس سے اور افسر بلا لئے ٭

فوج کے افسروں کی یہ حرکت نہ صرف نامناسب۔ خلافِ
قانون اور منافیِ انتظام تھی بلکہ خطرناک بھی کیونکہ اس وقت

بہار پر مرہٹوں کے حملے کا اندیشہ تھا۔ ایسی نازک حالت
میں افسروں کی دیکھا دیکھی تمام سپاہی نہ بگڑے۔ جس سے ان
کے دلوں میں کلائیو کی عزت و محبت کا پتہ ملتا ہے ؏

بنگال میں دیوانی کا حصول اور دوعملی حکومت

کلائیو نے نواب وزیر اودھ
سے یکم اگست ۱۷۶۵ء کو
الہ آباد میں عہد نامہ کر لیا تھا
جس کے رُو سے شاہ عالم نے شہنشاہِ ہندوستان کی حیثیت
سے کمپنی کو بنگال۔ بہار اور اُڑیسہ کی دیوانی عطا فرمائی تھی۔
اس کے صلے میں کمپنی نے ۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ کے علاوہ
الہ آباد اور کڑا کے اضلاع شاہ عالم کی خدمت میں پیش کئے
دیوانی کے حقوق کا ادا ہونا ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں
ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔ گویا کمپنی کو ان صوبوں کا دیوان مقرر
ہو کر مالگزاری وصول کرنے کا اختیار ملا۔ حالانکہ اس سے
پہلے خود نواب بنگال قانوناً شاہ دہلی کا نائب تھا۔ اس کے
اختیارات میں دیوانی یعنی زر لگان وصول کرنا اور سول کے
محکموں کا انتظام۔ دوسرے نظامت یعنی فوجی محکموں کا انتظام
اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ کرنا شامل تھا۔ مگر اب کمپنی کو
دیوانی عطا ہونے سے یہ دقت پیش آئی کہ کمپنی ابھی ہاتھ میں
لینے یعنی حکومت کرنے کو تیار نہ تھی۔ بلکہ پہلے کی طرح نواب
کے پردے میں اور اُسے ذمہ وار ٹھہراتی مگر در اصل کامل
حکومت کی خواہشمند تھی۔ پس دوعملی یا دوگانہ حکومت کا
مذموم اور فتنہ انگیز طریق جاری کیا گیا۔ چنانچہ کمپنی کے
ایما پر نواب نے ایک نائب نواب برائے بنگال اور دوسرا

بہار کے لئے مقرر کیا۔ بظاہر تمام انتظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ اور نواب کو عملاً اور کمپنی کو بظاہر اُن کے کاموں میں دخل نہ تھا۔ صوبہ کی تمام مالگزاری کمپنی کے خزانہ میں داخل ہوتی تھی۔ اس میں سے ۲۶ لاکھ شہنشاہ دہلی کو اور ۵۳ لاکھ نواب کو فوج اور پولیس کے اخراجات کے لئے ملتا تھا۔ یہ تھی کلائیو کی مشہور دو عملی۔ جو تقریباً سات سال تک جاری رہی ٭ اس عرصے میں قدرتاً بہت سی خرابیاں رونما ہوئیں۔ کیونکہ نہ کمپنی ذمہ وار بنتی تھی نہ نواب۔ دونو ایک دوسرے کو الزام دیتے مگر اپنے اپنے ہاتھ بھی رنگتے تھے اور نواب کے نائب تھے۔ کہ بیباکی کے ساتھ بے چاری مظلوم رعایا کو لُوٹتے تھے ٭

اب سوال یہ ہے کہ بنگال کی حکومت کامل طور پر اپنے ہاتھ لے آنے کے باوجود انگریزوں نے دو عملی کیوں جاری رکھی؟ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انگریز ایک نئے ملک اور اُس کے خصوصی معاملات کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تھے اور نہ لائق اور تجربہ کار افسر ہی رکھتے تھے جو انتظامات کا بار اُٹھا سکتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انگریزی کمپنی فوراً بنگال کی حکومت کو کلیتہً اپنے ہاتھ میں لے لیتی تو فرانیسی اور ولندیز بگڑ جاتے اور ناقابل حل پیچیدگیاں اور زبردست خطرے پیدا ہو جاتے ٭

اب رہا شاہ عالم اور اودھ کے نواب وزیر شجاع الدولہ کا معاملہ۔ کلائیو چاہتا تو نہایت آسانی سے بنگال۔ بہار۔ اُڑیسہ اور اودھ کے پورے علاقہ پر قبضہ کر لیتا۔ لیکن اُس

نے سیاسی مصلحتوں کی بنا پر فی الحال بنگال - بہار اور اڑیسہ پر ہی اپنا سکہ بٹھانا مناسب جانا - اس لئے شجاع الدولہ کو بہار کا صوبہ واپس دے دیا - لیکن اس پر پچاس لاکھ روپیہ تاوان لگا دیا - اور الہ آباد اور کڑا کے ضلعے اودھ سے نکال کر شاہ عالم کو دے دئے - نیز نواب سے وعدہ کیا کہ اگر کبھی مرہٹے یا کوئی دوسری طاقت اس پر حملہ کریگی تو کمپنی اس کی مدد کریگی - یہ معاہدہ سیاسی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے اور کلائیو کی دانشمندی کا ثبوت دیتا ہے - کیونکہ اودھ کئی سال تک (بفر سٹیٹ یعنی حجابی مملکت) کی حیثیت میں رہا - جو بنگال اور شمال مغربی ہندوستان کے درمیان سپر بنی رہی - دشمن کو بنگال پر حملہ کرنے سے پہلے اودھ سے مقابلہ کرنا اور پھر انگریزی علاقہ تک پہنچنا تھا - غرض سالہا سال تک اودھ کا علاقہ مرہٹوں کی روک تھام کرتا رہا - اور ان کے اور بنگال کے درمیان ایک دیوار کا کام دیتا رہا ٭

کلائیو کی انگلستان کو واپسی ۱۷۶۷ء

صحت کی انتہائی خرابی کے سبب کلائیو ۱۷۶۷ء میں انگلستان واپس چلا گیا - وہاں اس کی عمر کے باقی سات سال سخت پریشانیوں میں گزرے - میر جعفر اور امین چند کے ناگوار معاملات کی بنا پر اس پر مقدمہ چلایا گیا - اور اگرچہ انجام کار کلائیو بری الذمہ قرار دیا گیا - مگر وہ زندگی سے بیزار ہو چکا تھا - چنانچہ ۱۷۷۴ء میں خودکشی کر گیا ٭

کلائیو کے کارنامے اور کردار

کلائیو کو ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا بانی

کہنا عین بجا ہے - بلا مبالغہ اس نے اپنی بہادری - مستقل
مزاجی اور تدبر کے طفیل سے انگریزی تجارتی کمپنی کو ایک باقتدار
حکمران طاقت بنا دیا - اگرچہ سخت گیر تھا مگر سپاہیوں کا دل
مٹھی میں لینے میں ہمیشہ کامیاب رہا محاصرہ ارکاٹ
کے موقع پر سپاہیوں کا ایثار اور پھر فوجی افسروں کی غداری
کے وقت سپاہیوں کی وفاداری اس کا ثبوت دیتے ہیں -
کلائیو نے قدرت سے ہی رہبری کی طاقت پائی تھی -
پس اس کے حکم کی تعمیل بے چون و چرا ہوتی تھی - لیکن
امین چند کے ساتھ فریب کاری اور میر جعفر سے اپنی ذات
کے لئے روپیہ حاصل کرنا ایسے واقعات ہیں جو اس کے
کردار کا تاریک پہلو دکھاتے ہیں - رہا اس کی سیاسی دانشمندی
اور تدبر اور فنِ جنگ میں کمال - ان کے متعلق اُس کے حسنِ
خدمات کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ کس طرح انگریزوں کے لئے بنگال
کی دیوانی حاصل کی ! مگر بنگال اور بہار پر بظاہر شاہانہ تسلط
نہ بٹھایا - اور ایک معاہدہ کر کے اودھ کو حجابی ریاست
بنایا ؛

کلائیو کے بعد

کلائیو کے بعد پانچ سال تک دو معمولی
قابلیت کے افسروں نے گورنری کے
فرائض ادا کئے - ان کے عہد میں دو عملی کی خرابیاں جاری رہیں -
اور کلائیو کی اصلاحات مٹ جانے سے ایک طوفانِ بدتمیزی
برپا ہو گیا ؛

بنگال میں قحط ۱۷۷۰ء

۱۷۷۰ء میں بنگال میں سخت قحط
پڑا - آبادی کا تقریباً ایک ثلث حصہ موت

کا شکار ہو گیا۔ کاشتکار زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور ملک کا بہت سا حصہ ویران ہو گیا۔

دکن کی حالت

اس وقت جنوبی ہند میں تین بڑی طاقتیں حکمران تھیں:- (۱) سلطان حیدر علی میسور میں - (۲) نظام الملک حیدر آباد میں - اور (۳) مرہٹے مہاراشٹر میں۔

یہ سب ایک دوسرے کو زک دے کر اپنا اپنا اقتدار بڑھانے کے لئے سازشیں کرتے رہتے تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ انگریز ڈاب کرناٹک سے تعلقات قائم کر کے مدراس میں اپنی حکومت مستحکم کر چکے تھے۔

ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ انگریزوں کی مدد سے باقی دونو حکومتوں کا خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ دکن کی مشہور لڑائیاں ہوئیں جو سلطنت انگلشیہ کی ترقی کا باعث بنیں۔

حیدر علی کا عروج اور میسور کی ریاست

۱۵۶۵ء میں وجیانگر کے خاتمہ کے بعد میسور پر ایک ہندو خاندان نے بہت مدت تک حکومت کی۔ حیدر علی اسی ریاست کے ایک اہلکار کے ہاں ۱۷۲۲ء میں پیدا ہوا۔ جوانی میں اُس نے ایسی اور قابلیت کے کام کئے کہ ۱۷۵۵ء میں فوجداری کے عہدہ پر فائز ہو گیا۔ ترقی کر کے جلد ہی سپہ سالار بن گیا۔ اور رفتہ رفتہ اتنا با اقتدار ہو گیا۔ کہ ۱۷۶۶ء میں میسور کے راجہ کے مرنے پر خود تخت پر قابض ہو گیا۔ پھر شجاعت اور لیاقت سے بہت جلد میسور کو ایک زبردست آزاد ریاست بنا لیا۔

حیدر علی پڑھا لکھا نہ تھا مگر پانچ زبانیں بول سکتا تھا حافظہ اس بلا کا پایا تھا کہ ایک بار کی سُنی بات کبھی نہ بھولتا۔ اور بڑے

بڑے حساب منتوں میں زبانی کر لیتا تھا۔مردم شناس ، با حوصلہ اور سلطنت کا غضب کا اہل تھا۔اس نے میسور کی چھوٹی سی ریاست کو اپنے لئے کافی نہ جان کر نظام الملک۔مرہٹوں اور انگریزوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔چنانچہ ان کے ساتھ کشیدگی پیدا ہو گئی ؂

مہاواجی سندھیا

تیسرے معرکۂ پانی پت سے مرہٹوں کی طاقت کا قریباً خاتمہ ہو گیا تھا۔مگر دس برس میں اپنی قوت بحال کر کے وہ دوبارہ شمالی ہند کے علاقوں پر حملہ آور ہونے لگے۔اس وقت ان میں سب سے زیادہ طاقتور سردار مہاواجی سندھیا[1] تھا۔اس نے ۱۷۷۱ء میں انگریزوں کے پنشن خوار شاہ عالم کو جو الٰہ آباد میں مقیم تھا پٹی پڑھائی کہ دہلی واپس چلو۔میں تمہیں پھر تخت شاہی پر بٹھا دونگا۔[2] چنانچہ وہ سندھیا کے ساتھ دہلی چلا آیا۔لیکن یہاں پہنچ کر اپنی حیثیت پہلے کی سی پائی۔یعنی جب انگریزوں کا اور اب مرہٹوں کا وظیفہ خوار تھا ؂

سندھیا نے اپنا بڑا اقتدار پیدا کر لیا۔دلّی اور آگرہ کے آس پاس اچھا انتظام کیا اور بدامنی دور کرنے کی کوشش کی۔اس کے پاس ایک بڑی مسلّح فوج تھی۔جس میں کئی افسروں کے علاوہ سپہ سالار بھی فرانسیسی تھا ؂

---

[1] دوسرے طاقتور مرہٹہ سردار گائکواڑ۔ہولکر اور راگھوجی بھونسلہ تھے ؂

[2] پانی پت کی لڑائی کے بعد شاہ عالم دہلی سے چلا گیا تھا اور یہاں احمد شاہ ابدالی نجیب الدولہ کو اپنا قائم مقام بنا گیا تھا ؂

میسور کی پہلی لڑائی

شروع میں انگریزوں نے دول دکن کی دوامی کشمکش سے الگ رہنا بہتر سمجھا۔ مگر انجام کار مجبوراً دخل دیا۔ چنانچہ ۱۷۶۵ء میں نظام کے ساتھ عہد نامہ کر کے اُس کو مرہٹوں اور حیدر علی کے خلاف مدد دینے کا وعدہ کیا۔ نظام نے اس کے عوض شمالی سرکار کا علاقہ کمپنی کے حوالہ کر دیا۔ مگر کمپنی کے دشمنوں سے بھی ساز باز جاری رکھی۔ اور بالآخر حیدر علی اور مرہٹوں سے مل کر انگریزوں سے جنگ شروع کر دی۔ لیکن انگریزوں نے ۱۷۶۷ء میں تینوں کی متحدہ افواج کو شکست دی۔ اگلے سال مسولی پٹم کے مقام پر نظام اور کمپنی کے مابین ایک ایسا صلحنامہ مرتب ہوا کہ جس نے حیدر علی کو انگریزوں کا جانی دشمن بنا دیا۔ اور اس نے ان سے انتقام لینے کی ٹھان لی +

حیدر علی کا حملہ

اس وقت مدراس کونسل میں کمپنی کا کوئی قابل کارکن موجود نہ تھا۔ پس ہر کام میں کمزوری بزدلی اور اضطراب کا رنگ جھلکتا تھا۔ حیدر علی نے ۱۷۶۹ء میں اچانک مدراس پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ جب حیدر علی کی فوج مدراس کی فصیل کے نیچے نظر آئی تو انگریزوں کو پتہ چلا۔ اس لئے صلح کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اور معاہدہ ہوا کہ فریقین اپنے اپنے مفتوحہ مقبوضات کر دیں۔ اور آئندہ جب حیدر علی کو فوجی پالیسی اور امداد کی ضرورت ہوگی تو انگریز مدد دینگے۔ یہ ایک نہایت احمقانہ معاہدہ تھا۔ کیونکہ کمپنی اس سے پہلے مسولی پٹم میں نظام سے بھی ایسا ہی صلحنامہ کر چکی تھی۔ اور یہ طاقتیں آئے دن باہمی جنگ و جدل کرتی رہتی تھیں۔ چنانچہ جب

حیدر علی کی دوبارہ مرہٹوں سے جنگ چھڑ گئی اور مادھو راؤ نے ۱۷۷۰ء میں اس کے کئی قلعے فتح کر لئے اور سرنگا پٹم کے قلعہ میں محصور ہو کر اس نے انگریزوں سے معاہدہ کے مطابق مدد چاہی تو مدراس کونسل نے امداد نہ کی۔ پس حیدر علی نے مجبور ہو کر مرہٹوں سے صلح کر لی اور ۳۵ لاکھ تاوان جنگ کے علاوہ ۱۵ لاکھ سالانہ بطور خراج دینے کا وعدہ کیا۔ اس طرح حیدر علی انگریزوں سے اور بھی کشیدہ خاطر ہو گیا۔ اور بد عہدی کا بدلہ لینے کے لئے موقع کا انتظار کرنے لگا +

چھٹا باب

وارن ہیسٹنگز

سنہ ۱۷۷۲ء سے سنہ ۱۷۸۵ء تک

وارن ہیسٹنگز سنہ ۱۷۳۲ء میں انگلستان کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوا۔ ۱۸ سال کی عمر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ملازم ہو کر ہندوستان آیا۔ اور اپنی محنت۔ دیانتداری اور قابلیت سے ترقی کر کے ابھی تیس سال کا بھی نہ ہوا تھا کہ کلکتہ کونسل کا ممبر بنا دیا گیا۔ پھر پانچ سال بعد مدراس کونسل کا ممبر ہوا۔ اور سنہ ۱۷۷۲ء میں اس نے اعلیٰ خدمات کے صلہ میں بنگال کی گورنری کا ممتاز عہدہ پایا۔ اس وقت ہندوستان میں کمپنی کے پاس ہیسٹنگز جیسا قابل ایماندار اور تجربہ کار آدمی کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ اور واقعی اگر وارن ہیسٹنگز اس نازک وقت میں بنگال کا گورنر نہ بنایا جاتا تو یقیناً کمپنی کی حکومت کا بیڑا اس طوفان بدتمیزی نے بھنور میں غوطے کھانے لگتا جو کلائیو کے جانے کے بعد پیدا ہو گیا تھا۔

بنگال کی نازک حالت

اس وقت ہیسٹنگز مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ ملک میں نہ کوئی ٹھیک

قانون تھا اور نہ حکمرانی کا کوئی معیار۔ دو عملی حکومت کے نتائج بہت خراب صورت میں ظاہر ہو رہے تھے۔ بخ کی تجارت اور رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ رعایا کا تباہ حال اور قابل دیانتدار افسروں کا کال تھا۔ زرلگان وصول کرنے والے کمپنی کے فائدے پر اپنے ذاتی منافع کو ترجیح دیتے تھے۔ کمپنی کے ملازموں میں ضبط و نظم کا نام تک نہ تھا۔ عدالتوں کا اعتماد زائل ہو چکا تھا اور سارے صوبہ میں ڈاکوؤں اور رہزنوں نے آفت مچا رکھی تھی۔ لیکن وارن ہیسٹنگز نے ان خرابیوں کا بڑے استقلال سے مقابلہ کیا؂

اصلاحات کا نفاذ

وارن ہیسٹنگز ۱۷۷۲ء سے ۱۷۷۴ء تک بنگال کا گورنر اور اس کے بعد ۱۷۸۵ء تک گورنر جنرل رہا۔ اس نے حاکم بنتے ہی مناسب اصلاحات کا آغاز کر دیا۔ اور پہلے دو عملی حکومت ختم کرنے کی ٹھانی۔ ابھی تک کمپنی اپنے آپ کو تاجر کہتی تھی اور صرف جنگی اور فوجی ذمہ داریاں اختیار کر رکھی تھیں۔ دیوانی۔ پولیس اور مجسٹریٹی کا تمام کام ہندوستانی نائبوں کے ہاتھ میں تھا۔ ۱۷۷۲ء میں کمپنی نے بنگال۔ بہار اور اڑیسہ کی دیوانی یعنی مالگذاری جمع کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور نائب ناظم یا نائب دیوان کی اسامی توڑ کر دیوانی کا تمام کاروبار ایک بورڈ آف ریونیو (کے سپرد کر دیا۔ اور دارالخلافہ مرشد آباد سے کلکتہ منتقل کیا۔ چنانچہ سرکاری خزانہ بھی کلکتہ پہنچا۔ مالگذاری کی رقم معین اور اس کی وصولی کا وقت مقرر کر دیا۔ اس سے کسانوں کو آسانی ہو گئی۔ زمین پانچ سال کے

ٹھیکہ بہ بذریعہ نیلام دینے کا قاعدہ جاری ہؤا۔ مالگزاری کی وصولی کے لئے ہر ضلع میں ایک انگریز کلکٹر اور اس کی امداد کے لئے ایک مولوی اور ایک پنڈت کا تقرر عمل میں آیا تاکہ وہ اسلامی قانون اور دھرم شاستر کے مطابق کلکٹر کو مشورہ دیتے رہیں ٭

۱۷۷۳ء میں کمپنی کے مقبوضات چھ صوبوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اور ہر صوبہ میں ایک کونسل قائم کی گئی۔ جس کا فرض تھا کہ پنجسالہ ٹھیکوں کا بندوبست کرے۔ زر لگان اکٹھا کرے اور دیوانی مالگزاری کے مقدّمات فیصلہ کرے ٭

ہیسٹنگز نے ہر ضلع میں ایک دیوانی اور فوجداری عدالت قائم کی۔ دیوانی عدالت کا افسر اعلےٰ انگریز کلکٹر ہوتا تھا۔ جس کے فیصلہ کی اپیل صوبہ کی عدالت میں ہوتی تھی۔ فوجداری عدالتوں کے حاکم اس وقت ہندوستانی ہی رکھے گئے ٭

کلکتہ میں دو صدر عدالتیں یعنی ایک صدر دیوانی عدالت مقدمات دیوانی اور مال کی اپیل سننے کے لئے اور اسی طرح ایک صدر نظامت عدالت فوجداری مقدمات کے لئے قائم کی گئیں ٭

منصفوں کی تنخواہیں مقرر کی گئیں اور بے قاعدہ فیس لینے کا دستور یک قلم بند کر دیا گیا۔ ان اصلاحات سے رعایا کو بہت سی سہولتیں مل گئیں۔ مقدموں کے مصارف کم ہو گئے۔ اور عدالتوں میں بد دیانتی کا تقریباً خاتمہ ہو گیا ٭

غیر ضروری مصارف میں تخفیف

کمپنی نے بنگال کی حکومت سنبھالنے کے وقت نواب بنگال کو بتیس لاکھ روپیہ سالانہ پنشن دینے کا وعدہ کیا تھا۔

وارن ہیسٹنگز نے اس کو گھٹا کر ۱۶ لاکھ کر دیا۔ ہر محکمہ کو کفایت شعاری کی سخت تاکید کی۔ اور دکھاوے کی اسامیاں توڑ دیں۔ شاہ عالم کا چھبیس لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ بھی بند کر دیا۔ کیونکہ وہ انگریزوں کی حمایت سے نکل کر مرہٹوں کی سرپرستی میں الہ آباد سے دہلی چلا گیا تھا۔ کڑا اور الہ آباد کے اضلاع جو کلائو نے نواب اودھ سے لے کر شاہ عالم کو دیدئے تھے۔ اور جنہیں سندھیا نے شاہ عالم کو دہلی لے جاکر جبراً اس سے لے لیا تھا۔ ہیسٹنگز نے پھر نواب وزیر شجاع الدولہ کو دے دئے۔ کیونکہ ان پر مرہٹوں کا قبضہ رہنا (جو انگریزوں کے زبردست دشمن تھے) بنگال کے لئے خطرناک ثابت ہوتا۔ نواب وزیر نے اس کے عوض پچاس لاکھ روپیہ کمپنی کو دیا اور انگریزی فوج کے اخراجات کی ذمہ واری بھی لے لی۔ ان انتظامات اور اصلاحات سے کمپنی کو لاکھوں روپے کی سالانہ بچت ہوگئی ؛

روہیلوں کے ساتھ جنگ ۱۷۷۳ء

روہیلکھنڈ کا علاقہ اودھ کے شمال و مغرب اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع تھا۔ اس کا رقبہ تقریباً ۱۲ ہزار مربع میل تھا اور آبادی تقریباً ساٹھ لاکھ تھی۔ یہاں زیادہ تر ہندو آباد تھے۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے وقت بعض افغانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہاں کئی سردار مختلف حصوں میں حکومت کرتے تھے۔ جن کا سرگروہ ایک سردار حافظ رحمت خاں تھا۔ روہیلکھنڈ اور اودھ کی کوئی قدرتی تقسیم نہ تھی۔ روہیلکھنڈ کے حدود سے نکل کر دشمن بآسانی نواب وزیر کے ملک میں داخل ہو سکتا تھا۔ کچھ عرصہ سے روہیلکھنڈ

اور اودھ کے لئے ایک زبردست خطرہ بنے ہوئے تھے۔ روہیلوں میں اتنی طاقت نہ تھی کہ مرہٹوں کو اپنے علاقے میں داخل ہونے سے روک سکیں۔ اس کشمکش میں کبھی تو وہ مرہٹوں سے اور کبھی نواب وزیر سے اتحاد کرنا چاہتے تھے۔ آخر ۱۷۷۲ء میں روہیلوں اور نواب وزیر کے مابین ایک معاہدہ ہو گیا۔ جس سے طے پایا کہ اگر مرہٹے روہیلکھنڈ پر حملہ کریں تو نواب وزیر ان کی مدد کرے۔ اور اگر وہ مرہٹوں کو روہیلکھنڈ سے نکال دے تو روہیلے نواب کو چالیس لاکھ روپیہ دیں۔ اس عہدنامہ پر کمپنی کے ایک اعلیٰ افسر سر رابرٹ بیکر نے بطور گواہ دستخط کئے۔ ۱۷۷۳ء میں مرہٹوں نے روہیلکھنڈ پر حملہ کیا۔ روہیلوں نے نواب وزیر سے مدد مانگی۔ اس نے کچھ تامل کے بعد اپنی فوج روہیلوں کی مدد کے لئے روانہ کر دی۔ مگر نواب وزیر کی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی مرہٹے کسی وجہ سے بغیر لڑائی کئے واپس چلے گئے۔ اور نواب وزیر نے معاہدہ کے مطابق چالیس لاکھ روپیہ روہیلوں سے طلب کیا۔ مگر وہ ٹالتے ہی رہے۔ اس پر نواب نے روہیلوں پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ ہیسٹنگز کے ساتھ بنارس کا عہدنامہ کر رہا تھا۔ انگریزوں سے جنگی مدد کا طالب ہوا۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہیسٹنگز اس جھگڑے میں نہ پڑتا۔ کیونکہ روہیلوں کے ساتھ انگریزوں کا کوئی بگاڑ نہ تھا۔ لیکن چونکہ ہیسٹنگز ایک طرف تو نواب وزیر کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر روہیل کھنڈ اودھ کے علاقہ میں شامل ہو جائے گا تو اودھ کی سلطنت مستحکم

اور ان قدرتی حدود تک پہنچ جائیگی جنہیں ہمالیہ کے پہاڑی سلسلہ اور دریاے گنگ بناتے ہیں - نیز کمپنی کو روپیہ کی ضرورت تھی - اور نواب وزیر کو مدد دینے سے کئی لاکھ روپیہ مل جانے کی توقع تھی - پس معاہدہ ہؤا کہ انگریز نواب وزیر کو پندرہ ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ دیں گے جو نواب کو روہیلکھنڈ کے فتح کرنے میں مدد دیگا اور نواب وزیر اس کے بدلے ایک بڑی رقم ادا کریگا - ۱۷۷۴ء میں نواب نے انگریزی فوج کی مدد سے روہیلکھنڈ پر حملہ کیا - روہیلوں کو میران پور کٹرہ کے مقام پر شکست ہوئی - اور ان کا بہادر سردار حافظ رحمت خاں میدان جنگ میں مارا گیا - قریباً بیس ہزار روہیلے جلاوطن کر دئے گئے اور روہیلکھنڈ اودھ میں شامل کر لیا گیا ✦

اس فتح کے بعد نواب وزیر کی فوج نے روہیلوں پر بڑے ظلم توڑے اور سخت لوٹ مچائی - اگرچہ یہ تمام زیادتیاں نواب کے سپاہیوں نے کیں - لیکن انگریز بھی بدنام ہونے سے نہ بچے - وارن ہیسٹنگز پر یہ الزام لگایا گیا کہ اسی کے سبب روہیلوں پر یہ آفت آئی - اس میں مورخوں کی رائیں مختلف ہیں - بعض تو ہیسٹنگز کو ذمہ وار اور بعض اس کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں - جب ہیسٹنگز پر انگلستان میں مقدمہ چلایا گیا تو روہیلکھنڈ کا واقعہ بھی ایک زبردست الزام ٹھیرایا گیا - اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ہیسٹنگز نے نواب وزیر کی خاطر ایک ایسی قوم کو برباد کیا جس کے ساتھ انگریزوں کا کبھی کوئی جھگڑا نہ ہؤا تھا - لیکن نواب کی فوج کی زیادتیوں کی ذمہ داری ہیسٹنگز پر عاید نہیں ہو

سبق ۸:

ریگیولیٹنگ ایکٹ ۱۷۷۳ء

اس وقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ پارلیمنٹ کا تعلق صرف اتنا تھا کہ جب کمپنی کے چارٹر (سند) کی تجدید و توسیع کا وقت آتا تو پارلیمنٹ منظوری دیدیتی۔ لیکن اٹھارھویں صدی کے اخیر میں حکومت برطانیہ اور اہل انگلستان اپنی خاص توجہ معاملات ہند کو دینے لگے۔ وہ دیکھتے تھے کہ کمپنی کے بہت سے انگریز ملازم مالا مال ہو کر وطن واپس آتے ہیں اور دولت کی نمائش کے طفیل طنزاً "نواب" کہلاتے ہیں۔ پھر روپیہ خرچ کر کے پارلیمنٹ میں بھی جا بیٹھتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اکثر کمتر درجے کے آدمی ہوتے تھے۔ اس لئے انگریز شرفا ان سے نفرت کرتے تھے۔ نیز اس زمانہ میں انگریزوں کی معاشرتی۔ اقتصادی اور سیاسی زندگی میں انقلاب آرہا تھا۔ اہل انگلستان کو حکومت اور بالخصوص ہندوستان کی حکومت کی ذمہ داریوں کا احساس زور شور سے ہونے لگا تھا۔ چنانچہ یہ خیال عام ہو گیا کہ ایک تجارتی کمپنی حکومت ہند کی اہلیت قدرتاً نہیں رکھتی اس کے اختیارات محدود اور کاروبار کی نگرانی ہونی چاہیئے۔

پھر ۱۷۷۲ء میں کمپنی کی سند تجارت کی میعاد ختم ہونے پر تجدید کا وقت بھی آ گیا۔ اور کمپنی نے اپنی مالی حالت کی خرابی کے سبب حکومت برطانیہ سے ایک کروڑ روپیہ قرض مانگا۔ غرض تحقیقات کی گئی اور کمپنی کے کاروبار میں شدید بد نظمی پائی گئی۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ پارلیمنٹ نے ایک قانون بنام ریگیولیٹنگ ایکٹ وضع کر کے کمپنی کو اپنا پورا پورا محکوم بنا لیا۔ اور آگے

چل کر یہی قانون ہندوستان کے برطانوی آئینِ حکومت کا سنگ بنیاد ثابت ہؤا ۔

ریگیولیٹنگ ایکٹ کی دفعات

اس قانون کے رُو سے قرار پایا کہ :-

(۱) صوبہ بنگال میں ایک گورنر کے بجائے گورنر جنرل حکومت کرے گا اور چار ممبروں کی ایک کونسل اسے مدد دے گی ۔ گورنر جنرل کو اڑھائی لاکھ اور ہر ممبر کو ایک لاکھ سالانہ تنخواہ ملے گی ۔ ان پانچ اشخاص کو ایک ایک رائے دینے کا حق دیا گیا ۔ اور ہر کام میں فیصلہ کثرت رائے سے ٹھیرایا گیا ۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اگر کونسل کے تین ممبر کسی معاملہ میں گورنر جنرل کے خلاف ہو جائیں تو وہ بالکل بے اختیار ہو جائے ۔ یعنی گورنر جنرل ہونے کے باوجود وہ اپنی ذاتی رائے اور فیصلہ کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہو ۔

(۲) ہندوستان کی دیسی حکومتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے معاملہ میں بمبئی اور مدراس کے گورنر آزاد نہ ہوں گے بلکہ گورنر جنرل مع کونسل کے ماتحت ۔

(۳) کلکتہ میں پانچ ججوں کی ایک عدالت عالیہ ہوگی جس کے ماتحت برطانوی ہند کی تمام عدالتیں ہونگی عدالتِ عالیہ کا چیف جج اسی ہزار اور ماتحت جج ساٹھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ پائینگے ۔

(۴) آئندہ کمپنی کے ڈائرکٹروں کے لئے لازم ہوگا کہ وہ شاہ کے وزیروں یعنی حکومتِ برطانیہ کے سامنے کمپنی کے تمام

کاغذات مالی اور فوجداری وغیرہ پیش کریں ؎

(۵) کمپنی کا کوئی ملازم ادنےٰ ہو یا اعلےٰ - ذاتی تجارت نہ کرے گا اور نہ کوئی نذرانہ یا تحفہ قبول کرے گا ؎

ریگیولیٹنگ ایکٹ کے ساتھ ہی ایک اور قانون وضع کیا گیا جس کے رُو سے کمپنی کو قرض دے دیا گیا مگر اس کے حصے محدود کئے گئے - اور قرار پایا کہ کمپنی ہر ششماہی کے بعد اپنے حسابات کی تفصیل حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کرے ؎

ایکٹ کے نقائص

(۱) چونکہ گورنر جنرل کو اپنی کونسل پر کامل اختیار نہ تھا اور کونسل کے ممبر اکثر اہم معاملات میں اس سے اختلاف رائے رکھتے تھے - اس لئے حکومت کے کام میں سخت ہرج واقع ہونے لگا - چنانچہ ۱۷۷۶ء تک یہ کیفیت رہی کہ مونسن - فرانسس اور کلیورنگ تین ممبر ایک طرف ہو جاتے اور اس طرح ان کے مقابلہ میں گورنر جنرل ہیسٹنگز اور صرف ایک ممبر بارویل کی کچھ پیش نہ جاتی - لیکن اب مونسن مرگیا - اور ہر دو فریق مخالف کی آراء مساوی ہونے کے سبب ہیسٹنگز کو حسبِ قاعدہ ایک زائد رائے (کاسٹنگ ووٹ) دینے کا حق حاصل ہو گیا - پس کام کی راہ میں جو رکاوٹ تھی دور ہو گئی اور حکومت کی کل صحت و صفائی سے چلنے لگی - پھر اگلے برس جب کلیورنگ نے بھی دُنیا سے رخصت پائی تو رہی سہی اُلجھن بھی نکل گئی ؎

(۲) اس ایکٹ نے عدالتِ عالیہ کے فرائض اور حقوق اور گورنر

جنرل مع کونسل کے ساتھ اس کے تعلقات کو اچھی طرح واضح نہ کیا تھا۔ بعض قوانین کے نفاذ اور حکومت کے کئی اور کاموں کے متعلق بھی یہ بات یقین کے ساتھ نہ کہی جا سکتی تھی کہ عدالت عالیہ کے اختیارات کیا ہیں اور گورنر جنرل مع کونسل کے کونسے۔ پس دونو کے درمیان جھگڑے ہوتے رہتے تھے +

(۳) صوبوں کے گورنر اگرچہ گورنر جنرل مع کونسل کے ماتحت تھے مگر اکثر خود سری اور خود رائی اختیار کر کے اپنی ہی مرضی کے مطابق اہم معاملات کر گزرتے تھے +

الغرض ریگیولیٹنگ ایکٹ میں سخت نقص موجود تھے جیسا کہ مذکورہ بالا امور سے ظاہر ہے ÷

کونسل میں مخالف فریق اور اس کی کارستانیاں

کونسل میں تین ممبروں کی مخالفت کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں فرانسس اور کلیورنگ خود گورنر جنرل بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ہیسٹنگز کو بدنام کر کے معزول کرانا چاہتے تھے۔ اسی لئے جنگ روہیلہ کے متعلق بھی انہوں نے ہیسٹنگز پر سخت نکتہ چینی کی۔ حالانکہ یہ جنگ ان لوگوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔ اس فریق مخالف نے ایک خاص ناروا کام ہیسٹنگز کی خلاف اپنی کثرت رائے کی قوت سے کام لے کر کیا۔ یعنی جب ۱۷۷۵ء میں نواب وزیر نے وفات پائی تو اس کے جانشین آصف الدولہ سے ایک نیا عہدنامہ لکھوایا۔ اس کے رُو سے بنارس کا علاقہ قلمرو اودھ سے نکال کر یہاں کا راجہ ایک زمیندار کو بنا

کاغذات مالی اور فوجداری وغیرہ پیش کریں ٭

(۵) کمپنی کا کوئی ملازم ادنےٰ ہو یا اعلےٰ - ذاتی تجارت نہ کرے گا اور نہ کوئی نذرانہ یا تحفہ قبول کرے گا ٭

ریگیولیٹنگ ایکٹ کے ساتھ ہی ایک اور قانون وضع کیا گیا جس کے رُو سے کمپنی کو قرض دے دیا گیا مگر اس کے حصے محدود کئے گئے - اور قرار پایا کہ کمپنی ہر ششماہی کے بعد اپنے حسابات کی تفصیل حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کرے ٭

ایکٹ کے نقائص

(۱) چونکہ گورنر جنرل کو اپنی کونسل پر کامل اختیار نہ تھا اور کونسل کے ممبر اکثر اہم معاملات میں اس سے اختلاف رائے رکھتے تھے - اس لئے حکومت کے کام میں سخت ہرج واقع ہونے لگا - چنانچہ ۱۷۷۶ء تک یہ کیفیت رہی کہ مونسن - فرانسس اور کلیورنگ تین ممبر ایک طرف ہوجاتے اور اس طرح ان کے مقابلہ میں گورنر جنرل ہیسٹنگز اور صرف ایک ممبر بارویل کی کچھ پیش نہ جاتی - لیکن اب مونسن مرگیا - اور ہر دو فریق مخالف کی آراء مساوی ہونے کے سبب ہیسٹنگز کو حسب قاعدہ ایک زائد رائے (کاسٹنگ ووٹ) دینے کا حق حاصل ہو گیا - پس کام کی راہ میں جو رکاوٹ تھی - دور ہو گئی اور حکومت کی کل صحت وصفائی سے چلنے لگی - پھر اگلے برس جب کلیورنگ نے بھی دُنیا سے رخصت پائی تو رہی سہی اُلجھن بھی نکل گئی ٭

(۲) اس ایکٹ نے عدالتِ عالیہ کے فرائض اور حقوق اور گورنر

جنرل مع کونسل کے ساتھ اس کے تعلقات کو اچھی طرح واضح نہ کیا تھا۔ بعض قوانین کے نفاذ اور حکومت کے کئی اور کاموں کے متعلق بھی یہ بات یقین کے ساتھ نہ کہی جا سکتی تھی کہ عدالت عالیہ کے اختیارات کیا ہیں اور گورنر جنرل مع کونسل کے کونسے۔ پس دونو کے درمیان جھگڑے ہوتے رہتے تھے ۔

(۳) صوبوں کے گورنر اگرچہ گورنر جنرل مع کونسل کے ماتحت تھے مگر اکثر خود سری اور خود رائی اختیار کر کے اپنی ہی مرضی کے مطابق اہم معاملات کر گزرتے تھے ۔

الغرض ریگیولیٹنگ ایکٹ میں سخت نقص موجود تھے جیسا کہ مذکورہ بالا امور سے ظاہر ہے ۔

کونسل میں مخالف فریق اور اس کی کارستانیاں

کونسل میں تین ممبروں کی مخالفت کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں فرانسس اور کلیورنگ خود گورنر جنرل بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ہیسٹنگز کو بدنام کر کے معزول کرانا چاہتے تھے۔ اسی لئے جنگ روہیلہ کے متعلق بھی انہوں نے ہیسٹنگز پر سخت نکتہ چینی کی۔ حالانکہ یہ جنگ ان لوگوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔ اس فریق مخالف نے ایک خاص ناروا کام ہیسٹنگز کی خلاف اپنی کثرت رائے کی قوت سے کام لے کر کیا۔ یعنی جب ۱۷۷۵ء میں نواب وزیر نے وفات پائی تو اس کے جانشین آصف الدولہ سے ایک نیا عہدنامہ لکھوایا۔ اس کے رُو سے بنارس کا علاقہ قلمرو اودھ سے نکال کر یہاں کا راجہ ایک زمیندار کو بنا

ڈالا۔ اور نئے راجہ نے کمپنی کا باجگذار بننا منظور کیا۔ نیز والی اودھ کو جو رقم کمپنی سے حفظِ امن کے لئے ملتی تھی اس میں اضافہ کر دیا۔

نندکمار کا قضیہ جب عوام پر گورنر جنرل اور اس کی کونسل کی باہمی مخالفت کا حال کھلا تو ہیسٹنگز کے خلاف الزامات کا ایک طومار باندھ دیا۔ چنانچہ ایک بارسوخ مگر بے اصول شخص مہاراجہ نندکمار نے مارچ ۱۷۷۳ء میں فرانسس کی معرفت کونسل کے سامنے ایک عرضداشت پیش کر کے ہیسٹنگز پر بد دیانتی کا الزام لگایا۔ اور ایک خط بھی پیش کیا کہ یہ میر جعفر کی بیوہ منی بیگم نے ہیسٹنگز کو لکھا تھا اور اس میں ۳½ لاکھ روپے ہیسٹنگز کو بطور رشوت دینے کا ذکر موجود تھا۔ اگرچہ یہ خط جعلی تھا۔ لیکن کونسل کے ممبروں نے اسے سچا تسلیم کر کے ہیسٹنگز سے جواب طلب کیا۔ ہیسٹنگز نے اپنی ہی کونسل کے سامنے ایک ملزم کی طرح جوابدہی کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر کونسل نے ایک قرارداد (ریزولیوشن) منظور کی کہ بلا شبہ ہیسٹنگز نے ۳½ لاکھ روپیہ بیگم سے بطور رشوت لیا ہے اور اسے چاہئے کہ یہ روپیہ فوراً واپس کر دے۔ ہیسٹنگز نے کونسل کے اس فیصلہ کی مطلق پروانہ کی۔ اور اس کے چند ہی دن بعد نندکمار کے خلاف سازش کا مقدمہ کھڑا کر دیا۔ ابھی اس مقدمہ کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ ایک شخص موہن پرشاد نے نندکمار کے خلاف جعلسازی کا مقدمہ چلا دیا۔ نندکمار گرفتار کر لیا گیا۔ اور تقریباً ایک ہفتہ تک عدالت عالیہ میں چار ججوں اور بارہ انگریزوں کی جوری (Jury) کے سامنے سماعت ہوتی

ہندوستان میں انگریزوں کے مقبوضات
وارن ہیسٹنگز کے عہد میں
سنہ ۱۷۸۵ء
۷۰
۸۰
۹۰
نیپال
آسام
سندھ
راجپوتانہ
گوالیار
سنبتی
دریائے نربدا
سورت
بمبئی
قلمرو نظام
حیدرآباد
میسور
مدراس
پانڈیچری
خلیج بنگالہ
بحیرہ عرب
لنکا

رہی - جُوری نے متفقہ طور پر نندکمار کو مجرم قرار دیا - اور انگلستان کے قانون جعلسازی کے مطابق نندکمار کو پھانسی دے دی گئی ؎

بعد میں جب انگلستان میں ہیسٹنگز کے خلاف مقدمہ چلایا گیا تو اس کے مخالفوں نے اس پر بڑی حاشیہ آرائیاں کیں۔ اور ثابت کرنا چاہا کہ نندکمار کے خلاف مقدمہ چلایا جانا اور اس کا پھانسی پانا سب ہیسٹنگز کے ایما سے ہوا - مگر یہ الزام سراسر غلط ہے - اور اس معاملہ میں ہیسٹنگز بالکل بری الذمہ ہے لیکن یہ ماننا پڑے گا - کہ انگریزی قانون کے رو سے ایک ہندوستانی مجرم کو موت کی سزا دینا سخت زیادتی تھی - انگلستان کا قانون ہندوستان میں جاری کرنا مناسب نہ تھا - جہاں جعلسازی کی سزا زیادہ سے زیادہ جرمانہ یا قید ہوسکتی تھی ؎

عدالت عالیہ اور کونسل کی مخالفت

۱۷۷۶ء کے بعد کلیورنگ اور مونسن کی موت اور فرانسس کے انگلستان واپس چلے جانے کے سبب کونسل کے معاملات کی طرف سے تو ہیسٹنگز مطمئن ہو گیا - لیکن اب اُسے ایک اور مشکل کا مقابلہ کرنا پڑا - عدالت عالیہ ریگیولیٹنگ ایکٹ کی ابتدا ہی سے یہ سمجھے ہوئے تھی کہ اس کا مرتبہ اور اختیارات گورنر جنرل مع کونسل سے زیادہ بڑھ کر ہیں - یہ خیال ایکٹ کے نقائص کی وجہ سے تھا - غرض عدالت عالیہ کونسل کے انتظامی معاملات میں بھی دخل دینے لگی - عدالت عالیہ کے قیام سے پہلے کمپنی نے بھی صدر عدالتیں قائم کر رکھی تھیں اور یہ اب تک موجود تھیں - ان کا بھی عدالت عالیہ کے ساتھ دائرہ عمل اور اختیارات

کے متعلق ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا۔ ان سے چھٹکارا پانے کے لئے ۱۷۸۰ء میں عدالتِ عالیہ کا چیف جسٹس صدر دیوانی عدالت کا صدر بھی بنا دیا گیا۔ چنانچہ وہ کمپنی کی عدالتوں کا حاکمِ اعلےٰ قرار پایا۔ ۱۷۸۱ء میں پارلیمنٹ نے یہ جدید انتظام منظور کر لیا اور عدالتوں کی پیچیدہ جنگ ختم ہوئی ❊

جنوبی اور مغربی ہندوستان میں لڑائیاں

راگھوبا اور نارائن راؤ

بالاجی باجی راؤ کے بعد ۱۷۶۱ء میں اس کا بیٹا مادھو راؤ پیشوا ہوا۔ لیکن برائے نام۔ کیونکہ حکومت کا تمام کاروبار اُس کے چچا رگھوناتھ راؤ عرف راگھوبا کے ہاتھ میں تھا۔ مادھو راؤ تپ دق میں مبتلا ہو کر ۱۷۷۲ء میں مرگیا۔ اب اس کا چھوٹا بھائی نرائن راؤ پیشوا ہوا۔ لیکن ۱۷۷۳ء میں راگھوبا کی سازش سے نرائن راؤ قتل کر دیا گیا اور خود راگھوبا پیشوا بن بیٹھا۔ اس واقعہ کے چند ہی ماہ بعد نرائن راؤ کی بیوہ گنگا بائی کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ نانا فرنویس نے جو پیشوا کا بڑا مدبّر وزیر تھا اور راگھوبا کی غاصبانہ حرکت کی وجہ سے اس سے نفرت کرتا تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور نرائن راؤ کے بیٹے کا سرپرست بن کر اس کی پیشوائی کا اعلان کر دیا۔ بہت سے مرہٹہ سردار راگھوبا کے خلاف ہو کر اس بچہ کے حامی بن گئے۔ راگھوبا نے تمام مرہٹہ سرداروں سے مدد کی درخواست کی۔ لیکن ہر جگہ اسے ناکامی رہی آخر ۱۷۷۵ء میں اس نے انگریزوں سے مدد چاہی۔ انگریز

ایک زمانہ سے جزیرہ سالسٹ اور بسین حاصل کرنے کی فکر میں تھے۔ جو مرہٹوں نے پرتگالیوں سے لے لئے تھے۔ چنانچہ انگریزوں نے اس شرط پر راگھوبا کو مدد دینے کا وعدہ کیا کہ وہ سالسٹ اور بسین کا جزیرہ انگریزوں کے حوالے کر دے +

عہد نامۂ سورت ۱۷۷۵ء

راگھوبا نے یہ شرط قبول کر لی اور سورت میں اُس کے اور بمبئی کونسل کے درمیان ۱۷۷۵ء میں ایک عہد نامہ ہو گیا۔ جس کے رُو سے راگھوبا نے سالسٹ اور بسین کے جزیرے انگریزوں کو دے دئیے۔ اور مرہٹوں کے ساتھ انگریزوں کی جنگ شروع ہو گئی۔ جس میں ایک جگہ مرہٹوں کو شکست بھی ہوئی +

ریگیولیٹنگ ایکٹ کے مطابق بمبئی کونسل کو لازم تھا کہ وہ اس معاملہ میں گورنر جنرل مع کونسل سے منظوری حاصل کر لیتی لیکن اس نے خود ہی تمام معاملات طے کر لئے۔ چنانچہ جب عہد نامۂ سورت کی اطلاع کلکتہ پہنچی تو گورنر جنرل مع کونسل نے سخت اعتراض کیا اور بمبئی کونسل کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً لڑائی بند کر دے۔ ساتھ ہی اپنا ایک سفیر دربار پونا میں بھیجا کہ وہ راگھوبا کے خلاف نانا فرنویس سے معاہدہ کرے +

عہد نامۂ پورندھر ۱۷۷۶ء

چنانچہ پورندھر کے مقام پر ایک عہد نامہ لکھا گیا۔ جس میں طے پایا کہ راگھوبا سے پیشوائی کے تمام حقوق لے لئے جائیں۔ اس کی پنشن مقرر کر دی جائے اور انگریز راگھوبا کی مدد نہ کریں۔ اس کے صلہ میں نانا فرنویس نے انگریزوں کو سالسٹ دینے کا وعدہ کیا۔ اتنے میں انگلستان سے سورت

کے معاہدہ کی منظوری کا حکم آ گیا - اب عجیب کشمکش تھی - ادھر گورنر جنرل مع کونسل نے عہد نامۂ سورت منسوخ کر کے نانا فرنویس کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا - اور ادھر کمپنی نے اس معاہدہ کو جو بمبئی کونسل نے راگھوبا کے ساتھ کیا تھا منظور کر لیا - پس بمبئی کونسل کی خودسری کو اور بھی تقویت پہنچی - چنانچہ وہ عہد نامۂ پورندھر کو بالائے طاق رکھ کر پھر راگھوبا کا ساتھ دینے لگی - گورنر جنرل کی کونسل میں اس معاملہ پر بہت بحث مباحثہ ہوا فرانسس اس بات کا سخت مخالف تھا - کہ راگھوبا کی از سرِ نو حمایت کی جائے - لیکن ہیسٹنگز نے ڈائرکٹروں کے حکم کی تعمیل میں عہد نامۂ سورت ہی کو برقرار رکھا - یہ ایک شدید غلطی تھی - جس کے سبب انگریزوں کو مرہٹوں کے ساتھ نہایت خطرناک لڑائیاں لڑنی پڑیں - ایک حد تک اسی غلطی کی وجہ سے حیدر علی کے ساتھ سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں - اور اسی بنا پر ہیسٹنگز کو انگریزی خزانے خالی کرنے پڑے - روپے کی کمی پوری کرنے کے لئے اس نے چند ایسی غلطیاں کیں جن سے اس کے نام پر دھبہ آیا - اگر ہیسٹنگز اس وقت مرہٹوں کے جھگڑوں سے الگ رہتا اور بمبئی کونسل کو اپنے قابو میں رکھتا تو نہ اتنی الجھنیں پڑتیں نہ جان و مال کا سخت نقصان ہوتا اور نہ کمپنی کی ہستی خطرہ میں پڑتی *

فرانس کی مخالفت

عین اس وقت جبکہ سورت اور پورندھر کے عہد ناموں کے متعلق ہیسٹنگز اور دوسرے انگریز آپس میں جھگڑ رہے تھے ایک فرانسیسی لیوبن (Leuben) نامی نے جو حقیقت میں فرانس کا سفیر تھا

دربار پونا میں پہنچ کر اپنے کو فرانس کا سفیر ظاہر کیا۔ نانا فرنویس نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اس پر انگریز جو اب تک فرانسیسیوں سے خوفزدہ رہتے تھے بہت گھبرائے۔ ادھر یورپ اور امریکہ میں فرانسیسیوں نے انگریزوں کی مخالفت شروع کر دی۔ اس کا موقع یہ تھا۔ کہ ۱۷۷۵ء میں انگریزوں کی نوآبادیاتِ امریکہ نے مادرِ وطن کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور فرانسیسیوں نے اس جنگ آزادی میں امریکہ والے انگریزوں کا ساتھ دیا اور انگلستان سے جنگ چھیڑ دی۔ پس ہیسٹنگز اس نتیجہ پر پہنچا کہ اب فرانسیسی یہاں ہندوستان میں مرہٹوں سے مل کر انگریزوں سے لڑینگے چنانچہ حکومتِ بمبئی سے اتفاق رائے کر لیا۔ اور فریقین نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں ؂

مرہٹوں کی پہلی جنگ
۱۷۷۹ء سے ۱۷۸۲ء تک

انگریزوں کی امدادی فوج کو جو راگھوبا کے ساتھ پونا بھیجی گئی تھی شکست ہوئی اور اس کے جرنیل کو ۱۷۷۹ء میں وارگاؤں کے مقام پر مجبوراً مفاہمت کرنی پڑی جس کی شرائط حسبِ ذیل تھیں :-

۱۷۷۳ء سے اس وقت تک انگریزوں نے مرہٹوں کے جتنے مقامات پر قبضہ کر لیا ہے واپس کر دینگے اور چند انگریز بطور یرغمال مرہٹوں کے سپرد کرینگے۔ اور راگھوبا کو بھی اس کے دشمنوں کے حوالہ کرینگے۔ اس کے عوض مرہٹے انگریزی فوج کو سلامتی کے ساتھ واپس جانے دینگے۔ قبل اس کے کہ یہ معاہدہ عمل میں آئے۔ راگھوبا بھاگ کر سندھیا کے پاس پناہ گزین ہو گیا۔ یہ معاہدہ اتنا شرمناک اور ذلت آمیز تھا کہ ڈائرکٹروں نے اسے نامنظور

کر دیا۔ پس جنگ بدستور جاری رہی۔ گورنر جنرل نے وار گاؤں کے معاہدہ کی ذلّت کو مٹانے کے لئے جنرل گوڈرڈ (Goddard) کے ماتحت بنگال سے ایک زبردست فوج روانہ کی۔ اُس نے آتے ہی احمد آباد فتح کر لیا اور دریائے نربدا عبور کر کے بسین پر بھی قبضہ کر لیا۔ ہلکر اور سندھیا کو شکست دی اور بڑودہ کے مہاراجہ گائکواڑ سے اتحاد کر لیا جو بعد کی تمام لڑائیوں میں برابر قائم رہا ؛

ہیسٹنگز نے کچھ فوج وسط ہند کی طرف بھی روانہ کی۔ جس نے گوالیار کے قلعہ کو جو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ فتح کر لیا ؛

۱۷۷۹ء میں نانا فرنویس کی کوشش سے انگریزوں کے خلاف ایک زبردست اتحاد ہؤا۔ جس میں پیشوا۔ سندھیا۔ ہلکر۔ راجہ ناگپور۔ نظام الملک اور حیدرعلی شامل تھے۔ ہیسٹنگز ان تمام طاقتوں کا مقابلہ ایک ہی وقت میں نہ کر سکتا تھا۔ پس اس نے سندھیا کے ساتھ مصالحت کر کے اسے دوسری مرہٹہ طاقتوں سے توڑ لیا اور راجہ برار کو بھی روپیہ کا لالچ دے کر اپنا دوست بنا لیا۔ اس طرح ہیسٹنگز کے تدبّر سے اس زبردست اتحاد کے تمام منصوبے بیکار ثابت ہوئے ؛

عہد نامۂ سلبئی ۱۷۸۲ء

الغرض ۱۷۸۲ء میں مہاراجہ سندھیا کی وساطت سے مرہٹوں اور انگریزوں نے عہد نامۂ سلبئی لکھ کر آپس میں صلح کر لی۔ اس کے رُو سے :-

(۱) راگھوبا نے اس شرط پر تین لاکھ روپیہ سالانہ پنشن پائی کہ وہ پیشوائی کے تمام حقوق سے دستبردار ہو جائے ؛

(۲) سالسٹ کے علاوہ تمام دوسرے مقامات جو ۱۷۷۶ء سے بعد انگریزوں نے مرہٹوں سے لے لئے تھے واپس کر دئے

گئے ؛

(۳) فتح سنگھ بڑودہ کا مہاراجہ تسلیم کیا گیا ؛

(۴) سندھیا کو خدماتِ مصالحت کے صلہ میں بڑوچ کا ضلع دیا گیا ؛

اس عہدنامہ کی بدولت انگریزوں اور مرہٹوں کے درمیان مسلسل بیس سال تک دوستانہ تعلقات قائم رہے ؛

مدراس پریزیڈنسی میں بدنظمی

بنگال کی طرح کرناٹک کی ریاست میں بھی جو مدراس پریزیڈنسی سے تعلق رکھتی تھی - ایک قسم کی دوعملی جاری تھی۔ محمد علی کہنے کو تو کارناٹک کا نواب تھا - لیکن درحقیقت اس کی نوابی کا دارو مدار انگریزوں کے بھروسے پر تھا - بنگال میں دیوانی کا ایک برائے نام پردہ تو کم سے کم موجود تھا - مدراس میں یہ بھی نہ تھا - اس لئے نوابِ کرناٹک کو مالگزاری کی وصولی اور ملک کے انتظام میں بڑے وسیع اختیارات حاصل تھے اور وہ وہاں من مانی کارروائیاں کرتا رہتا تھا - کمپنی کی حیثیت ایک دوست اور گماشتہ (ایجنٹ) سے زیادہ نہ تھی - جس کا کام صرف یہ تھا کہ دشمنوں سے نواب کی حفاظت کرے ؛

۱۷۷۳ء میں نوابِ کارناٹک کو خوش کرنے کے لئے انگریزوں نے تنجور کے راجہ کو جبراً تخت سے اُتار کر تنجور پر قبضہ کر لیا حالانکہ وہ انگریزوں کی حمایت میں آچکا تھا - انگریزوں کے اس عمل کا سبب یہ تھا کہ نواب محمد علی انگریزی فوج کے مصارف نہیں ادا کر سکتا تھا - کیونکہ وہ اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ عیش و عشرت میں صرف کر دیتا تھا - اس لئے اُس نے فوج کے مصارف کے

لئے پہلے تو ایک جاگیر کمپنی کے نام کر دی اور پھر تنجور کا علاقہ لے لینے پر ان کو اکسایا - کمپنی کے ڈائرکٹر مدراس کونسل کی اس حرکت پر بہت برہم ہوئے - اور انہوں نے لارڈ پیگٹ کو مدراس بھیجا تاکہ وہ راجۂ تنجور کو پھر گدی پر بٹھائے - لیکن یہاں اس وقت ایسی بدنظمی اور ابتری تھی کہ وہاں پہنچ کر لارڈ پیگٹ قید کر دیا گیا - اور وہ اسی قید میں ۱۷۷۷ء میں مر گیا - اسی بدنظمی کے سبب کمپنی کو حیدر علی وغیرہ کے خلاف مغربی ہند کی لڑائیوں میں اپنا دامن اُلجھانا پڑا - ان کا ذکر کیا جا چکا ہے؛

میسور کی دوسری لڑائی
۱۷۸۰ء سے ۱۷۸۴ء تک

۱۷۷۹ء میں نظام الملک - حیدر علی اور مرہٹے مل کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے مشورے کر رہے تھے - وجہ یہ تھی کہ انگریزوں نے نظام کے بھائی بصالت جنگ سے گنتور کا علاقہ چھین لیا تھا - مگر اب ہیسٹنگز نے یہ ضلع نظام کے بھائی کو واپس کر کے نظام سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے - پس نظام نے مخالفت چھوڑ دی - لیکن میسور کے ساتھ انگریزوں کی چھڑ گئی - اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب فرانس نے امریکہ کے ساتھ مل کر انگریزوں سے جنگ شروع کر دی تو ہندوستان میں بھی ان دونوں طاقتوں کے درمیان لڑائی ہونے لگی - انگریزوں نے فرانسیسیوں کے مقبوضات پانڈی چری اور ماہی پر قبضہ کر لیا - ماہی ساحل مالابار پر ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے - جہاں سے سلطان حیدر علی کو ہر قسم کی امداد پہنچا کرتی تھی - اس نے انگریزوں کو متنبہ کیا کہ اگر تم نے ماہی پر قبضہ رکھا تو مجھ سے بگڑ جائے گی - لیکن اس کی کچھ شنوائی نہ ہوئی - پس حیدر علی نے کرناٹک پر حملہ کر

دیا - اس طرح میسور کی دوسری جنگ شروع ہوگئی - حیدر علی کے پاس ۸۰ ہزار فوج اور عمدہ توپیں موجود تھیں - لیکن صوبۂ مدراس جنگ کے لئے بالکل تیار نہ تھا ؛

جب حیدر علی یلغار کرتا ہوا مدراس کے قریب پہنچ گیا تو مدراس کونسل کو صورت حالات کے پُرخطر ہونے کا علم ہوا - حیدر علی نے انگریزوں کو پولی لور اور کانجی ورام پر شکست دی - اور ۱۷۸۰ء میں کارناٹک کے دارالخلافہ ارکاٹ کو بھی فتح کر لیا - چنانچہ مدراس میں انگریزوں کے لئے موت اور زندگی کا سوال پیدا ہو گیا - وارن ہیسٹنگز نے فوراً تجربہ کار جرنیل سر آئرکوٹ کو فوج دے کر مدراس کی طرف روانہ کیا - انگریزوں کی خوش قسمتی سے مرہٹوں نے اس موقع پر حیدر علی کا ساتھ نہ دیا اور ہیسٹنگز نے برار کے راجہ بھونسلے کو روپیہ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا - آئرکوٹ نے پورٹو نووو کے مقام پر یکم جولائی ۱۷۸۲ء کے دن حیدر علی کو شکست فاش دی اور انگریزوں کو پولی لور اور شولنگر کے مقام پر بھی کامیابی ہوئی - چنانچہ ان کو کچھ اطمینان تو ہوا لیکن خطرہ بدستور باقی تھا - کیونکہ اب تک مدراس حیدر علی کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا - ان ہی دنوں میں انگلستان اور ہالینڈ کے درمیان بھی جنگ چھڑ گئی - ۱۷۸۱ء میں انگریزوں نے ولندیزوں سے نگاپٹم چھین لیا اور اگلے سال ان کی مشہور بندرگاہ ٹرنکومالی پر بھی قبضہ کر لیا - غرض ولندیزوں کے مقابلہ میں تو انگریزوں کو کامیابیاں ہوئیں - لیکن حیدر علی کے بیٹے ٹیپو نے تنجور پر انہیں شکست دی - اس فتح سے حیدر علی کو کچھ اطمینان ہوا ؛

۱۷۸۲ء میں فرانس کا مشہور امیر البحر سفرن (Suffirin)
ایک زبردست بحری بیڑے کے ساتھ آ پہنچا اور انگریز امیر البحر
ایڈورڈ ہیوز (Edward Huglcs) اور سفرن کے درمیان پانچ غیر
فیصلہ کن بحری لڑائیاں ہوئیں۔ ٹیپو کڈلور کے مقام پر
فرانسیسیوں سے جا ملا۔ لیکن انہوں نے ابھی پیش قدمی
شروع نہ کی تھی کہ دسمبر ۱۷۸۲ء میں ساٹھ سال کی عمر میں حیدرعلی
کا انتقال ہوگیا۔ اور اپریل ۱۷۸۳ء میں سر آئرکوٹ بھی
مرگیا۔ ادھر یورپ میں فرانس اور انگلستان کی صلح ہوگئی
پس ہندوستان میں بھی ان دونو مخالف طاقتوں کو
صلح کرنی پڑی۔ اب ٹیپو تنہا رہ گیا۔ لیکن اس نے
مالابار میں بدستور جنگ جاری رکھی۔ اور انگریزوں کو
شکست دے کر بیدنور پر پھر قبضہ کر لیا۔ نیز بنگلور
کا محاصرہ شروع کردیا۔

عہدنامۂ بنگلور ۱۷۸۴ء

۱۷۸۴ء میں انگریزوں نے ٹیپو سے (جو لڑتے لڑتے تھک گیا
تھا) صلح کی درخواست کی۔ اس نے اسے منظور کیا اور
عہدنامۂ بنگلور طے پایا۔ اس کے رُو سے فریقین نے ایک دوسرے
کے مفتوحہ علاقے واپس کر دئے اور سلطان ٹیپو نے انگریزی
قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اگر اس جنگ میں وارن ہیسٹنگز جی
کھول کر مدراس کونسل کی مدد نہ کرتا تو نہ صرف مدراس
بلکہ تمام جنوبی و مغربی مقبوضات یقیناً انگریزوں کے ہاتھ
سے نکل جاتے اور بنگال پر بھی ان کا تسلط نہ رہتا۔ اس
وقت انگلستان اکیلا امریکہ۔ فرانس۔ سپین اور ہالینڈ سے جنگ

کر رہا تھا۔ دوسری طرف روس۔ سویڈن اور ڈنمارک کی طاقتوں کی طرف سے بھی ہر لحظہ حملے کا خطرہ تھا۔ غرض یہ امر واقعہ ہے کہ اس وقت ہیسٹنگز کے تدبّر اور ہمّت نے حکومتِ برطانیہ کی ناؤ کو جو بیچ منجدھار ڈوبنے کو تھی بچا لیا۔ اُسے ساحل مراد پر پہنچایا اور برطانیہ کا اقتدار جوں کا توں رہا ٭

راجہ چیت سنگھ کا قضیہ

مرہٹوں اور میسور کی جنگ کے سبب کمپنی کے خزانے خالی ہو گئے۔ مگر ڈائرکٹروں کی طرف سے روپیہ کا مطالبہ برابر جاری تھا۔ پس پریشان حال ہیسٹنگز نے ہر ممکن طریق سے روپیہ حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ٭

۱۷۷۵ء میں قلمروِ اودھ سے بنارس کا علاقہ کاٹ کر ایک ہندو زمیندار چیت سنگھ اس کا حکمران بنا دیا گیا تھا۔ جب ۱۷۷۸ء میں فرانسیسیوں کے ساتھ انگریزوں کی لڑائی ہونے لگی۔ تو ہیسٹنگز نے راجہ چیت سنگھ کو کہلا بھیجا کہ کمپنی کے باجگذار ہونے کی حیثیت میں تمہارا فرض ہے کہ اس کی مالی امداد کرو۔ چنانچہ بائیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج کے علاوہ پانچ لاکھ روپیہ اور دو۔ چیت سنگھ نے کچھ تامّل کے بعد یہ رقم دے دی۔ مگر ۱۷۷۹ء اور ۱۷۸۰ء میں جب ہیسٹنگز نے پھر اس زائد رقم کا مطالبہ کیا تو چیت سنگھ نے کہا کہ ۱۷۷۵ء کے معاہدہ کی رُو سے میں بائیس لاکھ سے زائد رقم دینے کا پابند نہیں ہوں۔ چیت سنگھ کا اپنے حقوق پر اس طرح اصرار کرنا ہیسٹنگز کو ناگوار ہوا۔ پھر

جب اسے یہ بھی معلوم ہؤا کہ کونسل میں اس کے مخالف ممبروں کے ساتھ چیت سنگھ ملا ہؤا ہے اور اُن سے خفیہ خط وکتابت کرتا رہتا ہے - اور اس کے علاوہ جب سر آئر کوٹ نے چیت سنگھ سے کچھ فوج مانگی اور اس نے یہ مطالبہ بھی ٹالنا چاہا تو ان باتوں کی وجہ سے ہیسٹنگز بہت غضبناک ہؤا - اور اس نے راجہ پر پچاس لاکھ روپیہ جرمانہ کر دیا۔ پھر اس کی وصولی کے لیئے خود ہی فوج لے کر بنارس پہنچا اور راجہ کو نظر بند کر دیا - چیت سنگھ کی فوج ہیسٹنگز کی اس حرکت پر بہت برہم ہوئی - اس نے علمِ بغاوت بلند کر دیا اور کئی انگریزی افسر اور سپاہی قتل کر دیئے - اب راجہ معقول مال و زر لے کر بھاگ گیا اور ہیسٹنگز کی جان خطرہ میں پڑ گئی - چنانچہ اُسے بنارس سے نکل کر چنار کے قلعہ میں پناہ لینی پڑی - مگر چند دنوں میں انگریزی فوجوں نے چیت سنگھ کے لشکر کو شکست دی - بنارس پر قبضہ کیا۔ اور قلعہ کا سارا خزانہ لُوٹ لیا ؞

القصہ چیت سنگھ کے بجائے ہیسٹنگز نے اُس کے بھتیجے کو بنارس کا راجہ بنایا اور چالیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج مقرّر کر دیا - اور یہ بھی طے پایا کہ بنارس شہر میں راجہ کو فوجداری یا دیوانی اختیارات حاصل نہ ہونگے اور نہ وہ اپنے نام کا سکّہ رائج کر سکے گا ؞

راجہ چیت سنگھ کا فرض تھا کہ وہ اپنی حکمران بالا دست طاقت کو مصیبت کے وقت امداد دیتا - کیونکہ وہ کمپنی کا باج گزار تھا - لیکن یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ ہیسٹنگز کا غصّہ اعتدال

سے بڑھ گیا تھا - ایک ماتحت راجہ کے ساتھ ایسا سلوک مناسب نہ تھا - اور روپیہ حاصل کرنے کا یہ طریق جائز قرار نہیں دیا جاسکتا بہرحال ہیسٹنگز کی اس غلطی کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ لڑائی میں کچھ آدمی مارے گئے - ہیسٹنگز کی بدنامی ہوئی اور روپیہ بھی ہاتھ نہ آیا - کیونکہ کچھ تو چیت سنگھ لے بھاگا تھا اور رہا سہا انگریزی فوج نے لوٹ لیا +

ہیسٹنگز اور بیگمات اودھ

آصف الدولہ نواب وزیر اودھ بہت فضول خرچ اور عیش پسند انسان تھا - وہ کمپنی کو سالانہ خراج کبھی بروقت ادا نہ کرتا تھا - اور کئی کئی سال کی رقم بقایا رہ جاتی تھی - اور ہیسٹنگز کو جنوبی اور مغربی ہند کی لڑائیوں کی وجہ سے روپیہ کی سخت ضرورت تھی - مگر گورنر جنرل کی کونسل نے ہیسٹنگز کے منشا کے خلاف ایک بہت بڑی جاگیر اور آصف الدولہ کے والد کا متروکہ مال و زر آصف الدولہ کی ماں اور دادی کو دے دیا تھا +

غرض بنارس کے معاملہ سے فارغ ہو کر ہیسٹنگز نے نواب وزیر سے بقایا روپیہ کا تقاضا کیا - نواب نے کہا کہ تمام دولت کمپنی نے بیگمات کو دلوا دی ہے - حالانکہ قانوناً یہ میری تھی - اب میں کمپنی کا مطالبہ کیسے پورا کروں - ہاں بیگمات سے تمام جاگیر اور مال و زر مجھے دلا دیں تو میں کمپنی کا حساب چکا دوں + ہیسٹنگز کو روپیہ کی سخت ضرورت تھی - پس یہ تجویز منظور کر لی - اور چونکہ دونو بیگمیں راجہ چیت سنگھ کے ساتھ سازش کر رہی تھیں - اس لئے ہیسٹنگز نے ۱۷۷۵ء کا معاہدہ منسوخ کر کے حکم دیا کہ بیگمات تمام مال و زر اور جاگیر وغیرہ آصف الدولہ

کے حوالہ کر دیں۔ بیگمات نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ پس ان پر طرح طرح کی سختیاں کی گئیں۔ اور ان کے دو خواجہ سراؤں کو جن کے سپرد خزانہ تھا۔ نہایت سخت ایذائیں دی گئیں۔ اور ان سے خزانہ جبراً لے لیا گیا +

ہیسٹنگز اس معاملہ میں بھی بہت بدنام ہؤا۔ مناسب یہی تھا کہ وہ اس جھگڑے سے الگ رہتا اور بیگمات کے ساتھ ۱۷۷۵ء کے معاہدہ کی پابندی کرتا۔ روپیہ وصول کرنے کے لئے عیاش نواب کی حمایت اور بیگمات کی مخالفت ایک معزز انگریز کے شایانِ شان نہ تھا +

رفاہِ عام کے کام

ملکی۔ مالی اور جنگی مشکلات کے باوجود ہیسٹنگز نے رفاہِ عام کے کئی عمدہ کام کئے۔ تبت کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنے کے لئے ایک راستہ دریافت کیا۔ علما کی ایک انجمن بنائی جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے نام سے مشہور ہے۔ دھرم شاستروں کا ترجمہ کرا کے ایک مجموعہ اور ضابطہ کے طور پر ان کی تشکیل کی۔ اس نے مسلمانوں کے لئے کلکتہ میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا +

ہیسٹنگز کے خلاف مقدمہ اور تاریخ میں اس کا مرتبہ

۱۷۸۵ء میں وارن ہیسٹنگز استعفیٰ دے کر انگلستان چلا گیا۔ پھر تین سال بعد دشمنوں نے اس پر مقدمہ چلایا۔ روہیلوں کی لڑائی۔ چیت سنگھ کے قضیہ اور بیگماتِ اودھ کے معاملہ کے علاوہ اور بہت سے الزامات اس کے خلاف پیش کئے۔ دارالامرا (ہاوس آف لارڈز) میں قریباً سات سال تک اس کی سماعت ہوتی رہی۔ مشہور

جادو بیان مقررین فوکس (Fox) شریڈن (Sheridan) اور برک (Bruke) نے اپنی پوری قوت ہیسٹنگز کے خلاف صرف کر دی۔ جتنی مبالغہ آمیز باتیں اس مقدمہ میں بنائی گئیں۔ ان کی مثال ملنی دشوار ہے۔ لیکن انجام کار وارن ہیسٹنگز بری کر دیا گیا۔ مگر مقدمہ کی پیروی میں اس کا تمام اثاثہ صرف ہو گیا۔ چنانچہ کمپنی نے اُسے چالیس ہزار روپیہ سالانہ پنشن دے دی۔ ۱۷۹۵ء میں ان تمام مصائب سے چھٹکارا پاکر وہ ۱۸۱۸ء تک زندہ رہا۔ مقامِ رنج ہے کہ ہیسٹنگز کی قابلیت اور خدماتِ جلیلہ کی مناسب قدر نہ کی گئی۔ بلکہ متواتر سات سال تک اسے قانونی شکنجہ میں کس کر سخت پریشان اور زیر بار کیا گیا۔ حقیقت میں ہیسٹنگز کی ہستی انگلستان کے لئے باعثِ فخر تھی۔ انگریز اس کی جتنی بھی قدر کرتے تھوڑی تھی۔ اسی کی بدولت ہندوستان میں برطانوی مقبوضات محفوظ رہے۔ حالانکہ اسی زمانہ میں انگلستان اپنی امریکی نوآبادیات کھو بیٹھا۔ اور اور کئی خطرات میں مبتلا رہا۔ الغرض یہ بیان مبالغہ سے قطعاً مبرّا ہے کہ وارن ہیسٹنگز نہ صرف ہندوستان کے انگریز گورنر جنرلوں میں بلکہ انگلستان کے تمام بڑے بڑے مدبّروں اور دنیائے حکومت کے بہترین اور بلند ترین کاردانوں اور کارکنوں کی صفِ اوّل میں جگہ پانے کا مستحق ہے۔

میکفرسن

ہیسٹنگز کے واپس جانے کے بعد کونسل کا سینئر ممبر میکفرسن قائم مقام گورنر جنرل بنایا گیا۔ اور بیس ماہ کے قریب اس عہدہ پر مامور رہا۔ یہ ایک معمولی لیاقت کا آدمی تھا۔ اُس کے زمانہ کی صرف یہ بات قابل ذکر ہے

کہ سندھیا نے پھر بادشاہِ دہلی پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور اپنے آپ کو اس کا سپہ سالارِ اعظم بتانے لگا۔ پھر بادشاہ کے نام سے کمپنی سے بنگال کا خراج طلب کیا۔ کمپنی نے اس بیکار مطالبہ کا جواب فوراً نفی میں دیا +

پٹ کا انڈیا بل

کچھ عرصہ سے انگلستان کے لوگ ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ مگر امریکہ کی جنگِ آزادی اور دوسری لڑائیوں نے ان کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی تھی۔ مگر اب جبکہ ان لڑائیوں سے فرصت ملی تو ہندوستان پھر توجہ کا مرکز بن گیا۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ انگلستان اپنی غلط سیاسی حکمتِ عملی اور کوتہ اندیشی سے امریکہ جیسی شاندار سلطنت کھو بیٹھا تھا۔ پس اب اسے ہندوستان کے مقبوضات بھی ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوا۔ نیز ہیسٹنگز پر مقدمہ چلائے جانے اور اس کے عہدِ حکومت کے تمام معاملات کی چھان بین کرنے کا ایک اچھا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت اور ریگولیٹنگ ایکٹ کے نقائص کی طرف حکومتِ برطانیہ کی خاص توجہ ہوگئی۔ اور یہ امر ثابت ہوگیا کہ جب تک کمپنی پر خاص قیود نہ عاید کی جائینگی۔ انگریزوں کا ہندوستان پر حکومت کرنا ناممکن ہوگا۔ کاش انگلستان کے مدبرین کچھ مدت پہلے ہی اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتے اور عین وقت پر ریگولیٹنگ ایکٹ میں ترمیم کر دیتے۔ تو ہیسٹنگز جیسے قابل آدمی کے عہدِ حکومت میں ملک کا انتظام درست رہتا اور فتنے سر نہ اٹھاتے۔ کیونکہ ہیسٹنگز کے عہدِ حکومت کے تقریباً تمام
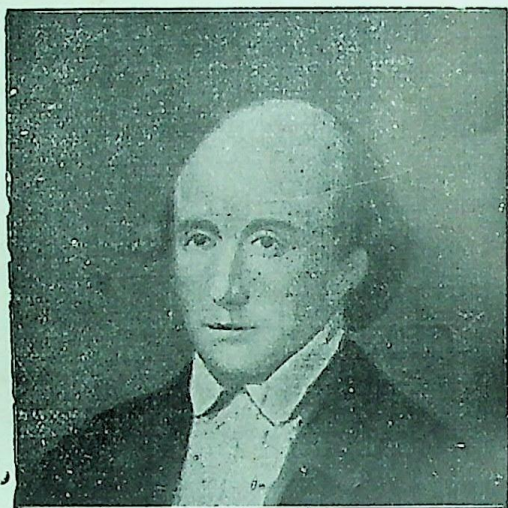
وارن ہیسٹنگز
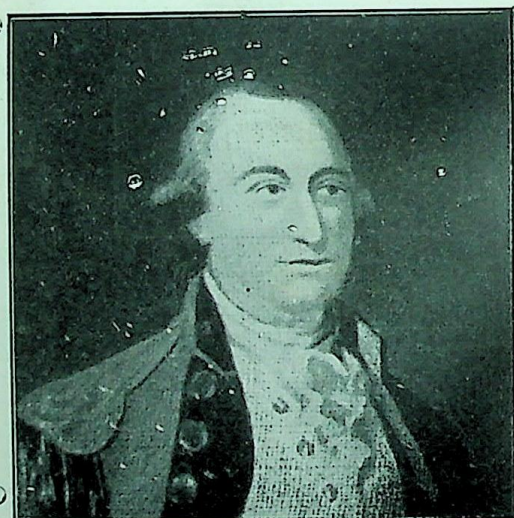
لارڈ کارنواس
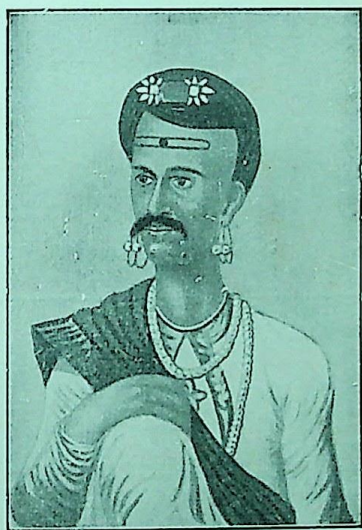
نانا فرنویس

نقائص کی بڑی وجہ وہ بے اصول طرز حکومت تھا جس کے ماتحت اُسے ملک کا انتظام کرنا پڑتا تھا +

۱۷۸۳ء میں فاکس نے انڈیا بل (مسودہ قانون حکومتِ ہند) پیش کیا ۔ مگر سیاسی مشکلات اور پیچیدگیوں کے باعث دار الامرا نے اسے نامنظور کر دیا ۔ اب انگلستان میں پٹ جیسا قابل اور فاضل شخص وزیر اعظم ہوا ۔ اُس نے ۱۷۸۴ء میں انڈیا بل منظور کرا لیا ۔ اس کے رُو سے ہندوستان کے نظامِ حکومت میں بہت سی اہم تبدیلیاں کی گئیں ۔ یعنی ہندوستان پر حکومت کے لئے چھ ممبروں کی ایک مجلسِ انتظامیہ بنائی گئی اور تمام سول ۔ جنگی اور مالی معاملات اس کے سپرد کر دئے گئے اس کے ارکین اور صدر کا تقررِ تاج برطانیہ کے اختیار میں دیا گیا ۔ اس مجلس کے تمام اختیارات دراصل صدر کے ہاتھ میں تھے ۔ ۱۸۵۸ء کے بعد سے یہی صدر وزیر ہند کے نام سے موسوم ہوا ۔ وارن ہیسٹنگز کے زمانہ میں گورنر جنرل کی کونسل کے چار ممبر تھے ۔ اب تین رکھے گئے +

گورنر جنرل مع کونسل کو بمبئی اور مدراس پریسیڈنسی پر کامل اختیار دیا گیا ۔ مگر گورنر جنرل کو اب یہ اختیار نہ رہا کہ وہ بغیر ڈائرکٹروں کی منظوری کے کسی دیسی راجہ یا نواب سے جنگ کر سکے ۔ یا کسی ایک کے ساتھ کسی دوسرے کے خلاف کوئی معاہدہ کر سکے +

اگرچہ گورنر جنرل کا تقرر اب بھی ڈائرکٹروں کے ہاتھ میں رکھا گیا ۔ مگر ملک معظم کی منظوری لازم قرار پائی ۔ نیز اس امر کا صاف طور پر اعلان کر دیا گیا کہ اہل برطانیہ اپنے ہندوستانی

مقبوضات کی مزید وسعت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مستقبل میں فتوحات کے دائرہ کو بڑھانا ان کی خواہش اور حکمتِ عملی کے سراسر خلاف ہے +

اس کے ساتھ ہی ایک اور قانون بھی نافذ کیا گیا۔ جس کے رُو سے گورنر جنرل کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ کونسل کی کثرت رائے کے خلاف بعض اہم معاملات میں اپنی ذاتی رائے کے مطابق عمل کر سکیگا۔ اور سپریم کورٹ (عدالت عالیہ) کے حیطۂ عمل اور اختیارات اچھی طرح واضح کر دئے گئے +

الغرض "پٹ کے انڈیا ایکٹ" نے ریگولیٹنگ ایکٹ کے تمام نقائص دور کر دئے۔ اور کمپنی کو حکومتِ برطانیہ کے ماتحت ایک محکمۂ منتظمہ بنا دیا +

ساتواں باب

لارڈ کارنوالس اور سر جان شور

۱۷۸۶ء سے ۱۷۹۸ء تک

جان میکفرسن عارضی گورنر جنرل تھا۔ اس عہدے پر مستقل حاکم کے تقرّر کی نسبت انگلستان میں فیصلہ کیا گیا کہ کمپنی کے کسی افسر کو گورنر جنرل کا ممتاز عہدہ نہ دیا جائے۔ بلکہ براہِ راست انگلستان کا کوئی قابل اور تجربہ کار مدبّر مقرر کیا جایا کرے۔ یہ دانشمندانہ فیصلہ تھا۔ کیونکہ تجربہ نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ لوگ جو کمپنی کی مستقل ملازمت میں ہیں۔ خواہ کتنے ہی ممتاز مدبّر کیوں نہ ہوں اس عہدۂ جلیلہ کے فرائض اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے +

چنانچہ ۱۷۸۶ء میں لارڈ کارنوالس جس کی عمر اس وقت اڑتالیس برس کی تھی گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ کارنوالس ایک مشہور اور معزز خاندان کا فرزند تھا۔ اس نے امریکہ کی جنگِ آزادی میں معقول شہرت حاصل کی تھی۔ وہ ایک بہادر سپاہی۔ قابل مدبّر۔ انتہا درجے کا وطن پرست اور خدمت گزار۔ ادائیگی فرض میں بڑا محنت کش اور بے داغ چال چلن کا آدمی تھا +

لارڈ کارنوالس کے غیر معمولی اختیارات

لارڈ کارنوالس کو کمانڈر انچیف کا عہدہ بھی دیا گیا۔ چنانچہ وہ غیر معمولی اختیارات لے کر ستمبر ۱۷۸۶ء میں ہندوستان پہنچا۔ کیونکہ انہی اختیارات کی کمی کے سبب وارن ہیسٹنگز کے عہد حکومت میں خرابیاں پیدا ہوئی تھیں +

ہیسٹنگز کی مشکلات اور کارنوالس کیلئے موافق حالات

ہیسٹنگز انگلستان کے کسی رئیس خاندان کا فرزند نہ تھا۔ اس کی کونسل کے چار میں سے تین ممبر اس کو زک دینے کی فکر میں رہتے تھے۔ کمپنی کے ڈائرکٹر اس کی رائے کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرتے۔ اور نہ اس کو ایسی مدد دیتے تھے۔ جس کا وہ حقدار تھا۔ بمبئی اور مدراس کے گورنر اس کی مخالفت کرتے رہتے تھے۔ انہی لوگوں کی غلطیوں اور کوتہ اندیشیوں کا خمیازہ ہیسٹنگز کو اٹھانا پڑا۔ یعنی مرہٹوں اور حیدر علی کی لڑائیوں کا سارا بوجھ ہیسٹنگز پر آپڑا۔ کمپنی کے خزانے خالی ہو گئے۔ پھر کمپنی کی مالی حالت درست کرنے کے لیئے جب اُس نے خاص کامیاب تدبیریں اختیار کیں تو اُلٹا اس بیچارے پر مقدمہ چلایا گیا۔ گو وہ انجام کار عزت کے ساتھ بری ہوا +

لیکن جب کارنوالس کا دور آیا تو ریگولیٹنگ ایکٹ کے تمام نقائص دُور ہو چکے تھے۔ اس کو ملکی اور فوجی دونوں محکموں میں پورا پورا اختیار حاصل تھا۔ خود کمانڈر انچیف تھا۔ اپنی کونسل میں مختارِ مطلق تھا۔ ایک بارسوخ۔ معزز اور امیر گھرانے کا رکن تھا۔ وزیراعظم انگلستان اور صدر مجلسِ انتظامیہ اُس کے دلی دوست تھے۔ گورنر جنرل بننے سے پہلے ہی اُسے آزمودہ کار سپاہی اور

زبردست مدبر کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔ پریذیڈنسیوں کے گورنروں پر کامل اقتدار تھا۔ اس کو یہ بڑی خوش نصیبی بھی ملی کہ ہیسٹنگز اکثر لڑائی جھگڑے طے کرکے ہندوستان میں برطانوی حکومت کی بنیاد مستحکم کر گیا تھا۔ پس کارنوالس کو ملک کی بہبودی کے لئے اصلاحات جاری کرنے کا خوب موقع ملا۔ پس مؤرخ اس امر کے اظہار میں حق بجانب ہے کہ اگر کارنوالس کے سے موافق حالات ہیسٹنگز کو ملتے تو اس کا عہد حکومت غالباً کارنوالس کے دور سے کہیں بڑھ کر کامیاب ثابت ہوتا +

محکمۂ سول میں اصلاح

لارڈ کارنوالس کا عہد اندرونی اصلاحات اور خارجی معاملات کے لئے مشہور ہے۔ اندرونی اصلاحات محکمۂ سول کی اصلاح۔ بندوبست استمراری اور عدالتوں کی تنظیم اور درستی سے متعلق تھیں +

کلائیو اور وارن ہیسٹنگز نے کئی مرتبہ ڈائرکٹروں کو لکھا تھا۔ کہ جب تک کمپنی کے افسروں اور دوسرے ملازموں کی تنخواہوں میں مناسب اضافہ نہ ہوگا۔ رشوت ستانی۔ ذاتی تجارت۔ زر لگان کے کمیشن اور دیگر خرابیوں کا انسداد ہرگز نہ ہو سکیگا۔ بڑے افسروں کا مشاہرہ بھی قلیل تھا۔ پنشن کا قاعدہ نہ تھا۔ اس لئے ہر افسر یہی کوشش کرتا تھا کہ ہندوستان چھوڑنے سے پہلے اس قدر سرمایہ جمع کرلے کہ باقی زندگی چین سے بسر کر سکے۔ اس پر ڈائرکٹر تھے۔ کہ ان کو اپنے مصارف میں لاکھوں روپیہ کا اضافہ گوارا نہ تھا۔ مگر لارڈ کارنوالس نے اپنے رعب اور اثر و رسوخ کے طفیل کمپنی کو تنخواہوں میں اضافہ کرنے پر مجبور کرلیا۔ تاکہ ملازموں کے دل میں بالائی آمدنی کی ہوس نہ رہے۔ پس ہر

ملازم کو معقول تنخواہ ملنے لگی۔ اور بالائی آمدنی بند کر دی گئی۔ اس کی ایک عجیب مثال یہ ہے کہ رزیڈنٹ بنارس کی تنخواہ ایک ہزار روپیہ سالانہ تھی مگر بالائی آمدنی چار لاکھ۔ اب اس کی تنخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوئی +

الغرض کارنوالس کی کوششوں سے اکثر خرابیاں دور ہوئیں رشوت لینے والے بددیانت ملازم برطرف کئے گئے۔ روپیہ حاصل کرنے کے ناجائز وسائل کا سدباب کیا گیا اور ناقابل آدمیوں کا تقرر بند کیا گیا۔ مگر کارنوالس نے اپنے نیک نام پر ایک بدنما داغ بھی نہ لگایا۔ یعنی یہ قاعدہ وضع کیا کہ کم درجے کی نوکریوں کے علاوہ کسی ہندوستانی کو کوئی بڑا عہدہ نہ دیا جائے +

بندوبست دوامی

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے۔ ۷۵ فیصدی سے زیادہ آبادی براہِ راست یا بالواسطہ کاشتکاری سے روزی کماتی ہے۔ ہندوستان کی حکومت کا دارومدار زیادہ تر زمین کی مالگزاری پر رہا ہے۔ جب ملک نے آج کل کی سی ترقی نہ کی تھی تو حکومت کی کل آمدنی کا ۷۰ یا ۷۵ فیصدی حصہ اراضی کا زر لگان ہوتا تھا۔ آج کل بھی حکومت ہند کی کل آمدنی کا چالیس فیصدی حصہ زرِ لگان ہوتا ہے

یہاں ہمیشہ سے یہ دستور مقرر تھا کہ اراضی کی مالک حکومت تھی اور پیداوار میں سے اپنا حصہ جنس کی صورت میں کاشتکار سے وصول کرتی تھی۔ مثلاً اکبر کے زمانہ میں ایک تہائی حصہ حکومت لیتی تھی۔ مگر اکبر نے جنس کے بجائے نقد روپیہ لینے کا طریق جاری کیا۔ جس سے حکومت اور رعایا دونوں کی

بہت سی تکلیفیں دور ہو گئیں +

زرِ لگان وصول کرنے کے لئے حکومت اپنے اور کاشتکار کے درمیان ایک تیسرا شخص بطور گماشتہ مقرر کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ درمیانی آدمی "زمیندار" کہلانے لگا۔ جو اپنا کمیشن کاٹ کر زرِ لگان خزانہ میں داخل کر دیتا تھا۔ بعد میں زمیندار کا عہدہ موروثی ہو گیا اور یہ دستور بن گیا کہ وہ ایک مقررہ رقم حکومت کو ادا کرے اور خود جتنا روپیہ چاہے کاشتکار سے وصول کرے۔ اس طرح زمینداروں کی طاقت روز بروز بڑھتی گئی اور غریب کاشتکار ان کے ظلم کا شکار ہونے لگے۔ جب انگریزی کمپنی کو دیوانی ملی تو اس نے زمینداروں کو نظر انداز کر کے کاشتکاروں سے براہِ راست زرِ لگان وصول کرنے کا طریق اختیار کیا۔ چنانچہ ہر سال سب سے بڑھ کر بولی دینے والے کو اراضی دی جاتی تھی +

وارن ہیسٹنگز نے ۱۷۷۲ء میں یہ طریق بدل دیا۔ اور زرِ لگان کی فراہمی کا پنجسالہ ٹھیکہ دینے کا قاعدہ اختیار کیا۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہی ہر سال کاشتکار کو اراضی دینے کا طریق جاری کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکار زمین کی درستی میں روپیہ لگانے سے گریز کرنے لگے اور زرِ لگان دن بدن گھٹتا چلا گیا +

لارڈ کارنوالس اور ڈائرکٹر اس بات پر متفق تھے کہ زمین کے بندوبست پر نظرِ ثانی کی جائے۔ اور سب سے زیادہ بولی دینے والوں کو ہر سال ایک قطعہ زمین دے دینے کے غیر متعیّن اور خطرناک طریقہ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی جائے جس نے

زمینداروں کو تقریباً برباد کر دیا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ ہندوستان کے عجیب طریقہ مالگزاری کو نہ تو کارنوالس سمجھتا تھا۔ نہ ڈائرکٹر۔ وہ صرف انگلستان کے طریقے کو سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ انگلستان کے زمینداروں کو بہترین جماعت کی طرح جو زمین کے مالک ہیں۔ اور اپنے اور کاشتکاروں کے فائدہ کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی زمینداروں کی ایک جماعت بنا دی جائے۔ چنانچہ یہ اہم کام سر جان شور کے سپرد کیا گیا کہ وہ بنگال کے طریقۂ مالگزاری کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رپورٹ پیش کرے۔ شور کی یہ رائے تھی کہ اراضی کو سالانہ ٹھیکہ پر دینے کا طریقہ اچھا نہیں۔ اور زرِ لگان قدیم زمینداروں کی معرفت ہی وصول ہونا چاہئے۔ شروع میں بطور تجربہ دس سال کے لئے بندوبست کیا جائے۔ اور کامیابی ہونے پر مستقل کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ ۱۷۸۹ء سے تقریباً چار سال تک یہی طریقہ جاری رہا۔ ۱۷۹۳ء میں لارڈ کارنوالس نے ڈائرکٹروں کی منظوری سے اس بندوبست کو ہمیشہ کے لئے مستقل کر کے سرکاری مطالبہ مقرر کر دیا۔ یہ مستقل بندوبست کا طریقہ بنگال اور بہار اڑیسہ میں جاری کیا گیا۔ اور دو سال بعد بنارس کے علاقہ میں بھی یہی طریقہ جاری ہوا۔ بعد ازاں مدراس کے شمال و مشرقی حصے میں بھی اسی دوامی بندوبست کا سلسلہ قائم ہوا۔ اور اب ہندوستان کے پانچویں حصہ میں یہی بندوبست جاری ہے ٭

اس قانون کے رُو سے زمیندار محض درمیانی آدمی نہ رہے بلکہ زمین کے مالک قرار پائے۔ ان کو اپنی زمین بیع یا رہن کرنے

کا پورا اختیار دیا گیا۔ نیز ان کو حق وراثت عطا کیا گیا۔ بشرطیکہ وہ مالگزاری ٹھیک وقت پر ادا کرتے رہیں۔

لیکن اگر وہ سرکاری زرِ لگان مقررہ تاریخ تک ادا نہ کریں۔ تو جائداد نیلام کردی جائے۔

بندوبست دوامی کے فوائد

(۱) زرِ لگان کی ہر سال تبدیلی اور اس کے وصول ہونے کی غیر یقینی حالت دور ہو گئی۔

(۲) کاشتکار اس خرچ اور پریشانی سے بچ گئے۔ جسے ہر سال برداشت کرنا پڑتا تھا۔

(۳) بہت سے زمیندار (مالکانِ اراضی) اپنی زمینوں کو ترقی دینے لگے۔

(۴) حکومت اور رعایا (یعنی اصل کاشتکار اور مزارعین) کے درمیان زمینداروں کی دولتمند اور وفادار جماعت قائم ہو گئی۔ جس سے حکومت برطانیہ کی بنیادیں مستحکم ہو گئیں۔

(۵) لوگ خوشحال ہونے لگے اور زراعتی ترقی کی راہ میں جو رکاوٹیں تھیں دور ہو گئیں۔

بندوبست دوامی کے نقصانات

(۱) حکومت کو ہر سال قریباً دس کروڑ روپیہ کا نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ زمیندار اگرچہ کاشتکاروں سے موجودہ حالت کے لحاظ سے لگان وصول کرتے ہیں۔ مگر حکومت کو وہی رقم جو ۱۷۹۳ء میں مقرر ہوئی تھی دیتے ہیں۔

(۲) چونکہ موجودہ ترقی پذیر حکومت کے اخراجات بہت بڑھ گئے

ہیں۔ لہذا ہندوستان کے دیگر صوبوں پر نسبتاً زیادہ ٹیکس
لگانے پڑتے ہیں۔ حالانکہ بنگال اور مدراس کے زمیندار وہی
سابقہ لگان ادا کرتے ہیں +

(۳) کاشتکار یعنی مزارعین بہت سے مالکانہ حقوق اور مراعات
سے محروم ہو گئے ہیں جو انہیں بندوبست دوامی سے پہلے
حاصل تھیں۔ اور زمینداروں یعنی مالکان اراضی کو بے جا
طور پر فائدہ پہنچتا ہے ÷

(۴) کارنوالس کی یہ امید کہ یہ زمیندار انگلستان کے زمینداروں
کی طرح زمین کی حیثیت بڑھائینگے۔ زراعت کو ترقی دینگے۔
اور اپنے ماتحت مزارعین سے فیاضانہ سلوک کرینگے مطلق
پوری نہ ہوئی۔ اکثر زمیندار اپنی دولت عیش و عشرت میں
صرف کرتے اور زمین کی ترقی کے لئے کچھ نہیں کرتے +

(۵) بندوبست دوامی نے زمینداروں پر کوئی ایسی پابندی عاید
نہیں کی جو انہیں کاشتکاروں سے مناسب رقم سے زیادہ
وصول کرنے سے روک سکے۔ چنانچہ حریص زمیندار اپنے
کاشتکاروں سے نہایت ناروا سلوک کرتے ہیں +

الغرض جب فوائد اور نقصانات کا موازنہ کیا جاتا ہے۔ تو
نقصانات کا پلڑا بھاری پایا جاتا ہے۔ اور تمام مدبرین ملک
بندوبست دوامی کو ایک فاش غلطی قرار دیتے ہیں +

سر جان شور کی رائے بالکل ٹھیک تھی کہ بندوبست دس سال
کے لئے ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس میں وہ تمام فوائد حاصل ہو سکتے
تھے جن کی توقع بندوبست دوامی سے تھی۔ اگر بیس سالہ یا تیس
سالہ بندوبست ہی کیا جاتا تو وہ سخت نقائص جو دوامی بندوبست

سے پیدا ہوئے ظہور پذیر نہ ہوتے۔ نہ حکومت کو کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوتا اور نہ بیچارے مزارعین کے حقوق پامال ہوتے +

عدالتوں کی تنظیم اور قانون میں اصلاح

کارنوالس نے محکمۂ مال یعنی مالگزاری وصول کرنے کے لئے الگ افسر بنام کلکٹر مقرر کئے۔ اور عدالتوں کے منصف بنام ڈسٹرکٹ جج ان سے علیحدہ رکھے۔ مگر کلکٹری اور ڈسٹرکٹ ججی کے عہدے صرف انگریزوں کو دلے۔ اس نے فوجداری مقدموں کے فیصلے کا کام بھی ہندوستانی نائب ناظموں کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور فوجداری عدالتوں کے لئے مجسٹریٹ مقرر کئے اس نے کلکتہ۔ مرشد آباد۔ پٹنہ اور ڈھاکہ میں صدر یا یوں کہیں کہ صوبہ کی عدالتیں قائم کیں۔ بعض عدالتیں مختلف اضلاع میں دورہ بھی کرتی تھیں۔ جو صوبہ کی عدالتوں کے ماتحت ہوتی تھیں۔ فوجداری کی سب سے بڑی عدالت اپیل صدر نظامت عدالت تھی +

لارڈ کارنوالس نے پرانے زمانہ کی وحشیانہ سزائیں منسوخ کرکے ایک نیا "مجموعہ تعزیراتِ ہند" تیار کیا۔ اسے "کارنوالس کوڈ" بھی کہتے ہیں۔ اس سے قانون فوجداری واضح اور آسان فہم ہوگیا۔ محکمۂ پولیس کا نظام بھی بہتر بنا دیا گیا۔ الغرض کارنوالس نے ہیسٹنگز کی اصلاحات کو تکمیل تک پہنچایا۔ اور جو بنیادیں کہ ہیسٹنگز نے ڈالی تھیں ان پر ایک عالی شان عمارت تعمیر کردی +

میسور کی تیسری لڑائی

حیدر علی اگرچہ خواندہ نہ تھا لیکن بڑا قابل اور دُور اندیش حکمران تھا۔

اس کا لڑکا ٹیپو اگرچہ بہادر تھا مگر مغرور اور متعصب تھا وہ اپنی ہندو رعایا کو بہت تنگ کرتا تھا۔ اس کا ظلم یہاں تک بڑھ گیا کہ مرہٹوں نے ناراض ہو کر رعایا کو ٹیپو کے پنجے سے رہائی دلانے کا تہیہ کر لیا۔ اور چونکہ اس نے سلطان کا لقب اختیار کر لیا تھا۔ اس لئے نظام بھی برہم ہو گیا۔ چنانچہ ۱۷۸۶ء میں نظام اور مرہٹوں نے مل کر ٹیپو پر حملہ کیا۔ فریقین کا بہت نقصان ہؤا۔ مگر ٹیپو کی طاقت پامال نہ ہوئی اور اس کے مظالم جاری رہے +

ٹیپو کو انگریزوں سے سخت نفرت تھی اور ان کی بیخکنی کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ ۱۷۸۷ء میں اس نے دو سفیر سلطان ٹرکی اور شاہِ فرانس کے پاس مدد کی غرض سے بھیجے۔ تاکہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال سکے۔ مگر یہ کوشش بیکار ثابت ہوئی +

۱۷۸۹ء کے آخر میں ٹیپو نے راجہ ٹراونکور پر جو انگریزوں کی پناہ میں آ گیا تھا بیجا طور پر حملہ کر دیا۔ پس لارڈ کارنوالس کو اعلانِ جنگ کرنا پڑا۔ چنانچہ اس نے نظام اور مرہٹوں سے مل کر ٹیپو پر حملہ کر دیا۔ اور مدراس کونسل کی حسبِ معمول غفلت اور ناقابلیت کے سبب کارنوالس بحیثیت کمانڈر انچیف خود فوج لے کر میدان میں نکلا۔ شروع میں وہ صرف بنگلور پر قبضہ کر سکا۔ مگر جب ۱۷۹۲ء میں اس نے سرنگاپٹم دارالخلافہ میسور کا محاصرہ کر لیا اور ٹیپو نے اپنا قلعہ ہاتھ سے نکلتا دیکھا تو ٹیپو صلح کا خواستگار ہؤا۔ چنانچہ عہدنامہ سرنگاپٹم لکھا گیا اس کے رُو سے ٹیپو کی طاقت کا گویا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ اُسے

اپنی آدھی سلطنت (جس میں ڈنڈیگل۔ بارامحل اور مالابار کے اضلاع شامل تھے) دینے کے علاوہ تین کروڑ روپیہ تاوان جنگ اور دو بیٹے بطور یرغمال دینے پڑے +

مفتوحہ علاقہ اتحادیوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اب ریاست میسور کا تعلق سمندر سے منقطع ہو گیا۔ اور میسور کی سطح مرتفع تک پہنچنے کے لئے جن دروں سے گزرنا پڑتا تھا انگریزوں کے قبضہ میں آ گئے۔ اگرچہ اس عہدنامہ نے ٹیپو کو بے دست و پا بنا دیا۔ مگر وہ انگریزوں سے انتقام لینے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے زمان شاہ امیر افغانستان۔ مرہٹوں اور فرانسیسیوں سے خط و کتابت شروع کی۔ اور لارڈ ولزلی کے عہد سے پہلے اس کی حکومت کا خاتمہ نہ ہوا +

معاملاتِ ہند میں انگریزوں کا اُلجھاؤ

ایکٹ ۱۷۸۴ء کے مطابق انگریزوں نے اپنے مقبوضات کی مزید وسعت ناپسندیدہ قرار دی تھی۔ پٹ کے انڈیا ایکٹ کے رو سے بھی یہ لازم تھا کہ گورنر جنرل ڈائرکٹروں کی منظوری کے بغیر جنگ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ خود کارنوالس بھی دیسی ریاستوں کے ساتھ لڑنے کے خلاف تھا۔ تاہم جنگ میسور ہوئی۔ یہ کیوں؟ دراصل کمپنی کے لئے ہندوستان کے جھگڑوں سے الگ رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔ کیونکہ کوئی بڑی دیسی طاقت دوسری طاقتوں کو ضرور نیچا دکھاتی اور پھر انگریزوں کے خلاف اٹھتی۔ پس تماشائیوں کی طرح خاموش کھڑا رہنا انگریزوں کو یقیناً نقصان پہنچاتا +

بہرحال کارنوالس کی روانگی سے کچھ پہلے انگریزوں اور

فرانسیسیوں کے درمیان یورپ میں لڑائی ہونے لگی۔ اور انگریزوں نے فرانس کے ہندوستانی مقبوضات پر قبضہ کرلیا۔ اسی سال کمپنی کے چارٹر کی تجدید کا وقت بھی آ گیا۔ بہتر ہوتا کہ اب کمپنی کا اجارہ توڑ دیا جاتا۔ مگر اس میں چوبیس سال کے لئے توسیع کی گئی +

سر جان شور

۱۷۹۳ء سے ۱۷۹۸ء تک

اگست ۱۷۹۳ء میں لارڈ کارنوالس ہندوستان سے رخصت ہوا اور سر جان شور جس نے بندوبست دوامی کے خلاف رائے دی تھی۔ گورنر جنرل مقرر ہوا۔ حالانکہ پٹ کے انڈیا ایکٹ کے رو سے کمپنی کا کوئی افسر گورنر جنرل نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر لارڈ کارنوالس کی زبردست سفارش اور اس عہدے کے لئے انگلستان میں کسی تجربہ کار مدبّر کی عدم موجودگی کے سبب یہ تقرر عمل میں آیا۔ سر جان شور لائق اور تجربہ کار تو ضرور تھا۔ مگر بوڑھا ہو چکا تھا۔ وہ اس اہم عہدہ کی ذمہ واریوں کا بوجھ نہ اٹھا سکا۔ غرض اُس کا عہد کامیاب ثابت نہ ہوا +

عدم مداخلت کی پالیسی ۱۷۸۴ء کے قانون کی رُو سے گورنر جنرل کو دیسی ریئسوں کے معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہ تھی۔ سر جان شور بھی عدم مداخلت کی غلط پالیسی کا حامی تھا۔ جس کی پیروی سے برطانوی اقتدار کو صدمہ پہنچا +

مرہٹوں کا جتھا
۱۷۹۰ء کے قریب
کابل
پشاور
افغانستان
دریائے ستلج
لاہور
ملتان
دریائے سندھ
امیران سندھ
راجپوتانہ
دہلی
آگرہ
گوالیار
اندور
بڑودہ
گائکواڑ
دریائے نربدا
ناگپور
دریائے تاپتی
دریائے گوداوری
بمبئی
پونا
ستارا
کولہاپور
نظام
حیدرآباد
دریائے کرشنا
مسولی پٹم
میسور
سرنگاپٹم
مدراس
تنجور
لنکا
نیپال
پٹنہ
بنارس
الہ آباد
کٹک
خلیج بنگالہ
بحیرۂ عرب
۷۰
۸۰
۹۰
۳۰
۲۰
۱۰

مرہٹوں کا عروج

اس وقت وسطِ ہند میں مرہٹوں کو بڑا عروج حاصل تھا۔ پیشوا کی سلطنت دکن کی مغربی حد پر مملکتِ نظام۔ ساحل سمندر اور میسور کے درمیان واقع تھی۔ گائکواڑ کے قبضہ میں کاٹھیاواڑ اور گجرات تھے۔ جنوبی مغربی مالوہ میں ہلکر کی حکومت تھی۔ سیندھیا کی حکمرانی مشرقی مالوہ جمنا کے مغربی جانب کے علاقہ۔ گنگا کے اوپر کے حصے اور جمنا کے درمیانی خطۂ ملک میں تھی۔ ناگپور سے کٹک تک کا علاقہ راجہ برار کے قبضہ میں تھا۔ غرض دکن میں مرہٹوں کی مملکت مغرب میں گجرات سے لے کر مشرق میں اڑیسہ تک تھی۔ اس کی شمالی سرحد پنجاب تک جا پہنچی تھی اور جنوب کی سمت نظام کے علاقوں تک تین طرف مرہٹوں کے مقبوضات تھے۔

مرہٹوں کا نام نہاد سردار سیواجی کے خاندان سے تھا۔ جو ستارہ کے شاہی محل میں رہتا تھا۔ اور مغربی ہند کی حکومت دراصل مدت سے پیشوا کے ہاتھ میں تھی جو پونا میں رہتا تھا۔ مگر وہ بھی اپنے قابل وزیر نانا فرنویس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہُوا تھا۔ باقی مرہٹہ طاقتیں صرف برائے نام پونا کے ماتحت تھیں۔ ہلکر۔ بھونسلہ۔ سندھیا۔ گائکواڑ حقیقت میں قریباً خود مختار ہو چکے تھے۔ سندھیا اور ہلکر کے درمیان خاندانی دشمنی تھی۔ راجہ برار دربار پونا کی سازشوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہا۔ مرہٹہ طاقتوں میں سے صرف گائکواڑ نے کبھی انگریزی حکومت کا مقابلہ نہیں کیا تھا۔ ذاتی قابلیت اور سلطنت کی وسعت کے لحاظ سے مادھوجی سیندھیا سب مرہٹہ سرداروں سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ اس نے ان ایام میں ہندوستان میں ستلج سے آگرہ

تک تسلط جما رکھا تھا۔ اُس کے قبضہ میں مالوہ اور دکن کے زرخیز علاقے بھی تھے۔ اور ایک نہایت عمدہ قواعد دان فوج بھی رکھتا تھا +

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سیندھیا کی معرفت ۱۷۸۲ء میں پیشوا اور انگریزوں کے درمیان سلبئی کا عہدنامہ ہؤا تھا۔ اس کے بعد سیندھیا اپنی طاقت بڑھاتا چلا گیا۔ چنانچہ اس نے شاہ عالم کو بھی اپنے قابو میں کر لیا۔ پھر ۱۷۸۴ء میں سیندھیا نے شاہِ دہلی سے پیشوا کے لئے "وکیل مطلق" یا شاہی وزیر اور اپنے لئے "نائب وکیل" یا نائب پیشوا کا خطاب حاصل کیا۔ مگر ۱۷۸۶-۸۹ء میں راجپوتوں سے شکست کھا کر سیندھیا کو دہلی سے جانا پڑا۔ اب سنیں کہ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۵۷ء میں دہلی میں نجیب الدّولہ کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔ اس کے پوتے غلام قادر نے دہلی کے شاہی محلات میں مدفون خزانوں کا پتہ لگانے کے لئے شہنشاہ شاہ عالم اور بیگمات اور شہزادوں کو سخت ایذائیں دیں۔ اور شاہ عالم کی آنکھیں نکال دیں۔ رہا خزانہ اس کا وجود ہی نہ تھا۔ پھر پتہ کیسے چلتا۔ ہاں غلام قادر تاریخ میں سفاک کے نام سے بدنام ہؤا۔ بہر حال سیندھیا جلد واپس آ گیا اور غلام قادر مارا گیا +

اب اس نے شاہ عالم سے "وکیل مطلق" اور "نائب وکیل" کے خطابات موروثی کرائے اور ۱۷۹۲ء میں بادشاہ کا فرمان لے کر سیندھیا پونا پہنچا۔ اور بڑی دھوم دھام کے ساتھ پیشوا نے وکیل مطلق کا خطاب پایا۔ سیندھیا کی طاقت روز افزوں ترقی پر تھی۔ اور نانا فرنویس اور دوسرے مرہٹہ سردار حسد سے جل بھُن رہے تھے کہ سیندھیا نے ۱۷۹۴ء میں وفات پائی۔ اور اب

اس عالی حوصلہ۔ باریک بیں اور دُور رس حکمت عملی سے ملکی جوڑ توڑ کرتے والے مدبر کا نابالغ بیٹا دولت راؤ اُس کے بجائے گدی نشین ہوا +

نظام پر مرہٹوں کی متفقہ یورش

۱۷۹۵ء میں نانا فرنویس کی کوشش سے پیشوا سندھیا اور ہلکر نے ایک زبردست متفقہ جماعت بنا کر نظام کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ نظام نے سرجان شور سے مدد مانگی۔ مگر وہ عدم مداخلت کا پابند تھا اور اسے یہ بھی خوف تھا کہ مبادا نظام کو مدد دینے سے مرہٹوں اور ٹیپو سے پھر لڑائی شروع ہو جائے۔ پس نظام کی امداد سے انکار کر دیا۔ حالانکہ نظام اور انگریزوں کے درمیان ایسے مواقع پر باہمی امداد کا عہد بھی ہو چکا تھا۔ غرض مرہٹوں نے کردلا کی لڑائی میں نظام کو شکست فاش دی۔ نظام مرہٹوں کا باجگزار بنا اور اُسے نہایت شرمناک شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ تاوان جنگ کے طور پر تین کروڑ روپیہ اور کئی ضلعے مرہٹوں کے حوالہ کر دینے پڑے۔ گورنر جنرل کی اس کمزور پالیسی کے سبب نظام انگریزوں سے ناراض ہو گیا۔ اُس نے انگریزی فوجوں کو برخاست کر کے فرانسیسی فوجیں نوکر رکھ لیں۔ مرہٹے دکن میں سب سے زیادہ قوی طاقت بن گئے۔ دیسی ریاستوں نے انگریزوں پر عہد شکنی کا الزام لگایا۔ اور کمپنی کے حق میں نتیجہ بہت بُرا ہوا۔ نظام سخت کمزور ہو گیا۔ اگر انگریز اُسے مدد دیتے تو وہ آئندہ نہایت طاقتور دوست ثابت ہوتا۔ مرہٹے بیش از پیش طاقتور ہو گئے۔ اور پہلے سے بڑھ کر خطرناک دشمن بن گئے +

باجی راؤ ثانی

کرولا کی لڑائی وہ آخری لڑائی تھی۔ جس میں مرہٹہ سردار پیشوا کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اس کے بعد ہر سردار نے اپنی حکومت الگ قائم کرلی +

نانا فرنویس بڑا قابل اور مدبر شخص تھا مگر خود رائے۔ وہ پیشوا کی ایک نہ سنتا تھا۔ آخر تنگ آکر پیشوا مادھو نرائن نے خودکشی کر لی۔ اور بہت سی سازشوں اور کشمکش کے بعد ۱۷۹۶ء میں رگھوناتھ راؤ کے لڑکے باجی راؤ ثانی کو پیشوا بنایا گیا۔ یہ آخری پیشوا تھا۔ مرہٹوں کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ ۱۷۹۷ء میں ٹکوجی ہلکر بھی مرگیا اور سندھیا نے پیشوا اور نانا فرنویس کے درمیان لڑائی کرادی۔ ادھر ستارہ اور کولاپور کے راجہ بھی دربارِ پونا سے آزاد ہوگئے اور جلد ہی جمعیّتِ مرہٹہ بہ طور ایک متحدہ طاقت ختم ہوگئی +

معاملاتِ اودھ

۱۷۹۷ء میں آصف الدّولہ نواب وزیر اودھ فوت ہوگیا۔ اس نے ایک کنیز کے لڑکے وزیر علی کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا جو نوابی کے لائق نہ تھا اس کے زمانہ میں اودھ کا حال اور بھی بدتر ہوگیا اور مدّتوں کی بُری حکومت سے یہاں ایسی بدنظمی پھیلی ہوئی تھی کہ قرب و جوار میں کمپنی کے علاقے خطرے میں پڑگئے۔ اودھ کی رعایا بھی وزیر علی کے سخت خلاف تھی۔ پس گورنر جنرل کو معاملاتِ اودھ میں مداخلت کرنی ہی پڑی۔ اور وزیر علی کی جگہ آصف الدّولہ کا بھائی سعادت علی خان اس شرط پر نواب بنایا گیا کہ وہ الہ آباد کا مستحکم قلعہ کمپنی کے حوالہ کردے اور

امدادی فوج کے مصارف ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرے۔ کمپنی نے اودھ کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اور نواب کی فوج کی تعداد دس ہزار مقرر کر دی گئی +

بنگال کے فوجی افسروں کی بغاوت

کمپنی کی فوج کے دو قسم کے افسر

یعنی وہ جو شاہ انگلستان کی طرف سے مقرر ہوئے تھے اور دوسرے کمپنی کے اپنے ملازم اگرچہ آپس میں مخالف تھے مگر اصلاحات سے ناراضگی کے سلسلے میں متفق ہو گئے۔ پس بغاوت کر دی۔ ڈبل بھتے کے دوبارہ اجرا کے علاوہ کئی اور مطالبے کئے +

ایسے ہی موقع پر جہاں کلائیو نے حوصلہ مندی اور دانائی کے زور سے بغاوت بھی فرو کی تھی اور اپنی بات پر بھی قائم رہا تھا۔ وہاں سر جان شور نے کمزوری دکھائی اور چند مطالبات تسلیم کر لئے +

غرض ہر معاملہ میں سر جان شور کو کمزور پا کر کمپنی نے اُسے ۱۷۹۸ء میں واپس بلا لیا۔ کیونکہ اس وقت ہندوستان میں ایک بہادر اور مستقل مزاج گورنر جنرل کی ضرورت تھی +

آٹھواں باب

لارڈ ویلزلی

۱۷۹۸ء سے ۱۸۰۵ء تک

سرجان شور کے بعد ۱۷۹۸ء میں لارڈ ویلزلی جو اس وقت صرف اڑتیس برس کا تھا ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اس تقرر سے پہلے ہی وہ لیاقت اور ذہانت کے لئے خاص شہرت رکھتا تھا اور پارلیمنٹ کے ممبر کی حیثیت سے انگلستان کے مدبروں میں شمار ہوتا تھا۔ اور معاملاتِ ہند میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔ اس کے ہفت سالہ عہدِ حکومت کو تاریخ ہند میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس نے نہایت شاندار خدمات انجام دیں۔ چنانچہ وہ ہندوستان کے بڑے سے بڑے انگریز حاکموں (مثلاً کلائیو۔ وارن ہیسٹنگز اور ڈلہوزی) کے ساتھ صفِ اوّل میں جگہ پانے کا مستحق ہے۔ اور ان ہی کی طرح برطانوی حکومتِ ہند کا ایک کارکن اور کاردان معمار کہلاتا ہے۔ ویلزلی عالی دماغ تھا مگر مغرور۔ اپنی ذات پر بڑا بھروسہ رکھتا تھا۔ اس لئے اپنے اختیارات کی توسیع کا تمنائی تھا ذاتی فائدے سے بے پروا تھا اور خلوص اور دیانت سے کام کرتا تھا۔ ظاہری نمائش کا دلدادہ بھی ضرور تھا مگر بلا کا بارعب۔

اپنے عہد کے آغاز میں اُسے خیال تھا کہ اب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت اور شہنشاہیت قائم ہوگئی ہے چنانچہ اس کے عہد کے دوران میں اس کی کوششوں سے یہ خیال ایک امرِ واقعہ میں تبدیل بھی ہوگیا۔ یعنی قریب قریب تمام ہندوستانی حکومتوں نے انگریزوں کی فوقیت اور شہنشاہیت کو یا اُن کو طاقتِ مقتدرہ تسلیم کر لیا +

۱۷۹۸ء کے قریب ہندوستان کی سیاسی حالت

انگریز عدم مداخلت کی غلط حکمتِ عملی کے بدترین نتائج سے دوچار ہو رہے تھے۔ یعنی پچھلے چھ سال میں ٹیپو اپنی طاقت بڑھا کر جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ سیندھیا اور نظام کے درباروں میں فرانسیسیوں کا رسوخ بہت بڑھ گیا تھا۔ راجہ برار بھی انگریزوں سے جنگ کرنے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ کرناٹک میں سخت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ اور جیسا کہ ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کرولا کے معرکہ (۱۷۹۵ء) میں معاہدہ کے خلاف سرجان شور کا نظام کو مدد دینے سے انکار ایک ایسا واقعہ تھا کہ ہندوستانی ریاستوں کے دلوں میں انگریزوں کے عہد ناموں کا اعتبار اُٹھ گیا تھا۔ وسطِ ہند میں ساحلِ بحر تک جمعیت مرہٹہ کا طوطی بولتا تھا۔ اس جتھے میں پیشوا کے علاوہ سب سے زیادہ با اقتدار مرہٹہ سردار سیندھیا بھی تھا۔ جس نے شاہ عالم پر قابو پاکر دہلی اور آگرہ پر اپنا تسلّط بٹھا لیا تھا۔ رہے ہُلکر۔ گائکواڑ۔ بھونسلا اور برار جیسے طاقتور مرہٹہ سردار۔ یہ سب بھی انگریزوں کے دشمن تھے اور خاص کر سیندھیا۔ ان سب نے ملک میں تاخت و

تاراج کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اپنے قرب و جوار کی ریاستوں کو فتح کر کے اپنی اپنی مملکت کی توسیع کی فکر میں تھے۔ مگر آپس میں بھی لڑتے تھے۔ انہوں نے کرڑلا کا معرکہ مار کر نظام کو اپنا باجگزار بنا لیا تھا۔ اور وہ انگریزوں کا دشمن ہوگیا تھا۔ کمپنی کی مالی حالت نازک تھی۔ اور عدمِ مداخلت کے زمانہ میں انگریزوں کی طاقت ترقی کرنے کے بجائے اب اندیشہ ناک اور مخدوش حالت میں تھی۔ ادھر یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ چنانچہ مشہورِ آفاق فرانسیسی سپہ سالار نیپولین بونا پارٹ نے مصر پر حملہ کر دیا۔ جہاں سے وہ ہندوستان پر حملہ کرنا۔ اور انگریزوں کو نیچا دکھانا چاہتا تھا۔ یہاں ٹیپو بھی نیپولین کی امداد کے لئے تیار تھا۔ ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں سے مدد بھی مانگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جزیرۂ مارشیش کے گورنر نے کچھ فوج بھی روانہ کی۔ اور اگرچہ مصر میں نیپولین کو شکست ہوئی۔ مگر فرانس کی طرف سے خطرہ موجود تھا۔

غرض اس وقت انگریز چاروں طرف سے مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ مگر اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کس طرح ویلزلی کے تدبر نے ان پر غلبہ پایا اور انگریزوں کی ڈوبتی کشتی کو ساحلِ مراد پر لگایا۔ پہلے اس نے فرانس کے کانٹے کو انگریزوں کے پہلو سے ہمیشہ کے لئے نکالنے کی ٹھانی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ جب تک انگریزی کمپنی کی حکومت ایسی مستحکم مستقل اور طاقتور نہ ہوجائیگی کہ تمام دیسی نوابوں اور راجاؤں اور فرانسیسیوں پر فوقیت حاصل کرے ملک میں امن قائم نہ ہوگا۔ مگر اس

نے یہ بھی دیکھا کہ پٹ کا انڈیا ایکٹ اور عدم مداخلت کی حکمت عملی اس کام میں ہارج ہو رہے ہیں۔پس ان کو بالائے طاق رکھ دیا اور ڈائرکٹروں کے حکم کی پروا نہ کی۔ اب وہ دیسی ریاستوں سے فرانسیسیوں کا رسوخ زائل کرنے پر متوجہ ہوا۔ نظام کو فرانسیسی فوج پر بڑا ناز تھا۔ ٹیپو علانیہ کہتا تھا کہ میں فرانسیسیوں کی مدد سے انگریزوں کو ہندوستان سے نکال کر دم لونگا۔ نظام اور مرہٹے ٹیپو کے ساتھ خفیہ سازش میں شریک تھے۔ ٹیپو بڑے زور شور سے جنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے زمان شاہ والی افغانستان اور سلطان ترکی کے درباروں میں سفیر بھیج کر انگریزوں کے خلاف مدد مانگی۔ گورنر ہارئیس پہلے ہی مدد کو تیار تھا۔ پس ولزلی نے پہلے ٹیپو ہی کو لکھا کہ فرانسیسیوں کو اپنے ملک سے نکال دے۔ ویلزلی چاہتا تھا کہ پہلے ٹیپو کی طاقت کا خاتمہ کیا جائے۔ مگر ٹیپو اُسے ٹالتا رہا +

ادھر ملک کی حالت روز بروز خراب ہو رہی تھی اور نظام مرہٹوں اور ٹیپو کی سازشوں کے علاوہ شمالی ہند میں زمان شاہ امیر افغانستان کی طرف سے خطرہ نظر آنے لگا تھا۔ اگر اس وقت ولزلی عدم مداخلت پر عمل کرتا تو یہ دشمن متحد ہو کر انگریزوں کو فنا کر دیتے +

طریق امدادی یا سب سڈی اری سسٹم
Subsidiary System

ولزلی نے عدم مداخلت ترک کر کے طریق امدادی جو اگرچہ اُس کا اپنا ایجاد نہ تھا۔ اتنے بڑے پیمانے پر جاری کیا اور اسے کچھ

اس طرح اپنی حکمت عملی کا سنگِ بنیاد دینا یا کہ ہم اسی کو اس کا موجد کہ سکتے ہیں - اس کے رُو سے دیسی حکمرانوں کو لکھا گیا کہ فرانسیسیوں کو اپنی ملازمت سے نکال دیں - کمپنی کی اجازت کے بغیر کسی دوسری ریاست سے اتحاد نہ کریں - اور نہ انگریزوں کے سوا کسی یورپی کو ملازم رکھیں - ہر ایک ریاست میں انگریزی ریذیڈنٹ رہے - والیانِ ریاست اپنے ملک کی حفاظت کے لئے ایک انگریزی فوج رکھیں اور اس کے مصارف ادا کریں شروع میں تو یہ مصارف زرِ نقد کی صورت میں لئے جاتے تھے لیکن جب اکثر چند سالوں کی رقم بطور بقایا جمع ہونے لگی - تو زرِ نقد کے بجائے ریاستوں سے اس قدر علاقہ لے لیا گیا - جس کے محاصل سے محافظ انگریزی فوج کا خرچ نکل آئے - مذکورہ شرائط کے بدلے کمپنی نے ذمہ لیا کہ ہم بیرونی حملوں سے ریاستوں کی حفاظت کرینگے - اور اندرونی بغاوتیں فرو کرینگے - مگر معاملات حکومت میں نواب اور راجے بالکل خود مختار ہونگے - کمپنی مطلق دخل نہ دیگی +

سب سے پہلے نظام نے "طریق امدادی" کا عہد نامہ تحریر کیا - کیونکہ وہ ٹیپو اور مرہٹوں سے خوفزدہ ہو رہا تھا - نظام نے قابلِ تعریف تدبیر اور ترکیب سے اپنی فوج کے فرانسیسی افسروں کو برخاست کیا - انگریزی فوج رکھ کر اُس کے اخراجات ادا کئے - اور اپنے دربار میں ایک انگریز ریذیڈنٹ کا رہنا قبول کیا - غرض انگریزی کمپنی کو اپنا شہنشاہ اور ہندوستان میں طاقت مقتدرہ[1] تسلیم کر لیا - البتہ پیشوا نے اپنے قابل وزیر نانا فرنویس

[1] پیرا مونٹ پاور Paramount Power.

کے مشورے سے یہ عہدنامہ نہ لکھا اور اسے اپنی آزادی کے منافی اور خطرناک قرار دیا +

میسور کی چوتھی لڑائی ۱۷۹۹ء

غرض ولزلی نے ٹیپو کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ جس کے لئے زبردست تیاریاں کی گئیں۔ مدراس کونسل پر اعتماد نہ کرنے کے سبب ولزلی خود وہاں گیا۔ تاکہ خود نگرانی کرے۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ دو فوجیں میسور کی طرف روانہ کی گئیں۔ ایک جنرل ہیرس کے زیرکمان کارناٹک کے راستے اور دوسری ساحل مالابار کے کنارے بمبئی کی طرف سے جنرل اسٹورٹ کی کمان میں۔ نظام کی انگریزی فوج کا دستہ گورنر جنرل کے مشہور بھائی کرنیل آرتھر ولزلی کے زیرکمان تھا۔ پہلے بمبئی والی فوج نے ٹیپو کو مسدیسی کے مقام پر شکست دی۔ پھر کرناٹک والی فوج نے مالدولی کے مقام پر ٹیپو کو شکست دی۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ ٹیپو اپنے دارالسلطنت سرنگاپٹم کی طرف واپس چلا گیا +

فتح سرنگاپٹم ۱۷۹۹ء

۱۷۹۹ء میں سرنگاپٹم کا مشہور محاصرہ شروع ہؤا۔ شکست خوردہ ٹیپو نے غضبناک ہوکر دیوانہ وار تمام یورپی قیدی جو اُس کے ہاتھ لگے قتل کرا دئے۔ تقریباً بیس روز کی گولہ باری سے سرنگاپٹم فتح کر لیا گیا۔ ٹیپو سلطان آخر دم تک بڑی جانبازی سے لڑتا رہا۔ اور انجام کار ایک گولی کھا کر ہلاک ہؤا +

اسی طرح حیدرعلی کی سلطنت کا چراغ گل ہوگیا۔ اب ولزلی اگر چاہتا تو میسور کا تمام علاقہ کمپنی کے مقبوضات میں شامل کر

لینا۔ مگر اس نے میسور کی گدی پر اس خاندان کو بحال کر دیا۔
جس سے حیدر علی نے تخت چھین لیا تھا۔ پرانے خاندان کا
نام لیوا ایک پنجسالہ لڑکا تلاش سے ڈھونڈ نکالا۔ اسے گدی
پر بٹھایا۔ اور اس کے بالغ ہونے تک ریاست کا انتظام
ایک کونسل آف ریجنسی کے سپرد کیا گیا۔ خود کمپنی نے مغرب
کی طرف کانکن۔ جنوب کی طرف کوئمبٹور۔ مشرق کی طرف
چنار اضلاع اور سرنگاپٹم کا قلعہ لے لیا۔ اب ریاست میسور
شمال کے سوا باقی ہر طرف انگریزی علاقہ سے محدود ہو گئی۔ اور
دکن میں مالابار تک انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح میسور
کی سابقہ وسعت اور اہمیت کا خاتمہ ہوا۔ اور ساحل سمندر سے تو
اس کا کوئی تعلق نہ رہا۔ نظام حیدر آباد کو بھی میسور کے علاقہ میں
سے شمال و مشرق کا کچھ حصہ دیا گیا۔ ٹیپو کے لڑکوں اور خاندان کے
دیگر اراکین کو تقریباً دس لاکھ روپیہ سالانہ پنشن دی گئی۔ اور میسور
کے ساتھ بھی طریقِ امدادی کا عہد نامہ کیا گیا۔

الحاق کی پالیسی

لارڈ ولزلی کو یقین تھا کہ جب تک ہندوستان
میں چھوٹے موٹے راجے اور نواب فرمانروا
رہینگے۔ ملک کی حالت نہیں سدھریگی۔ کیونکہ ان میں سے اکثر
عیش کے بندے تھے اور رعایا کی فلاح سے سروکار نہ رکھتے تھے
پس ولزلی نے جب موقع پایا۔ ان عشرت پسند غافلوں کو تخت
سے اُتار کر انگریزی راج قائم کر دیا۔ تاکہ طرزِ حکومت کے
بدلنے سے رعایا امن و امان میں رہے اور ترقی بھی کر
سکے۔ اس حکمت عملی کے ماتحت اس نے مندرجہ ذیل ریاستوں
کو انگریزی مقبوضات میں شامل کر لیا۔

لارڈ ولزلی

حیدر علی

ٹیپو سلطان

الحاق تنجور و سورت ۱۷۹۹ء

ریاست تنجور کی بنیاد سیوا جی کے والد شاہ جی نے ۱۶۴۹ء میں رکھی تھی۔ ۱۷۹۹ء میں جب تنجور کا راجہ لاولد مر گیا۔ تو گدی کے کئی دعویدار پیدا ہو گئے۔ فتنوں نے سر اُٹھایا۔ جنگ و جدال کے شعلے بھڑکنے لگے۔ لارڈ ولزلی نے مرحوم راجہ کے متبنّٰے کو ۴ لاکھ روپیہ سالانہ پنشن دے کر تنجور کو انگریزی علاقہ میں شامل کر لیا۔ اس الحاق سے مدراس پریسیڈنسی کا علاقہ وسیع ہو گیا۔ اور جب سورت کا نواب مر گیا۔ تو یہ بھی بمبئی پریسیڈنسی میں شامل کر لیا گیا +

کرناٹک کا الحاق ۱۸۰۱ء

انگریزوں نے بیحد جد و جہد اور جنگ کے ذریعے محمد علی کو کرناٹک کا نواب بنایا تھا۔ وہ ۱۷۹۵ء تک نواب رہا۔ پھر اس کا لڑکا عمدۃ الامراء گدی پر بیٹھا۔ مگر وہ ۱۸۰۱ء میں مر گیا۔ اگرچہ محمد علی کو انگریزوں ہی نے کرناٹک کا نواب بنایا تھا۔ مگر وہ اور اس کا بیٹا ہمیشہ ان کے دشمنوں سے اور بالخصوص ٹیپو کے ساتھ ساز باز کرتے رہتے تھے +

اس کے علاوہ کئی سال سے کارناٹک میں بدانتظامی پھیلی ہوئی تھی۔ نواب عیش و عشرت میں غرق رہتا تھا۔ رعایا طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھی۔ اس لئے ولزلی نے نئے نواب عظیم الدولہ کو کارناٹک کا پانچواں حصہ بطور پنشن دے کر گدی سے علیحدہ کر دیا۔ اور کارناٹک کو کمپنی کے علاقے میں ملا کر انگریزی انتظام قائم کر دیا۔ اس طرح کمپنی کی طاقت دکن میں بڑھ گئی +

اودھ ۱۸۰۱ء

کلائیو اور ہیسٹنگز کی نظر میں اودھ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ کیونکہ یہ علاقہ کمپنی اور مرہٹوں کے درمیان ایک قسم کی حدفاصل کا کام دیتا تھا۔ اور شمال مغربی سرحد پر کمپنی کی حفاظت کا انحصار اسی علاقے کی موجودگی پر تھا۔ لارڈ ولزلی نے دیکھا کہ کلائیو اور وارن ہیسٹنگز کا مقصد حاصل نہیں ہؤا۔ کیونکہ نواب وزیر سعادت علی خاں حکومت کے قابل ثابت نہ ہؤا۔ وہ کمپنی کا بہت مقروض ہو گیا تھا اور انگریزی فوج کا خرچ بھی نہیں ادا کرسکتا تھا امدادی فوج بُری حالت میں تھی۔ ہر وقت اپنی تنخواہ کے لئے شور مچاتی رہتی تھی۔ اُنہی دنوں میں زمان شاہ والی افغانستان نے جو احمد شاہ ابدالی کا پوتا تھا پنجاب پر حملہ کیا۔

اور اگر وہ بنگال کی طرف رُخ کرتا تو نواب وزیر ہرگز اس کے مقابلہ کی تابِ نہ لاسکتا۔ ادھر سندھیا دہلی پر قبضہ جمائے بیٹھا تھا۔ انگریزوں کو ادھر سے بھی حملہ کا خوف تھا +

۱۷۹۹ء میں جب نواب وزیر کے دربارِ عام میں ایک انگریز افسر قتل کیا گیا۔ تو لارڈ ولزلی نے نواب وزیر سے جبراً ایک عہدنامہ لکھوا لیا۔ جس کے رُو سے نواب نے اپنے سب سرحدی اضلاع جن میں روہیلکھنڈ بھی شامل تھا انگریزی امدادی فوج کے مصارف کے لئے کمپنی کو دے دئے۔ ان اضلاع کا لگان نواب کی مملکت کے محاصل سے قریباً نصف تھا۔ بعد میں انہی اضلاع کو مغلیہ حکومت کے بقیہ اضلاع کے ساتھ ملا کر صوبہ متحدہ کا نام دیا گیا۔ اب کمپنی سرحد کی محافظ بن گئی اور اودھ شمالی سرحد کے علاوہ جس طرف نیپال واقع ہے ہر طرف انگریزی علاقہ سے

محصور ہو گیا ٭

ولزلی اور مرہٹے

غرض میسور۔ حیدر آباد اور اودھ بالکل محفوظ ہو گئے۔ اور ان کے حکمرانوں کو اپنی حفاظت کے عوض کمپنی کو ایک کثیر رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر انگریز ان کی امداد اور حفاظت نہ کرتے تو مرہٹے ان کو پامال کر ڈالتے۔ مگر ایک اور مشکل مسئلہ یعنی جمعیت مرہٹہ کا ابھی درپیش تھا۔ باجی راؤ ثانی اب برائے نام پیشوا تھا۔ مرہٹوں کی مجموعی طاقت منتشر ہو چکی تھی۔ سندھیا۔ ہلکر۔ بھونسلا اور بڑودہ سب علیحدہ علیحدہ ہو گئے تھے۔ پیشوا کے اختیارات پونا تک محدود تھے۔ مگر وہ طاقتور دولت راؤ سندھیا کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ سندھیا اور ہلکر کے درمیان بڑی عداوت تھی۔ کیونکہ ہلکر کے بھائی کو سندھیا نے بڑی بے رحمی سے قتل کروایا تھا ٭

سنہ۱۸۰۰ء میں نانا فرنویس مر گیا۔ پیشوا کی سلطنت اُسی کی ہمت اور قابلیت کی وجہ سے اب تک قائم رہی تھی۔ نانا فرنویس اعلیٰ درجہ کا مدبر تھا۔ اس کی وفات پر مرہٹہ حکومت کی تمام عقلمندی اور اصول و قوانین رخصت ہو گئے۔ اب ہلکر اور سندھیا دونوں نے مل کر یہ کوشش کی کہ پیشوا کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ مگر پیشوا نے سندھیا کو ترجیح دی۔ ہلکر نے سنہ۱۸۰۲ء میں پونا پر حملہ کر دیا۔ اور پیشوا اور سندھیا دونوں کو شکست دے کر اپنے قائم مقام امرت راؤ کو پیشوا کی گدی پر بٹھا دیا اس پر باجی راؤ نے بسین میں پناہ گزین ہو کر لارڈ ولزلی

عہدنامہ بسین ۱۸۰۲ء

سے مدد کی درخواست کی جو اسی قسم کے موقع کی تاک میں تھا نتیجہ یہ ہؤا کہ عہد نامۂ بسین لکھا گیا +

عہد نامۂ بسین ۱۸۰۲ء

اسے ہندوستان کے مشہور عہد ناموں میں شمار کرنا چاہیئے۔ اس کے رُو سے :-

(۱) انگریزوں اور پیشوا کے بابین ایک عام اتحاد مدافعانہ قائم ہو گیا +

(۲) قرار پایا کہ پیشوا کچھ اضلاع کمپنی کے حوالہ کرے۔ جن کا زرِ لگان پیشوا کی محافظ انگریزی امدادی فوج کے مصارف کے لئے کافی ہو +

(۳) پیشوا آئندہ انگریزوں کے سوا کسی یورپی کو کمپنی کی اجازت کے بغیر ملازم نہ رکھے +

(۴) پیشوا نے گورنر جنرل کو اپنے اور نظام اور گائکواڑ کے درمیان جھگڑوں اور تصفیہ طلب امور کے متعلق ثالث تسلیم کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ تمام سیاسی معاملات میں گورنر جنرل کے احکام کی پابندی کریگا +

(۵) پیشوا کو آئندہ یہ اختیار نہ ہوگا کہ کمپنی کی اجازت کے بغیر کسی ریاست سے صلح یا جنگ کر سکے +

(۶) پیشوا سورت کے متعلق اپنے تمام حقوق سے دست بردار ہو گیا۔ کمپنی اور گائکواڑ کے درمیان جو معاہدہ ہو چکا تھا اسے منظور کر لیا +

اب جنرل آرتھر ولزلی پیشوا کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ پُونا لے گیا اور وہاں پیشوائی کی گدّی پر بٹھا دیا بسین کا

عہد نامہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے رُو سے مرہٹوں کا پیشوا کمپنی کا باجگزار بن گیا۔ اور دنیا کی نظروں میں گویا مرہٹوں نے اپنی قومی آزادی کو انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ ولزلی نے بھی دیگر مرہٹہ سرداروں کے سامنے یہی ظاہر کیا کہ ان کی مرکزی حکومت برطانوی پناہ میں آگئی ہے۔ اس پر مرہٹہ سردار یہ دیکھ کر کہ پیشوا نے ان کی قوم کے نام کو بٹہ لگا دیا ہے اور اپنی عزّت و آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے آگ بگولا ہو گئے اور صلحنامہ کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ دیکھتے تھے کہ اب ان کی طاقت کے زائل ہونے کا وقت بھی قریب آ گیا ہے۔ کیونکہ ولزلی کے طریق امدادی کے مطابق تمام بڑی بڑی ریاستیں مثلاً حیدر آباد۔ میسور اور اودھ کمپنی کے دائرہ اقتدار میں آ چکی ہیں اور اس میں شامل ہونے سے پونا بھی نہیں بچا۔ پھر انگریزوں کے ماتحت ہو جانے کے سبب ہم مرہٹے ان میں لُوٹ مار بھی نہیں کر سکینگے"۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سندھیا اور برار کے راجہ بھونسلا نے متفق ہو کر انگریزوں سے لڑائی کی ٹھان لی۔ مگر ہلکر چونکہ سندھیا کا دشمن تھا۔ اس اتحاد میں شامل نہ ہوا۔ گائکواڑ بھی الگ تھلگ ہی رہا۔

مرہٹوں کی دوسری لڑائی
۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۵ء تک

پہلے سندھیا اور بھونسلا کی فوجیں حیدر آباد کی سرحد تک جا پہنچیں اور جنگ شروع ہو گئی۔ گورنر جنرل نے اس جنگ کے لئے مکمل تیاری کی تھی۔ کیونکہ اس نے مرہٹہ طاقت کو پامال کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا تھا۔ یہ لڑائی ملک

کے دو حصوں یعنی دکن اور شمالی ہند میں ہوئی۔ دکن میں جنرل ولزلی کمانڈر تھے۔ اور شمالی ہند کی فوجیں جنرل لیک کے ماتحت تھیں۔ سندھیا اور بھونسلا نے بھی مرنے مارنے کی ٹھان لی تھی وہ تقریباً ڈھائی تین لاکھ فوج کے ساتھ انگریزوں کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ جن کے پاس مرہٹوں کے مقابلہ میں پانچواں حصّہ بھی فوج نہ تھی۔ مگر ولزلی نے سات مختلف مقامات پر حملہ کرنے کا انتظام کیا۔ تاکہ ان کو ہر طرف سے محصور کر لیا جائے انگریزوں کی فوج نے دشمن پر کئی تباہ کن حملے کر کے شدید نقصان پہنچایا۔ جنرل ولزلی نے بہت جلد احمد نگر پر قبضہ کر لیا۔ جو ایک نہایت اہم مقام تھا۔

معرکۂ اسّئی ۱۸۰۳ء

اسّئی کے مقام پر محض ۵ ہزار فوج کے ساتھ ولزلی نے سندھیا اور بھونسلا کی پچاس ہزار فوج کا مقابلہ کیا۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ مرہٹے بڑی بے جگری سے لڑے۔ اور اُن کی توپوں نے سنہراؤ ہی کر دیا۔ مگر ولزلی کے بہادر سپاہی آگے بڑھتے ہی گئے۔ اور آخرکار مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ یہ ایک شاندار فتح تھی۔ دشمن کے دس ہزار جنگجو کام آئے۔ اور ولزلی کی تہائی فوج میدان جنگ میں کٹ گئی۔

معرکۂ ارگاؤں ۱۸۰۳ء

اب جنرل ولزلی شمال کی طرف بڑھ کر برار میں داخل ہوا۔ اور معرکۂ اسّئی کے دو ماہ بعد ارگاؤں کے مقام پر راگھو جی بھونسلا کو بھی شکست دی۔ اس کے بعد گاوِل گڑھ (علی گڑھ) بھی جو بھونسلا کا خاص قلعہ تھا۔ فتح کر لیا۔ اب راگھو جی کی طاقت زائل ہو چکی

کتنی - اس لئے وہ صلح کا ملتجی ہوا ٭

عہد نامہ دیو گاؤں دسمبر ۱۸۰۳ء

چنانچہ دسمبر ۱۸۰۳ء میں اُس نے عہد نامہ دیو گاؤں پر دستخط کر دئے. اس کے رُو سے اس نے طریق امدادی قبول کیا - اور اپنے مقبوضات کا بہت سا حصہ جس میں کٹک کا علاقہ شامل تھا - کمپنی کے حوالہ کر دیا ٭

اُدھر شمالی ہند میں لیک بڑے زور شور سے جنگ کر رہا تھا - اس کو کئی زبردست فتوحات حاصل ہوئیں - اس نے کانپور سے آگے بڑھ کر علی گڑھ پر قبضہ کر لیا - پھر دہلی کی طرف کوچ کر کے سندھیا کے فرانسیسی جرنل بورکین کو شکست دی - اور دہلی پر قبضہ کر لیا - یہاں بوڑھے اور اندھے شاہ عالم کو نظر بند پایا - اور اُسے برطانوی پناہ میں لے لیا - اس کے بعد آگرہ پر بھی قبضہ کر لیا ٭

معرکۂ لاسواری ۹ - نومبر ۱۸۰۳ء اور عہد نامہ سرجی ارجن گاؤں

اس کے بعد الور کی ریاست میں لاسواری کے مقام پر ایک خونریز اور فیصلہ کن معرکہ ہوا - اور مرہٹوں نے شکست کھائی - اس کے علاوہ سندھیا اور بھونسلا کو بندھیل کھنڈ اور اڑیسہ کی طرف بھی شکست ہوئی اب سندھیا گھبرا گیا - اور سب کچھ ہاتھ سے جاتا دیکھ کر اس نے صلح کی درخواست کی - چنانچہ سرجی ارجن گاؤں کے مقام پر عہد نامہ لکھا گیا - اس کے رو سے سیندھیا نے طریق امدادی قبول کیا - دریائے جمنا کے شمال کی طرف کا سب علاقہ اور احمد نگر اور بھڑوچ کے اضلاع اور مغربی ساحل کی تمام بندرگاہیں

اور مقبوضات انگریزوں کے حوالہ کر دیئے اور وعدہ کیا کہ آئندہ دہلی یا کسی اور علاقہ میں جو کمپنی کی پناہ میں ہو دخل نہ دیگا۔ ان فتوحات کے سبب انگریزوں کی شہرت بہت بڑھ گئی۔ اور سیندھیا جیسے طاقتور حکمرانوں کی دیکھا دیکھی راجپوت ریاستیں بھی کمپنی کے ساتھ اسی قسم کے عہد نامے کرنے لگے ✦

ہلکر کے ساتھ جنگ ۱۸۰۴ء سے ۱۸۰۵ء تک

اب انگریزی اقتدار پنجاب کے سوا جہاں سکھوں کی زبردست حکومت قائم ہو چکی تھی۔ تمام ہندوستان میں پھیل چکا تھا۔ البتہ ہلکر باقی رہ گیا تھا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سندھیا اور بھونسلا کے ساتھ کیوں نہ شامل ہوا؟ ایک تو یہ کہ ہلکر اور سیندھیا ایک دوسرے کے دشمن تھے ہلکر یہ بھی چاہتا تھا کہ سندھیا کی شکست اور پامالی سے فائدہ اٹھائے۔ مگر ایک دن اس کو انگریزوں سے ضرور الجھنا تھا اس کی فوج میں بے شمار منچلے موجود تھے۔ جن کو مصروف رکھنا لازم تھا۔ جب سندھیا کو شکست ہوئی تو ہلکر کے پاس اسّی ہزار سپاہیوں کا جرّار لشکر تھا۔ ادھر مرہٹوں کی دوسری لڑائی زور شور سے جاری تھی۔ اور ادھر ہلکر نے مالوا۔ راجپوتانہ اور وسطِ ہند میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ چونکہ راجپوت ریاستوں کے راجہ کمپنی کے زیر سایہ آ چکے تھے۔ اس لئے گورنر جنرل نے ہلکر سے کہا کہ وہ ان حرکات سے باز آ جائے مگر اس نے ایک نہ سنی۔ اور چند انگریزی افسروں کو جو اس کے ملازم تھے قتل کر دیا۔ اور اجمیر پر حملہ کر کے شہر لوٹ لیا۔ اس لئے انگریزوں کی جنگ ہلکر سے بھی چھڑ گئی۔ اور اپریل

۱۸۰۴ء میں انگریزی افواج بڑھیں۔ ہلکر کو چاروں طرف سے محصور کر لینے کا انتظام کیا گیا۔ جنرل لیک شمالی ہند کی طرف سے۔ جنرل ولزلی دکن سے اور کرنل مالنسون گجرات سے اس کے مقابلے کے لئے بڑھے +

شروع میں انگریزوں نے اندور پر قبضہ کر لیا مگر تھوڑے عرصہ بعد کرنل مالنسون کی غلطی سے ہلکر نے وسط ہند میں انگریزی فوج کو بہت تنگ کیا۔ اور مالنسون کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ وجہ یہ تھی کہ ہلکر نے مرہٹوں کی لڑائی کا قدیم طرز اختیار کیا تھا۔ سامنے آ کر نہیں لڑتا تھا۔ مالنسون نے یہ غلطی کی کہ مختصر سی فوج لے کر ہلکر کے مقابلہ میں روانہ ہوا۔ ہلکر نے یکلخت اپنی بھاری فوج سے مقابلہ کیا اور مالنسون کو شکست دی۔ جسے بہت سا نقصان اٹھا کر آگرہ میں پناہ لینی پڑی۔ اب ہلکر کے حوصلے بہت بڑھ گئے +

اس نے پہلے متھرا پر قبضہ کیا اور پھر دہلی پر دھاوا بول دیا۔ مگر یہاں کرنل اوکٹر لونی نے بڑی دلاوری سے ایک مختصر فوج کے ساتھ ہلکر کا مقابلہ کر کے اُسے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی شکستیں ہلکر کو ہوئیں۔ نومبر ۱۸۰۴ء میں ڈیگ کے مقام پر اس کو شکست فاش ہوئی اور اس کی تقریباً تمام توپیں اور بے شمار سامان جنگ انگریزوں کے ہاتھ آیا +

ادھر شمال میں لیک نے ہلکر کو فرخ آباد کے مقام پر شکست دی۔ اس کے علاوہ دکن اور مالوہ میں بھی ہلکر کی افواج کو پے در پے شکستیں ہوئیں۔ اس طرف کے مفتوحات پر انگریزوں

کا قبضہ ہو گیا۔ اس موقع پر اگرچہ لیک کو بھرت پور کے محاصرہ میں ناکامی ہوئی۔ اور نقصان پہنچا۔ مگر راجہ بھرت پور نے انگریزوں کے ساتھ صلح کر لی۔ ہلکر کی طاقت اب قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ وہ پنجاب کی طرف بھاگا۔ جنرل لیک کی فوج نے اس کا تعاقب کیا۔ ہلکر کو امید تھی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے مدد مل جائیگی۔ مگر رنجیت سنگھ نے انگریزوں سے لڑائی مول لینے سے انکار کر دیا۔ ہلکر اور رنجیت سنگھ کی نسبت ہم آگے چل کر بھی لکھیں گے ؂

لارڈ ولزلی کا استعفاء

ان واقعات کے بعد گورنر جنرل نے استعفاء دے دیا۔ وجہ یہ کہ کمپنی کے ڈائرکٹروں اور حکومت برطانیہ کے وزیروں سے اس کی بہت بگڑ گئی تھی۔ آئے دن کی لڑائیوں کے سبب خزانے خالی ہو گئے تھے۔ ڈائرکٹروں اور مالکوں کو نہ صرف اپنے منافع کے حصوں ہی کا نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔ بلکہ ولزلی کے تقاضے پے در پے جاری تھے۔ کمپنی بہت مقروض ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ ولزلی ڈائرکٹروں کی علانیہ تحقیر کرتا تھا اور ہمیشہ اُن کی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا۔ ولزلی کی نئی فتوحات نے جن کی بدولت کمپنی کے مقبوضات میں زبردست اضافہ ہوا تھا۔ انگلستان میں ہلچل پیدا کر دی۔ اور وہاں کے لوگ جو ولزلی کے شاہانہ ارادوں سے ناواقف تھے اور اس کی عظیم الشان تجاویز کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ کچھ ہراساں ہو گئے کہتے تھے کہ ہندوستانی مقبوضات میں اس قدر توسیع ہو گئی ہے کہ ان پر محافظت حکومت نہیں کی جا سکتی۔ پس جب

ہندوستان میں انگریزوں کے مقبوضات
جب مارکوئیس آف ولزلی ہندوستان سے واپس گئے ۱۸۰۵ء
باجگزار ریاستیں
انگریزوں کا ملک
کابل
پشاور
لاہور
ملتان
دہلی
راجپوت
جودھپور
سندھ
حیدرآباد
اندور
بھروچ
بسین
سلسٹ
بمبئی
نظام
حیدرآباد
اودھ
بنارس
پٹنہ
نیپال
بنگال
کلکتہ
کٹک
مدراس
میسور
منگلور
کالی کٹ
کوچین
تنجور
لنکا
خلیج بنگالہ
بحیرۂ عرب
۱ رام پور ۱۸۰۱ء
۲ جاٹ ۱۸۰۵ء
۳ جنوبی کنارا
۴ کورگ ۱۷۹۲ء
۵ مالا بار ۱۷۹۲ء
۶ کوچین ۱۷۹۲ء
۷ ڈنڈی گل ۱۷۹۲ء
۸ قائم بتور ۱۷۹۹ء
۹ سیلم ۱۷۹۲ء

ولزلی نے دیکھا کہ وزیروں اور کمپنی کے مالکوں کو اس پر اعتماد نہیں رہا۔ اور وہ اب اس کی مدد نہیں کر سکتے تو استعفا دیدیا اور اگست ۱۸۰۵ء میں ہندوستان سے روانہ ہو گیا۔ لیکن ابھی ہلکر کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری تھا ٭

ولزلی کے عہدِ حکومت کے واقعات کا خلاصہ

سات سال کے اندر لارڈ ولزلی نے گویا ہندوستان کا نقشہ ہی بدل دیا ٭

میسور کی حکومت برباد ہو گئی۔ حیدرآباد کی ریاست انگریزی پناہ میں آ گئی۔ مرہٹوں کی طاقت بالکل زائل ہو گئی دیسی رئیسوں کے درباروں سے فرانسیسی اقتدار جاتا رہا اور تنجور۔ سورت و کرناٹک کے علاقے کمپنی کی حکومت میں شامل ہو گئے ٭

اب کمپنی ایک شاہی حکومت بن گئی تھی۔ ولزلی اسی ارادہ کو لے کر ہندوستان آیا تھا۔ کہ وہ کمپنی کو ہندوستان میں سب سے زیادہ طاقتور ریاست بنا دیگا۔ اور وہ اس مقصد میں کامیاب ہو کر واپس گیا۔ اس نے ہندوستان میں کمپنی کی ملکی اور جنگی قوت کو اتنا مستحکم کر دیا تھا۔ کہ آئندہ کسی طاقت کو کمپنی سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ ولزلی کے کارہائے نمایاں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ گورنر جنرلوں کی فہرست میں اس کا نام سرِ دفتر کی جگہ پائیگا ٭

نواں باب

لارڈ کارنوالس اور سر جارج بارلو

۱۸۰۵ء سے ۱۸۰۷ء تک

لارڈ ولزلی کی روانگی کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ ولزلی کی فتوحات اور کمپنی کے ہندوستانی مقبوضات کی توسیع کا نتیجہ یہ ہؤا کہ عدم مداخلت کی حکمتِ عملی از سرِ نو جاری کی گئی جو آٹھ دس سال قائم رہی۔ ولزلی کے بعد ایک ایسے گورنر جنرل کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس کی پالیسی کے بالکل برعکس عمل کرے۔ طریق امدادی ترک کر دے۔ کمپنی کے مقبوضات کی توسیع کے بجائے ان کو محدود کرے۔ ہندوستانی طاقتوں سے کوئی سروکار نہ رکھے اور خواہ مخواہ کسی سے لڑائی مول نہ لے۔

غرض اس مقصد کے لئے کارنوالس دوبارہ گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ مگر وہ اس وقت ستر بہتر برس کا ہو چکا تھا اور دماغی اور جسمانی حالت ایسی نہ تھی کہ اپنے عہدے کی ذمہ واریاں اٹھا سکتا۔ بہرحال وہ ولزلی کی تجاویز کے خلاف عمل کرنے کیلئے یہاں آ گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ تمام عہد ناموں کو مع عہدنامہ بسین منسوخ کر دے۔ سندھیا اور ہلکر کو کامل آزادی بخش دے

تاکہ کمپنی کے مقبوضات ایک تنگ دائرہ میں محدود ہو جائیں اور دیسی ریاستوں کے جھگڑوں میں بھی کوئی دخل نہ دیا جائے۔ لیکن کارنوالس ہندوستان پہنچ کر قریباً تین ہی ماہ زندہ رہا۔ ورنہ وہ سلطنت کی اس عالیشان عمارت کو جو کلائیو۔ وارن ہیسٹنگز اور ولزلی نے انتھک جد و جہد کے بعد تعمیر کی تھی بالکل منہدم کر دیتا اور کمپنی چند مقبوضات کے ساتھ پھر ایک تجارتی کمپنی رہ جاتی ✦

سر جارج بارلو
۱۸۰۵ء سے ۱۸۰۷ء تک

کارنوالس کی جگہ سر جارج بارلو جو کونسل کا سینئر ممبر تھا۔ قائم مقام گورنر جنرل مقرر ہوا۔ وہ ایک لائق افسر تھا۔ مگر گورنر جنرل کے عہدہ کا اہل نہ تھا۔ اس میں دُور بینی اور بلند خیالی نام کو نہ تھی۔ وہ کارنوالس کی عدم مداخلت کی پالیسی کا گویا غلام بن گیا۔ حالانکہ اس پر عمل کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ اور ہر معاملہ میں ڈائرکٹروں کی مرضی پر کاربند ہوا۔ چنانچہ اُس نے سندھیا کے ساتھ ایک نیا عہدنامہ کیا۔ جس سے ولزلی کے تمام کئے کرائے پر پانی پھر گیا۔ سندھیا کو گوالیار اور گوہد کے قلعے واپس دے دئے گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ حکومت انگریزی کو سندھیا اور ہلکر کے اُن علاقوں سے جو تاپتی کے شمال اور چمبل کے جنوب کی طرف واقع ہیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس عہد نامہ کے رُو سے وہ عہد نامہ فسخ ہو گیا جو کمپنی نے راجپوتانہ کی ریاستوں کے ساتھ کیا تھا اور جس میں کمپنی نے ان کو ہر طرح مدد دینے کا وعدہ کیا تھا ✦

ٹلکر کے ساتھ بھی اسی عدم مداخلت کے اصول کے مطابق برتاؤ کیا گیا۔ ہلکر لارڈ لیک کے سامنے سے فرار ہو کر لاہور پہنچا تھا۔ اور رنجیت سنگھ سے مدد کا خواستگار ہوا تھا۔ مگر جب وہاں کام نہ بنا۔ تو وہ لارڈ لیک کے پاس صلح کا پیغام بھیجنے پر تیار ہو گیا تھا۔ چنانچہ صلح کی جو شرطیں بھی پیش کی جاتیں وہ مان لیتا۔ مگر گورنر جنرل نے اس موقع کو ہاتھ سے ضائع کر دیا۔ اور تمام بڑے بڑے مقبوضات اس کو واپس دے کر وعدہ کیا۔ کہ آئندہ انگریز اس کے معاملات میں دخل نہ دینگے۔ ڈائرکٹر تو عہد نامۂ بسین بھی منسوخ کر دینا چاہتے تھے۔ مگر بارلو نے اس تنسیخ کو خطرناک سمجھ کر ڈائرکٹروں کے احکام کی پروا نہ کی ۔

ویلور کے سپاہیوں کی بغاوت ۱۸۰۶ء

بارلو کے عہد میں مدراس پریسیڈنسی میں ویلور کے مقام پر دیسی سپاہیوں نے بغاوت کی۔ اور ایک سو سے زیادہ انگریزوں کو قتل کر دیا۔ کیونکہ بعض نئے قوانین کی رو سے سپاہیوں کے لباس میں کچھ تبدیلی کی گئی تھی۔ مثلاً ان کو ایک خاص قسم کی پگڑی باندھنی پڑتی تھی۔ جو انگریزی ٹوپ سے کچھ مشابہت رکھتی تھی ڈاڑھی اور مونچھوں کو ایک خاص طریقہ پر کٹوانے کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ اور کسی سپاہی کو اجازت نہ تھی۔ کہ وہ ماتھے وغیرہ پر ٹیکہ لگا کر پریڈ میں حاضر ہو۔ فتنہ پردازوں نے سپاہیوں کو بھڑکایا۔ کہ کمپنی ان کو عیسائی بنانا چاہتی ہے

اور ان سب نئے قوانین سے مطلب یہ ہے - کہ مذہبی معاملات میں دخل دیا جائے - یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ دیسی سپاہیوں کو برانگیختہ کرنے میں ٹیپو سلطان کے بیٹوں کا ہاتھ تھا - بہرحال بغاوت فرو کردی گئی - اور قابلِ اعتراض قوانین منسوخ کردیئے گئے - ٹیپو کے بیٹے ویلور سے کلکتہ بھیج دیئے گئے - اس وقت مدراس کا گورنر لارڈ ولیم بینٹنگ تھا - اس معاملہ کی وجہ سے اس کو انگلستان واپس بلا لیا گیا - مگر یہی ولیم بینٹنگ ۱۸۲۸ء میں ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا ۔

دسواں باب

لارڈ منٹو اوّل

۱۸۰۷ء سے ۱۸۱۳ء تک

لارڈ منٹو جولائی ۱۸۰۷ء میں ہندوستان آیا۔ وہ مجلسِ انتظامیہ کا پریسیڈنٹ رہ چکا تھا۔ اس لئے معاملات ہند سے بخوبی واقف تھا۔ وہ بھی عدمِ مداخلت کی حکمت عملی پسند کرتا تھا۔ اور انگلستان سے اُس کو ہدایت بھی یہی ہوئی تھی کہ ہندوستانی ریاستوں کے معاملات میں بالکل دخل نہ دے اُس نے مستقل مزاجی سے اس پالیسی پر قائم رہنے کی کوشش کی۔ مگر جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اس پر قائم رہنا تقریباً ناممکن تھا۔ چنانچہ لارڈ منٹو کے بعد ڈائرکٹروں کو بھی یقین ہوگیا کہ کمپنی کے لئے ہندوستان میں ایک تماشائی کی حیثیت میں کھڑا رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس طرح وہ اپنے علاقوں کی حفاظت نہ کرسکے گی۔ چنانچہ لارڈ منٹو نے اپنے عہد کے چھ سات سال میں عدمِ مداخلت کی پوری آزمائش کرلی۔ اور اس کے باوجود کوئی بڑی جنگ نہ ہوئی۔ مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ مرہٹوں کو اس قدر نقصان پہنچ چکا تھا کہ وہ مدّت تک سر نہ اٹھا سکے۔ اور

ہلکر دیوانہ ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کی طرف سے اب کوئی خطرہ نہ رہا تھا +

البتہ عدم مداخلت کی غلط پالیسی کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی اور وسط ہند میں سخت ابتری پھیل گئی۔ حاکم کوئی نہ تھا۔ ہر طرف ٹھگ۔ ڈاکو اور راہزن نظر آتے تھے بیچاری رعایا اُن کے مظالم سے نالاں تھی۔ لارڈ منٹو سب کچھ دیکھتا تھا مگر بے بس تھا۔ کیونکہ اس کو دیسی ریاستوں اور غیر برطانی علاقوں میں دخل دینے کی اجازت نہ تھی +

بندھیل کھنڈ میں ابتری۔ ۱۸۰۷ء

بندھیل کھنڈ میں اس قدر ابتری پھیلی کہ لارڈ منٹو کو دخل دینا ہی پڑا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بندھیل کھنڈ مرہٹوں نے کمپنی کے حوالے کر دیا تھا۔ اور اب یہ علاقہ ایک طرح سے کمپنی کے مقبوضات میں شامل تھا۔ پس منٹو نے بندھیل کھنڈ کو بے قابو اور باغی سرداروں کے خلاف فوج کے کئی دستے بھیجے۔ سخت لڑائیوں کے بعد ان کو شکست دی گئی۔ اور جب ان کے مضبوط قلعے اجے گڑھ اور کالنجر چھین لئے گئے تو امن قائم ہو گیا +

امیر خاں اور پنڈاری ۱۸۰۹ء

اٹھارھویں صدی کے شروع ہی سے پنڈاریوں کی طاقت بڑھتی جا رہی تھی۔ ان کے گروہ کے گروہ ملک میں لوٹ مار کر کے بسر اوقات کرتے تھے۔ یہ لوگ مرہٹوں کے ساتھ ہمیشہ متحد رہتے تھے۔ چنانچہ مرہٹوں کے خاکروب کہلاتے تھے۔ لارڈ منٹو کے ہندوستان آنے کے دو سال

بعد ان پنڈاری گروہوں کا سرغنہ ایک پٹھان سردار امیر
خان نامی تھا۔ یہ بہت منچلا مگر حد درجے کا ظالم شخص تھا
اس وقت اس کے پاس پچاس یا ساٹھ ہزار آدمی تھے۔ ان
میں کچھ سوار تھے۔ اور کچھ حصہ بے قاعدہ فوج پر مشتمل تھا۔ اس
نے ناگپور کے راجہ پر حملہ کیا۔ عدم مداخلت کی پالیسی کے مطابق
لارڈ منٹو کو اختیار نہ تھا کہ وہ راجہ کی مدد کرتا۔ مگر اس خیال
سے کہ کہیں امیر خان حیدر آباد پر بھی دست درازی نہ کرے
راجہ کو مدد دینی مناسب سمجھی۔ چنانچہ برار کے راجہ نے انگریزی
فوج کی مدد سے امیر خاں کو برار سے نکال دیا۔

سکھوں کی سیاسی طاقت

۱۷۱۶ء میں بندہ بہادر کے قتل
کئے جانے کے بعد سکھوں کا کوئی
لیڈر نہ رہا۔ جو اُن کی رہنمائی کرتا۔ اور امیر معین الملک گورنر
پنجاب نے سخت گیری کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ اس لئے
مجبوراً سکھوں کو پنجاب کے شہروں سے بھاگ کر پہاڑی علاقوں
میں پناہ لینی پڑی۔ جو سکھ ان مصیبتوں کو برداشت نہ
کر سکے۔ وہ سکھ مت کے ظاہری نشانوں کو چھوڑ کر ہندو
سوسائٹی میں رل مل گئے۔ ۱۷۳۹ء کے بعد جب نادر شاہ
اور احمد شاہ درانی کے مسلسل حملوں کے سبب پنجاب میں
سخت ابتری پھیل رہی تھی۔ سکھوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا
پہاڑوں سے میدانی علاقوں میں نکل آئے۔ اور سرکاری حاکموں
کا مقابلہ شروع کر دیا۔ گھوڑا۔ تلوار اور دو کمبل کے سوا ہر
سپاہی کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ اُنہوں نے چھوٹے چھوٹے
جتھے یا مسلیں بنا کر حملے شروع کر دئے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ

تیس سال کی مدّت میں پنجاب کے اکثر علاقے پر سکھوں نے اپنا تسلّط قائم کر لیا ؛

سکھوں کے بارہ سربرآوردہ جتھہ داروں نے جنہیں مثلدار کہتے تھے۔ مفتوحہ علاقہ کو آپس میں تقسیم کر لیا - ان میں سے چھ مثلداروں کا علاقہ دریائے ستلج کے ایک طرف اور باقی چھ کا دوسری طرف دریائے جمنا تک پھیلا ہؤا تھا ؛

رنجیت سنگھ کا عروج اور عہد نامہ امرتسر ۱۸۰۹ء

مہاراجہ رنجیت سنگھ انہیں میں سے ایک مثل دار مہاں سنگھ کا بیٹا تھا۔ جس کا صدر مقام گوجرانوالہ تھا - رنجیت سنگھ ۱۷۸۰ء میں پیدا ہؤا۔ اور بارہ برس کی عمر میں اس نے سکرچکیہ مثل کی سرداری لے لی - مہاراجہ رنجیت سنگھ میں انتظامی قابلیت خداداد تھی - اس لئے اپنے علاقہ کی حکومت سنبھال لی - مہاراجہ کے حوصلے سکرچکیہ کے مثل کی وسعت میں سما نہیں سکتے تھے۔ پس اپنے علاقے پر تسلّط قائم کرنے کے بعد وہ دوسرے مثلداروں کے علاقوں کی طرف قدم بڑھانے لگا - ۱۷۹۹-۱۸۰۰ء میں اس نے بھنگی مثل کے سرداروں سے لاہور اور امرتسر چھین لیا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے دوسرے مثلداروں کو ان کے مثلوں (علاقوں) سے بیدخل کر کے سکھ خالصہ سلطنت کی بنیاد رکھ دی جب ادھر پورے طور پر اپنا اقتدار جما لیا - تو پھر یہ جرأت ہوئی - کہ وہ ان سکھ ریاستوں پر بھی جو دریائے جمنا اور ستلج کے درمیان واقع ہیں - اور جن کو علاقہ سرہند کہتے ہیں۔ اپنا تسلّط جمائے - ان سکھ ریاستوں میں ہمیشہ خانہ جنگی رہتی تھی۔

بعض نے دوسروں کے خلاف رنجیت سنگھ سے مدد کی درخواست کی۔ رنجیت سنگھ تو ایسے موقع کی تاک میں رہتا تھا۔ اس نے فوراً ستلج کو عبور کر کے لدھیانہ پر قبضہ کر لیا۔ اب ان والیان ریاست کی آنکھ کھلی اور سمجھ میں آیا کہ رنجیت سنگھ کا اصلی مدعا ان سب کو برباد کر دینا ہے۔ اس لئے انہوں نے انگریزوں سے مدد مانگی۔ کیونکہ مرہٹوں کی شکست کے بعد یہ ریاستیں گویا انگریزوں کی پناہ میں آ گئی تھیں۔ لارڈ منٹو جانتا تھا کہ اگر رنجیت سنگھ نے علاقہ سرہند کی ریاستوں پر قبضہ کر لیا تو سارا علاقہ جمنا تک اس کے ہاتھ آ جائے گا۔ اور اس کی طاقت انگریزوں کے لئے خطرناک ہو جائیگی۔ پس اس نے رنجیت سنگھ کو آگے بڑھنے سے روکنا اور اس کے ساتھ ایک عہد نامہ کر کے پنجاب کو ایک حدِ فاصل بنا دینا مناسب جانا۔ چنانچہ مسٹر مٹکاف کو رنجیت سنگھ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ کچھ عرصہ تک رنجیت سنگھ ٹالتا رہا۔ مگر انجام کار اپریل ۱۸۰۹ء میں امرتسر میں ایک عہد نامہ لکھا گیا۔ اور قرار پایا کہ سرکار انگریزی ان علاقوں سے کچھ سروکار نہیں رکھیگی۔ جو ستلج کے شمال میں ہیں۔ دوسری طرف رنجیت سنگھ بایں روئے ستلج کی ریاستوں سے دستبردار ہو گیا۔ یہ بڑا مشہور عہد نامہ ہے۔ کیونکہ اس سے مہاراجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں کے درمیان مستقل رابطۂ اتحاد قائم ہو گیا۔ اور جب تک رنجیت سنگھ زندہ رہا۔ اس نے اس کی شرائط کو باعزت طریقے سے پورا کیا۔ لارڈ منٹو نے لدھیانہ کو ایک نہایت اہم مقام بنا دیا*

اگر غور سے دیکھا جائے تو عہد نامۂ امرتسر کی بدولت ہی انگریزی سرحد جمنا سے ستلج تک بڑھ گئی۔ اور یہ بھی ایک اہم تاریخی واقعہ ہے کہ یہ کام ایک ایسے گورنر جنرل کے ہاتھوں ہوا جو عدم مداخلت سے بال برابر ادھر ادھر نہ ہونا چاہتا تھا۔

عدم مداخلت کی پالیسی اور خارجی معاملات

لارڈ منٹو کے عہدِ حکومت کی خصوصیت اس کی اندرونی اور بیرونی حکمتِ عملی ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے عہد نامہ کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ انگریزوں کو فرانسیسیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا۔ فرانسیسیوں کا مختصر ذکر سنو۔ جس اثنا میں ہندوستان میں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے۔ یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے تعلقات دوستانہ نہ تھے۔ جب کبھی یورپ میں انگریزوں کی کسی دوسری قوم سے جنگ ہوتی تو ہندوستان میں بھی ان کے درمیان لڑائی چھڑ جاتی۔ اور جب یورپ میں صلح ہوتی تو یہاں بھی لڑائی بند ہو جاتی اور مفتوحہ علاقے فریقین کو واپس کر دئے جاتے۔ اب اگرچہ فرانسیسیوں کی طاقت خاص ہندوستان میں سلب ہو چکی تھی۔ مگر بحر ہند میں اُن کے پاس چند جزیرے تھے۔ جہاں سے وہ ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں سے خط و کتابت کرتے اور انگریزوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ پھر جب موقع ملتا تو انگریزوں کے جہاز لُوٹ لیتے تھے۔ اُن دنوں نپولین بونا پارٹ کا آفتابِ اقبال عروج پر تھا اور اُس نے تقریباً تمام یورپ کو اپنے پنجۂ فولادی میں جکڑ رکھا تھا۔ اس وقت

انگریزوں کے ساتھ اس کی سخت جنگ ہو رہی تھی۔ نپولین اکثر ہندوستان کو فتح کرنے اور اس زرخیز ملک کو فرانسیسی حکومت کا جزوِ اعظم بنانے کے خواب دیکھا کرتا تھا چونکہ یورپ میں انگلستان کی بحری قوت کے سامنے اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اس لئے اب اُس نے ایران۔ بلوچستان اور سندھ کے راستے ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے شاہِ ایران سے اتحاد کرنا لازم سمجھا ۔

جب ۱۸۰۴ء اور ۱۸۰۵ء میں روس اور فارس کے مابین جنگ شروع ہوئی تو شاہِ فارس نے اُدھر نپولین سے اور ادھر ہندوستان میں سرکار انگریزی سے مدد مانگی۔ مگر یہاں تو عدمِ مداخلت کا دور دورہ تھا۔ دوسرے اس وقت روس سے برطانیہ کے تعلقات دوستانہ تھے۔ اس لئے شنوائی نہ ہوئی۔ مگر نپولین نے جو اس وقت روس کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ شاہِ ایران کو مدد دینے کا وعدہ کرلیا اور اس شرط پر شاہِ فارس کے ساتھ عہد نامہ کرنے کو تیار ہوگیا کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرنے میں اس کی مدد کرے ابھی یہ خط وکتابت جاری ہی تھی کہ نپولین کو روس نے شکست فاش دی۔ اور ۱۸۰۷ء میں فرانس اور روس کے مابین صلح ہوگئی۔ اب نپولین نے فارس اور روس کے درمیان صلح کرانے کا ارادہ کیا۔ تاکہ روس اور ایران کی مدد سے ایشیائے کوچک اور ایران سے ہوکر ہندوستان پر حملہ کرے۔ مگر شہنشاہِ روس نے اس قسم کا جارحانہ عہد نامہ کرنے سے انکار کردیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد نپولین کی توجہ

ہسپانیہ کی طرف مبذول ہوگئی اور ہندوستان کی فتح کا خیال جاتا رہا ٭

نپولین کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے علاوہ انگریزوں کو ہمیشہ روس کی جانب سے یہ خطرہ رہتا تھا کہ مبادا وہ افغانستان سے اتحاد کرکے یا اس کو دبا کر شمالی و مغربی سرحد کی طرف سے ہندوستان پر حملہ کرے۔ کیونکہ ہمیشہ اسی راستے سے ہندوستان پر حملے ہوتے رہے ہیں ٭

نپولین اور روس کے خوف سے لارڈ منٹو نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے عہد نامہ کیا۔ علاوہ ازیں اس نے ایران کابل اور سندھ میں بھی اپنے سفیر بھیجے۔ جان میلکم طہران گیا۔ ماؤنٹ اسٹورٹ الفنسٹن امیر کابل کے دربار میں بھیجا گیا۔ چنانچہ شاہِ ایران کے ساتھ عہد نامہ ہوگیا کہ وہ کسی یورپی طاقت کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے اپنے ملک سے نہ گزرنے دیگا ٭

ادھر حکومت برطانیہ نے اقرار کیا کہ اگر فرانس۔ روس یا یورپ کی کوئی اور طاقت ایران پر حملہ کریگی۔ تو وہ شاہ ایران کی مدد کرے گی ٭

کابل میں اس وقت امیر شجاع حکمران تھا۔ مگر وہ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھا۔ خاندانی بغاوتوں کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سلطنت اُس کے ہاتھوں سے نکل جائیگی شاہ شجاع نے انگریزی سفیر سے وعدہ کیا کہ وہ فرانس۔ روس یا اور کسی طاقت کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے افغانستان سے ہرگز راستہ نہ دیگا۔ اسی قسم کا ایک عہد نامہ

امرائے سندھ سے بھی ہو گیا۔ لارڈ منٹو نے یہ سب عہدنامے نپولین کے خوف سے کئے تھے۔ مگر ۱۸۱۰ء میں روس اور فرانس میں پھر جنگ شروع ہو گئی اور فرانسیسی یا روسی حملہ کا خطرہ جاتا رہا۔ غرض سوائے عہد نامہ امرتسر کے دوسرے عہد ناموں سے کوئی فائدہ نہیں ہؤا +

جارحانہ حکمتِ عملی

لارڈ منٹو نے صرف اس مدافعانہ حکمتِ عملی پر قناعت نہ کی بلکہ اس نے فرانسیسیوں کے خلاف جنگ بھی شروع کی۔ اُس نے خیال کیا کہ جب تک فرانسیسیوں کے پاس بحر ہند میں کچھ جزائر موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ فوجی مرکزوں کی حیثیت سے استعمال ہوتے رہینگے اور فرانسیسی انگریزوں کے خلاف سازش میں مصروف رہینگے۔ ولندیز بھی اس وقت فرانسیسیوں سے مل گئے تھے۔ اور مشرقی سمندروں میں انگریزی تجارت کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ پس انگریزوں نے فرانسیسیوں کا سب سے مشہور جزیرہ ماریشش اور اس کے قرب وجوار کے جزیروں پر قبضہ کر لیا اور اگلے سال فوج کشی کر کے جاوا اور ولندیزوں کی دیگر نو آبادیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن جب ۱۸۱۵ء میں یورپ میں صلح ہو گئی۔ تو تمام مفتوحہ علاقے سوائے ماریشش کے فرانسیسیوں اور ولندیزوں کو واپس کر دئے گئے +

اس طریق سے منٹو نے فرانسیسی خطرہ کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ کیونکہ اس نے مشرقی سمندروں کو فرانسیسیوں اور ولندیزوں کے جنگی جہازوں سے بالکل پاک کر دیا +

ٹراونکور میں بغاوت ۱۸۰۸ء

۱۸۰۸ء میں ٹراونکور میں بغاوت کے فتنوں نے سر اٹھایا۔ جن کا برپا کرنے والا راجہ کا دیوان تھا۔ اس نے ایک قسم کی مذہبی جنگ کا اعلان کر دیا تھا۔ اور چند انگریزوں کو قتل کر دیا۔ مگر یہ بغاوت جلد فرو کر دی گئی +

کمپنی کے چارٹر کی تجدید ۱۸۱۳ء

۱۸۱۳ء میں کمپنی کی سند (چارٹر) کو بیس برس ہو چکے تھے۔ اس لئے پارلیمنٹ کے سامنے اب پھر تجدید کا سوال پیش ہوا۔ ۱۷۹۳ء میں چارٹر کی توسیع کے وقت ہندوستان کی حالت کچھ اور تھی۔ مگر اس وقت بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اجارہ کے متعلق سخت اختلاف رائے ہو گیا تھا۔ اب تو ہندوستان کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ اور یہ خیال پختہ ہو گیا تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی دونو کام یعنی تجارت اور فرمانروائی ایک ساتھ انجام نہیں دے سکتی۔ حکمرانی کے اہم فرائض بہت اہم ہیں۔ اور ہندوستان جیسے وسیع ملک میں تجارت صرف ایک ہی کمپنی کے ہاتھ میں نہ ہونی چاہئے۔ بلکہ ہر شخص کو اس میں حصہ لینے کا حق ملنا چاہئے۔ کیونکہ عام طور پر اہل انگلستان تجارت اور دستکاری پر پابندیاں عاید کرنے کے خلاف تھے۔ اس لئے پارلیمنٹ نے شدید بحث و مباحثہ کے بعد فیصلہ کیا کہ ہندوستان کی تجارت تو سب کے لئے عام ہو۔ مگر چین کے ساتھ تجارت کرنے کا حق کمپنی کو بلا شرکت غیرے آئندہ بیس سال کے لئے اور دے دیا جائے +

لارڈ منٹو ۱۸۱۳ء میں ہندوستان سے واپس انگلستان چلا

گیا۔ اور وہاں پہنچ کر چند ماہ بعد فوت ہو گیا ؎

ارل آف موئرا (مارکوئس آف ہیسٹنگز)

۱۸۱۳ء سے ۱۸۲۳ء تک

ارل آف موئرا جسے جنگ نیپال میں فتح پانے کے عوض مارکوئیس کا خطاب ملا تھا۔ اکتوبر ۱۸۱۳ء میں گورنر جنرل ہو کر ہندوستان آیا۔ اس وقت اس کی عمر ۵۹ سال کی تھی۔ مگر اُس کی ذہنی اور جسمانی قوتیں بدستور قائم تھیں۔ چنانچہ اس نے بڑی محنت سے اپنے عہدہ کے فرائض ادا کئے۔ اور یہاں کی آب و ہوا کا خوب مقابلہ کرتا رہا۔ ہندوستان آنے سے پیشتر وہ امریکہ کی جنگ آزادی اور دو ایک یورپی لڑائیوں میں اعلیٰ خدمات دکھا چکا تھا۔ انگلستان سے روانہ ہونے کے وقت اگرچہ ہیسٹنگز بھی ولزلی کی فتوحات کی پالیسی کے سخت خلاف تھا۔ مگر اس کے باوجود اس کو سب سے زیادہ خوفناک لڑائیوں میں مبتلا ہونا پڑا۔ اور اس کے عہدِ حکومت میں بہت سے قلعے فتح ہوئے۔ اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کو معراج کمال تک پہنچانے کا وہ گرانقدر کام جسے ولزلی نے شروع کیا تھا۔ اس کی تکمیل ہیسٹنگز کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ اس وقت انگریزی حکومت ہندوستان میں نہایت اعلےٰ پیمانہ پر قائم ہو چکی تھی۔ اور

اب یہ ناممکن تھا۔ کہ اس کی ہمسایہ طاقتیں باہم جنگ وجدل میں مشغول رہیں۔ اور انگریزی حکومت اُن میں دخل انداز نہ ہو چنانچہ واقعات سے مجبور ہوکر گورنر جنرل کو عدم مداخلت کی حکمت عملی ترک کرنی پڑی۔ کارنوالس۔ بارلو اور منٹو نہایت خوفناک حالات چھوڑ گئے تھے۔ لیکن ہیسٹنگز نے نہایت حوصلہ مندی سے ان کا مقابلہ کیا ۔

جنگِ نیپال ۔ ۱۸۱۴ء سے ۱۸۱۶ء تک

نیپال کا ملک بنگال اور اودھ کے شمال کی جانب کوہ ہمالیہ میں واقع ہے اور قریباً چھ سات سو میل لمبا ہے۔ شروع میں اس ملک میں منگولیا اور تبت کی قومیں آباد تھیں۔ مگر جنگ پلاسی کے چند سال بعد گورکھا قوم نے اسے فتح کر لیا تھا ۔

گورکھے اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں۔ یہ لوگ میدان کے رہنے والے ہندوؤں اور پہاڑی اقوام کی مخلوط نسل سے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ بھوٹان اور ستلج کے تمام درمیانی علاقہ پر بھی قابض ہو گئے۔ اب انہوں نے میدانوں کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اور چونکہ ان کے اور انگریزی علاقے کے درمیان کوئی قدرتی حد نہ تھی۔ وہ انجام کار اس پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگے۔ چنانچہ ۱۸۱۴ء میں جب انہوں نے بٹول و شیو راج کے اضلاع پر قبضہ کر لیا۔ تو گورنر جنرل نے انہیں واپس مانگا۔ مگر گورکھوں نے انکار کیا۔ وہ ایک نہایت بہادر اور جنگجو قوم ہیں۔ ان کو اس بات پر گھمنڈ تھا کہ کوئی بیرونی طاقت نیپال کے دشوار گزار جنگلوں اور پہاڑوں میں

سے گزر کر نیپال کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ ان کو انگریزوں کی عدم مداخلت کی حکمت عملی پر بھی بھروسہ تھا کہ غالباً جنگ کی نوبت ہی نہ آئیگی۔ مگر ۱۸۱۴ء میں نیپال کی لڑائی شروع ہو گئی۔ گورنر جنرل نے بڑے زور شور سے تیاریاں کیں۔ کیونکہ وہ جنگِ نیپال کی تمام مشکلات کو بخوبی سمجھتا تھا۔ بدقسمتی سے فوجوں کے جنرل قابل نہ تھے۔ اس لئے ان کی غلطیوں اور پہاڑی جنگ کے اصولوں کی لاعلمی کی وجہ سے شروع شروع میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جان و مال کا بہت نقصان ہوا۔ جنرل گلپسی مارا گیا۔ مگر جنرل اوکٹر لونی نے کئی مقام پر گورکھوں کو شکست دی۔ اور ان کے بہادر سردار امر سنگھ کو ملاؤں کے قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بعد میں امر سنگھ نے مجبور ہو کر ملاؤں کا قلعہ انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ انگریزوں نے ملاؤں پر قبضہ کرنے کے بعد گورکھوں کو گڑھوال سے نکال دیا۔ پھر کمایوں میں کرنیل نکولس نے الموڑا پر قبضہ کر لیا۔ جب اوکٹر لونی کھٹمنڈو دار السلطنت کے قریب پہنچا تو راجہ کا دل ٹوٹ گیا۔ اور اس نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ مارچ ۱۸۱۶ء میں ساگولی کے مقام پر عہدنامہ لکھا گیا۔ اس کے رُو سے :-

(۱) گورکھوں نے سکم کو چھوڑ دینے کا وعدہ کیا ✣

(۲) اپنے دارالسلطنت کھٹمنڈو میں انگریزی ریزیڈنٹ رکھنا منظور کر لیا ✣

(۳) جن علاقوں پر جبراً قبضہ کر لیا تھا ان کو واپس دینے کا وعدہ کیا ✣

(۴) انگریزی حکومت کو کمایوں کا علاقہ دینے کا وعدہ کیا۔ جس میں اب ممالکِ متحدہ کے نینی تال۔ الموڑہ اور گڑھوال کے اضلاع شامل ہیں +

(۵) موجودہ ڈیرہ دون کا ضلع جس میں خوبصورت پہاڑی مقام منصوری واقع ہے اور شملہ کے ضلع کا کچھ حصہ بھی انگریزوں کو دے دیا گیا +

(۶) گورکھوں نے اپنی جنوبی سرحد کے کنارے کا بہت سا ترائی کا نشیبی حصہ بھی انگریزوں کے حوالہ کر دیا +

اس جنگ کے بعد نیپال کے تعلّقات سرکار برطانیہ سے ہمیشہ دوستانہ رہے۔ اور تقریباً ہر موقع پر اور خصوصاً گزشتہ جنگ عظیم میں تو نیپال نے حکومتِ برطانیہ کی غیر معمولی امداد کی۔ آج کل ہندوستان کی فوجوں میں بہت سے گورکھے موجود ہیں۔ وہ بڑے منچلے بہادر اور وفادار خیال کیے جاتے ہیں +

پنڈاریوں کی لڑائی اور اُن کی غارت گری

ہم دسویں باب میں لارڈ منٹو کے سلسلے میں پنڈاریوں کا کچھ حال لکھ چکے ہیں۔ ان کے گروہوں میں مختلف فرقوں اور مذہبوں کے لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ صرف اپنے سرداروں کی اطاعت کرتے تھے۔ یہ بڑے ظالم اور بے رحم تھے۔ ان کے غول کے غول ملک میں چکّر لگاتے پھرتے تھے۔ جو جگہ سامنے آتی تھی۔ اس کو بڑی بیرحمی اور سفّاکی سے غارت کر دیتے تھے۔ ان کے ظلم سے مرد تو بجائے خود، عورتیں اور بچّے بھی محفوظ نہ تھے۔ ان کی عورتیں مردوں

سے بھی زیادہ جلاد تھیں۔ جب ہندوستان میں انگریزی طاقت بڑھنے لگی۔ اور انگریزوں نے ملک میں امن قائم کرنا شروع کیا تو تمام مجرم سزا کے خوف سے مالوہ اور وسطِ ہند میں چلے گئے۔ اور پنڈاریوں کے گروہوں میں شامل ہو گئے۔ اور امن وامان سے زندگی بسر کرنے کے بجائے لوٹ مار اور غارتگری کا پیشہ اختیار کرنے لگے۔ علاوہ ازیں ولزلی کے طریق امدادی کے مطابق بہت سی ریاستوں نے کمپنی کے ساتھ عہد نامے کر لئے تھے۔ جن کے رُو سے ان کی بہت سی فوج کم کر دی گئی تھی۔ چنانچہ تخفیف شدہ سپاہی بھی ان گروہوں میں شامل ہو گئے۔ مرہٹے سردار ان کو پناہ دیتے تھے۔ اور لڑائی کے وقت ان سے امداد بھی لیتے تھے۔ بہت سے پنڈاریوں کو تو جاگیریں تک دے رکھی تھیں۔ مثلاً ۱۸۱۶ء سے کچھ عرصہ پیشتر سندھیا نے ان پنڈاریوں کے سرداروں کو مالوہ میں کچھ جاگیر عطا کی۔ تاکہ وہ اطمینان سے زندگی بسر کریں۔ مگر یہ جاگیر تو ان کے ایک گروہ کے لئے بھی کافی نہ ہو سکتی تھی۔ وہ اپنے قدیم لوٹ مار کے طریقہ پر ہی قائم رہے۔ پنڈاری وسطِ ہند میں دور دراز علاقوں پر دھاوا مارتے تھے۔ ان کی فوجیں روز بروز خونخوار ہوتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ وسطِ ہند کی بدنظمی اور بدامنی زبان زدِ عام ہو گئی۔ اور لوگ یہ کہہ کر انگریزی حکومت کو بدنام کرنے لگے۔ کہ سب سے بڑی اور طاقتور حکومت ہونے کے باوجود بھی اپنے فرائض انجام نہیں دیتی۔ اور ملک کو ان پنڈاریوں کے مظالم سے نجات نہیں دلاتی۔ پنڈاریوں کے سب سے بڑے سردار امیر خاں۔ کریم خاں

واصل محمد اور چیتو تھے۔ ۱۸۱۲ء میں پنڈاریوں نے بندھیاچل پر حملہ کیا۔ ۱۸۱۵ء میں ریاست حیدر آباد میں کئی مقامات پر لوٹ مار کی۔ جب ۱۸۱۶ء میں انہوں نے شمالی سرکار پر حملہ کیا۔ اور تقریباً ۳۵۰ گاؤں برباد کر دئے۔ تو سرکار انگریزی کی آنکھیں کھلیں۔ اور عدم مداخلت کو بالائے طاق رکھ کر ہیسٹنگز نے مصمم ارادہ کر لیا کہ پنڈاریوں کی بیخ کنی کرے چنانچہ اس نے بڑی زبر دست تیاری کی۔ کیونکہ پنڈاریوں کی جنگ میں اسے مرہٹہ سرداروں کی بغاوت کا بھی خوف تھا چنانچہ جب وہ پنڈاریوں کے محاصرہ میں مشغول تھا۔ مرہٹوں نے سر اٹھایا۔ گورنر جنرل نے بڑی عقلمندی سے برار۔ بھوپال۔ اودے پور۔ جودھ پور۔ کوٹہ اور انہیں دوسری راجپوت ریاستوں سے عہد نامے کر کے انہیں پنڈاریوں سے علٰحدہ کر دیا۔ سندھیا پر بھی زور دیا۔ آخر کار وہ بھی پنڈاریوں سے علٰحدہ ہو گیا۔ گورنر جنرل نے سوا لاکھ کے قریب فوج جمع کی۔ اور پنڈاریوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ان کے تمام راستے مسدود کرنے کا انتظام کیا۔ شمال کی طرف سے ہیسٹنگز خود بحیثیت کمانڈر انچیف فوج لے کر روانہ ہوا۔ جنوب کی جانب سے ایک بڑی فوج سر ٹامس ہسلوپ کے زیر کمان روانہ ہوئی۔ اور پنڈاریوں کو جو تخمیناً ۴۰ یا ۵۰ ہزار تھے۔ چاروں طرف سے گھیر کر بہت ہی قلیل عرصے میں برباد کر دیا گیا امیر خاں نے ہتھیار ڈال دئے۔ اور گورنر جنرل نے بڑی فیاضی سے اسے ٹونک کی ریاست عطا کر دی۔ کریم خاں نے بھی اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ اور اس کو بھی گنیش پور

کی جاگیر عطا ہوئی۔ واصل محمد نے خودکشی کر لی۔ اور چیتو کو ایک شیر نے ہلاک کر ڈالا۔ اس طرح ۱۸۱۶ء کے شروع میں مالوہ کے لوگوں کو پنڈاریوں سے نجات ملی +

مرہٹوں کی تیسری لڑائی
۱۸۱۷ء سے ۱۸۱۸ء تک

پنڈاریوں کی بیخکنی کے دوران میں پیشوا۔ ہلکر اور بھونسلا نے انگریزوں کی مصروفیت کو غنیمت سمجھا اور ۱۸۱۷ء کے آخر میں ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ باجی راؤ پیشوا نے دغا بازی کی۔ وہ بسین کے عہد نامہ کی شرائط سے مطمئن نہ تھا اور اپنا سابقہ اقتدار اور آزادی حاصل کرنے کے لئے سازش کر رہا تھا۔ پیشوا اور گائکواڑ کے درمیان کچھ عرصہ سے خراج کے متعلق نزاع تھا۔ جس کے فیصلے کے لئے ۱۸۱۵ء میں گائکواڑ نے اپنے وزیر گنگا دھر شاستری کو انگریزوں کی پناہ کے وعدہ پر دربار پونا میں بھیجا۔ لیکن باجی راؤ اپنے نالائق اور فتنہ پرداز وزیر ٹرمبک جی کے قابو میں تھا۔ اس نے گنگا دھر کو قتل کروا دیا۔ سرکار انگریزی نے ٹرمبک جی کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ اس پر وہ قید تو کر لیا گیا۔ مگر قید سے نکل بھاگا۔ اس معاملہ میں بھی پیشوا پر شبہ کیا گیا جو دیگر مرہٹہ سرداروں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف سازش بھی کر رہا تھا۔ اور ایک زبردست فوج جمع کرنے میں مصروف تھا۔ پس انہی دنوں یعنی ۱۸۱۷ء میں پونا کے ریزیڈنٹ مسٹر الفنسٹن نے جو ایک بڑا قابل اور منتظم تھا۔ باجی راؤ کو مجبور کیا کہ وہ ایک نیا عہد نامہ لکھے اور اس کے رُو سے (۱) ٹرمبک جی

سے قطع تعلّق کرے +

(۲) اپنے آپ کو مرہٹوں کا سردار اعلےٰ نہ کہے + اور

(۳) کچھ علاقہ جس میں احمد نگر بھی شامل تھا کمپنی کے حوالہ کرے +

بظاہر تو باجی راؤ نے ان شرائط کو مان لیا مگر مصمم ارادہ کر لیا کہ ایک دفعہ تو انگریزوں کو برباد کرنے کی آخری کوشش ضرور کرونگا۔ چنانچہ اس نے یکایک نومبر ۱۸۱۷ء میں انگریزی ریزیڈنسی پر جو پونا میں تھی حملہ کیا۔ الفنسٹن پونا سے اپنی امدادی فوج لے کر پونا کے قریب کرکی کے مقام پر چلا گیا۔ اس جگہ محض تین ہزار فوج سے پیشوا کی زبردست فوج کو شکست دی۔ پیشوا بھاگ گیا اور انگریزی فوج نے پونا پر قبضہ کر لیا۔ پیشوا چند مہینوں تک بھاگا بھاگا پھرا۔ مگر جب کچھ بن نہ آئی تو جون ۱۸۱۸ء میں اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ اب اُسے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ دیا گیا اور کانپور کے قریب بٹھور میں رہنے کی اجازت ملی۔ مگر پیشوا کے سب مقبوضات اس سے لے لئے گئے +

پیشوا کی طرح انہی دنوں راجہ ناگپور اور ہُلکر بھی انگریزوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جسونت راؤ ہلکر پاگل ہو کر مر چکا تھا۔ بھونسلا کو سیتا بلدی کی پہاڑی پر شکست ہوئی اور اس کو دریائے چمبل کے کنارے کا علاقہ کمپنی کے حوالہ کرنا پڑا۔ ملھار راؤ ہُلکر کو ۱۸۱۷ء کے آخر میں مہدپور کے مقام پر شکست ہوئی۔ اور وہ صلح کا خواستگار ہوا۔ ان سب لڑائیوں کا نتیجہ حسبِ ذیل ہوا:۔

(۱) پیشوا کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس کا تمام ملک کمپنی کے قبضہ میں آ گیا ÷

(۲) پیشوا کے علاقہ سے کچھ حصہ نکال کر ستارہ کی ریاست بنائی گئی۔ اور سیوا جی کے خاندان کے ایک شخص کو وہاں کی گدّی پر بٹھا دیا گیا ÷

(۳) آپا صاحب بھونسلا کو گدی سے اتار دیا گیا اور دریائے نربدا کے شمال کا علاقہ انگریزی علاقہ میں شامل کر لیا گیا اور جنوب کا علاقہ ایک نئے راجہ کو دے دیا گیا۔ جس نے فرمانبرداری قبول کر لی تھی ÷

(۴) ہلکر کے علاقہ میں بہت تخفیف کر دی گئی ÷

ان واقعات کے بعد مرہٹہ سلطنت کا چراغ گل ہو گیا کیونکہ علاوہ پیشوا۔ بھونسلا اور ہلکر کے سندھیا نے بھی انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور مرہٹہ ریاستیں نہایت ہی تنگ دائرہ میں محدود ہو گئی تھیں ÷

اب انگریزی حکومت سب سے بڑی طاقت سمجھی جانے لگی۔ تمام قدیم راجپوت ریاستیں انگریزی پناہ میں آ گئی تھیں۔ اور کمپنی کا علاقہ راس کماری سے دریائے ستلج تک پھیلا ہوا تھا۔ غرض ولزلی کا شروع کیا ہوا کام اب تکمیل کو پہنچ گیا ÷

آئینی اصلاحات

اگرچہ ہیسٹنگز کے یہ کام بھی کچھ کم اہم نہ تھے۔ لیکن جنگی فتوحات میں مصروف رہنے کے باوجود اس نے ملکی انتظام میں اصلاحات رائج کر کے اپنے کارناموں کو چار چاند لگائے۔ تعلیم کو ترقی دی۔ نئے سکول کھولے۔ اور لیڈی ہیسٹنگز نے عورتوں کی تعلیم کے متعلق

ہندوستان
لارڈ ہیسٹنگز کے عہد میں
انگریزی مقبوضات سرخ
تبت
پنجاب
راجپوتانہ
احاطۂ بنگال
خلیج بنگالہ
بحیرۂ عرب
لنکا
مدراس
بمبئی
حیدرآباد
لاہور
ناگپور
رنگون

اپنے شوہر کی بڑی مدد کی ÷

بنگال کے مشہور ریفارمر راجہ رام موہن رائے کی مدد سے ہیسٹنگز نے ۱۸۱۷ء میں کلکتہ میں ایک کالج قائم کیا۔ سیرام پور کے مشنریوں نے سب سے پہلا ہندی اخبار سماچار درپن جاری کیا ÷

سرٹامس منرو نے مدراس میں ایک نہایت قابل اطمینان بندوبست رعیت داری کا قائم کیا۔ جس کے رُو سے سرکار براہ راست کاشتکاران سے لگان وصول کرتی ہے ÷

بنگال کے قوانین میں کچھ ترمیم و تنسیخ کی گئی۔ اور انتظام اور انصاف کے محکموں کی قطعی علیحدگی جو کارنوالس کے عہد حکومت میں ہوئی تھی منسوخ کر دی گئی۔ کیونکہ یہ طریقہ اطمینان بخش ثابت نہ ہوا تھا۔ ہندوستانی مجسٹریٹوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا۔ زمینداروں کے خلاف مزارعین کے حقوق کی محافظت کے طریقے اختیار کئے گئے۔ دہلی کی قدیم نہر کی مرمت کی گئی نئی سڑکیں اور پُل بنائے گئے۔ شکستہ پُلوں اور سڑکوں کی مرمت کی گئی۔ باوجود ان تمام کاموں کے ہیسٹنگز کمپنی کے خزانے کو مالا مال چھوڑ کر گیا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی گورنر جنرل کو اُس کے سے قابل ماتحت افسر نہ ملے تھے۔ مثلاً سر ٹامس منرو۔ ماؤنٹ اسٹورٹ۔ ایلفنسٹن۔ سر جان میلکم اور سر چارلس مٹکاف جیسے منتظم ماتحت افسروں نے ہیسٹنگز کی کامیابی میں بہت حصہ لیا ہے۔ ۱۸۲۳ء کے شروع میں ہیسٹنگز استعفا دے کر انگلستان واپس چلا گیا ÷

گیارھواں باب

لارڈ امہرسٹ

۱۸۲۳ء سے ۱۸۲۸ء تک

مارکوئیس آف ہیسٹنگز کے بعد سات ماہ تک مسٹر ایڈم کونسل آف سینیر ممبر بطور گورنر حکومت کرتا رہا اور اگست ۱۸۲۳ء میں لارڈ امہرسٹ اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہو کر ہندوستان آیا۔ اس کا عہدِ حکومت چنداں کامیاب نہیں سمجھا جاتا +

جنگِ برہما ۱۸۲۴ء تا ۲۶ء

معرکۂ پلاسی میں فتح پانے کے بعد اس وقت تک بعض مواقع پر کمپنی کو صرف ہندوستانی ریاستوں سے جنگ کرنی پڑی مگر اب برطانوی مقبوضات وسیع ہو جانے کے سبب بیرونی ملکوں اور غیر ہندوستانی قوموں سے بھی مٹھ بھیڑ ہونے لگی۔ مثلاً جنگِ نیپال جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد برہما کی باری آئی +

برہما کے باشندے تبت اور چین کے باشندوں کی نسل میں سے ہیں۔ پہلے علاقہ اپر برہما میں جس کا دارالسلطنت آوا تھا۔ سلطنت برہما کی بنیاد ایک برہمی سردار المپرا نامی

نے جنگِ پلاسی سے آٹھ سال بعد ڈالی تھی - پھر المپرا نے پیگو کا صوبہ بھی فتح کر کے اپر برہما میں ملا لیا ؛

المپورا کے جانشینوں نے ٹناسرم کو سیام کی ریاست سے چھین لیا - ۱۷۸۴ء میں انہوں نے ارکان فتح کر لیا - چند سال کے بعد لوئر برہما کے علاقے بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیے ؛

سلہٹ و چٹاگانگ بھی خطرے میں تھے - ۱۸۱۳ء میں انہوں نے منی پور پر قبضہ کر لیا - ۱۸۲۱ء میں آسام کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا - اس کے تین سال بعد کچھار پر حملہ کیا - یہاں کا حاکم انگریزوں کی پناہ میں تھا جنہوں نے اس کو تخت نشین کیا تھا - دراصل اہل برہما کو تمام قدرتی سرحدوں سے گزر کر جو ہندوستان کو مشرقی ایشیا سے علیحدہ کرتی ہیں - حملہ کر رہے تھے - ان کامیابیوں سے شاہِ برہما اور اُس کے وزرا کو اپنی طاقت پر غیر معمولی اعتماد ہو گیا - چنانچہ وہ انگریزوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کر لینا بہت دشوار نہ سمجھتے تھے ؛

۱۸۱۸ء میں جب انگریز پنڈاریوں کی پامالی میں مشغول تھے - شاہ برہما نے ایک حکم گورنر جنرل کے نام بھیجا کہ مشرقی بنگال مع ڈھاکہ اور مرشد آباد اس کے حوالے کر دیئے جائیں - کیونکہ یہ پُرانی ارکانی سلطنت کا جزو ہیں جو اب شاہ برہما کے قبضہ میں ہے - انگریزوں نے اس مطالبہ کا کوئی جواب نہ دیا ؛

۱۸۲۳ء میں اہل برہما نے کمپنی کے چھوٹے سے جزیرہ شاہ پور پر حملہ کیا اور علانیہ جنگ شروع کر دی - پس ۱۸۲۴ء کے شروع میں باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی - شاہ برہما نے

اپنے مشہور جنرل مہابندولہ کو ایک زبردست فوج دے کر انگریزوں کے خلاف روانہ کیا۔ اور اُسے حکم دیا کہ انگریزوں کو بنگال سے نکال دے اور گورنر جنرل کو پا بزنجیر کر کے دار السلطنت برہما میں لے آئے۔ چنانچہ مہابندولہ کو اس غرض سے سونے کی زنجیریں بھی دیں ÷

اہل برہما سے دو سال کے قریب جنگ ہوتی رہی۔ جس میں زیادہ تر یورپی افواج کو ہی لڑنا پڑا۔ کیونکہ بنگال کی سینتالیسویں پلٹن نے برہما جانے سے اس لئے انکار کر دیا کہ سمندر پار جانے سے ان کا دھرم بھرشٹ ہو جائیگا۔ اور دوسرے یہ کہ اہلِ برہما جادوگر ہیں۔ مگر یہ غدر کچھ کُشت و خون کے بعد فرو کر دیا گیا۔ شروع میں انگریزوں کو خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ برہما ایک نیا ملک تھا جس میں سینکڑوں میل تک گھنے جنگل۔ دلدلیں اور پہاڑ تھے۔ اور برسات کے ایام میں بارش کی وجہ سے جا بجا اتنا پانی جمع ہو جاتا تھا۔ اور دریا بہ نکلتے تھے کہ سال کے اکثر حصّوں میں لڑائی نہ ہو سکتی تھی۔ برسات کے بعد انگریزی افواج میں ملیریا بخار شدت سے پھیل جاتا تھا۔ فوج کے جرنلوں نے بھی کچھ غلطیاں کیں۔ اور رسد کا انتظام بھی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اچھا نہ تھا۔ با ایں ہمہ چند لڑائیوں کے بعد جس میں کبھی انگریزوں کو شکست ہوئی کبھی فتح۔ مدراس کی بحری فوج نے رنگون پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۲۵ء میں آسام پر بھی قبضہ ہو گیا۔ مہابندولہ مارا گیا۔ جب انگریزی فوجیں یندبو پہنچیں جہاں سے آوا تک صرف دو دن کا سفر تھا تو

شاہ برہما کو برطانیہ کی طاقت معلوم ہوئی۔ چنانچہ اُس نے فروری ۱۸۲۶ئہ میں ینڈبو کے مقام پر عہدنامہ کرکے صلح کر لی عہدنامہ ینڈبو کے رُو سے شاہ برہما کو ایک کروڑ روپیہ بطور تاوانِ جنگ دینا پڑا۔ اس نے ارکان اور ٹناسرم کے صوبے انگریزوں کے حوالے کر دیئے۔ آسام اور کچھار سے دست برداری اختیار کی۔ منی پور کو خود مختار ریاست تسلیم کر لیا۔ ایک تجارتی عہدنامہ بھی لکھا گیا۔ جس کے رُو سے انگریزوں کو شاہ برہما کے مقبوضات میں تجارتی حقوق مل گئے۔ اور ایک انگریز ریذیڈنٹ دارالخلافہ برہما میں مقرر ہوا ٭

اگرچہ اس جنگ پر دس بارہ کروڑ روپیہ صرف ہوا اور نقصانِ جان بھی بہت ہوا۔ مگر اس سے اہم نتائج نکلے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انگریزی فوجیں ہندوستان کے پار گئیں اور وہ رُکاوٹ جس نے آرین تہذیب کو مشرق کی جانب پھیلنے سے روک رکھا تھا۔ اب دُور ہو گئی۔ اور ارکان و ٹناسرم پر قبضہ پانے سے خلیج بنگال کے سامنے کا تمام ساحل انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اور یہ نئے علاقے اب برطانی ہند کی مشرقی سرحد قرار پائے ٭

بھرت پور پر قبضہ ۱۸۲۶ئہ

جنگ برہما کے دوران ہی میں بھرت پور کی ریاست میں ایک تنازع برپا ہوا۔ بھرت پور کا راجہ ایک نابالغ لڑکا تھا۔ اس کے ایک قریبی رشتہ دار دُرجن سال نامی نے اُس کو گدّی سے اُتار دیا اور خود راجہ بن بیٹھا۔ راجہ کے رفیقوں

نے گورنر جنرل سے مدد مانگی - اس پر کمانڈر انچیف لارڈ کیمبر میئر نے بھرت پور کے مشہور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جو ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا - چنانچہ لارڈ لیک بھی اس کو فتح نہ کر سکا تھا - مگر اس مرتبہ سُرنگ بنا کر بارُود کے ذریعے فصیل اڑا دی گئی - قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ اور حق دار راجہ گدّی پر بٹھا دیا گیا +

۱۸۲۸ء میں لارڈ ایمہرسٹ نے پہلی دفعہ شملہ کو گورنر جنرل کے لئے موسم گرما کا صدر مقام بنایا۔ اسی سال وہ انگلستان واپس چلا گیا +

بارھواں باب

لارڈ ولیم بینٹنگ

۱۸۲۸ء سے ۱۸۳۵ء تک

لارڈ امہرسٹ کے بعد ۱۸۲۸ء میں لارڈ ولیم بینٹنگ ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا گیا۔ ۱۸۰۷ء میں دیلور کی بغاوت کے وقت وہ مدراس کا گورنر تھا۔ مگر بغاوت فرو نہ کر سکنے کے سبب انگلستان واپس بُلا لیا گیا تھا۔ مگر قیام انگلستان میں اس نے ذہانت اور قابلیت کا ایسا ثبوت دیا کہ ترپن سال کی عمر ہونے کے باوجود وہ ہندوستان کے گورنر جنرل کا عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہُوا ؛

وہ فطرتاً فیاض طبع اور عالی حوصلہ شخص تھا۔ چنانچہ ہندوستان کی خوشحالی اور ترقی کا مصمم ارادہ لیکر یہاں آیا۔ اور خوش قسمتی سے اس کو رفاہِ عام کے کام انجام دینے کا موقع بھی خوب ہاتھ لگا۔ کیونکہ جنگِ برہما کے بعد تقریباً دس سال تک ملک میں بالکل امن رہا تھا۔ بینٹنگ نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور اپنے دورِ حکومت میں چند ایسی اصلاحیں کیں۔ جن کی وجہ سے اس کا نام تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کی وجہ سے ہندوستانیوں کے

دل اس کی محبت سے لبریز ہو گئے ؞

مالی اصلاحات

جنگِ برہما میں کثیر رقم خرچ ہونے کے سبب سے کمپنی کی مالی حالت بہت نازک ہو گئی تھی۔ چنانچہ بینٹنگ پہلے ادھر متوجہ ہوا اور کفایت شعاری کے پیشِ نظر سول اور فوجی محکموں میں تخفیف شروع کر دی۔ اس معاملہ میں اس نے غیر ہردلعزیز ہو جانے کی بھی پروا نہ کی۔ سول سروس کے ممبروں کے بھتے جن کے وہ مستحق نہ تھے۔ سب موقوف کر دئے یا اُن میں تخفیف کر دی۔ فوجی افسروں کے بھتے بھی خاص حالتوں میں آدھے کر دیئے۔ اُس نے مالی اصلاح کے دوسرے وسیلے بھی اختیار کئے۔ چنانچہ مالوہ کی افیون پر محصول لگا دیا۔ اور ایسا اچھا انتظام کیا کہ کمپنی کی مالگذاری میں معقول اضافہ ہو گیا۔ بنگال میں زمین کا بندوبست درست کیا۔ جہاں گورنمنٹ کی لاپرواہی اور دوسرے وجوہ سے زمین پر بہت ہی کم لگان تھا یا اکثر وصول ہی نہ ہوتا تھا۔ ان اصلاحات سے اس نے کمپنی کی مالی حالت سدھاری مگر اس کی شہرت کی سب سے بڑی وجہ اس کی اخلاقی اصلاحات ہیں ؞

اخلاقی اصلاحات

انسدادِ ستی

لارڈ ولیم بینٹنگ کی مشہور اصلاحات میں ستی کا انسداد سب سے زیادہ مشہور ہے ستی اصل میں اس عورت کو کہتے ہیں جو بالکل پاکیزہ۔ نیکوکار اور پتی برتا ہو۔ زمانۂ قدیم سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ ستی عورت اعلیٰ پایہ کو اس

وقت پہنچ سکتی ہے جب وہ اپنے خاوند کی وفات پر اس کی چتا میں جل کر اپنی سچائی اور محبت کا ثبوت دے۔ چنانچہ سینکڑوں عورتیں بیوہ ہو کر ستی ہو جاتی تھیں۔ ان میں سے کچھ تو اس قربانی کو دھرم سمجھ کر جل مرتی تھیں مگر تحقیقات سے ثابت ہؤا کہ اکثر یا تو زمانے کی شرم اور لوگوں کے طعن کے خوف سے اپنی جان آگ کی نذر کر دیتی تھیں یا جبراً آگ میں جھونک دی جاتی تھیں۔ جب کوئی راجہ یا بڑا رئیس مر جاتا تھا تو اس کی چتا پر سو سو بیواؤں اور داسیوں کو جلنا پڑتا تھا۔ انگریزی حکومت سے پیشتر بھی بعض حکمرانوں نے اس رسم کو وحشیانہ اور خلاف انسانیت قرار دیا تھا۔ چنانچہ اکبر نے بھی اس کے بند کرنے کی کوشش کی مگر ہندو اسے مذہبی رسم خیال کرتے تھے۔ پس کسی بادشاہ نے مذہب میں دخل دینا مناسب نہ جانا۔ اور اس کے انسداد کے لئے قرار واقعی کوشش نہ کی۔ بنگال میں ستی کا اس قدر رواج تھا کہ ۱۸۱۸ء میں ۸۵۰ کے قریب بیوائیں جل مریں۔ بینٹنگ سے پیشتر بھی اس سوال پر غور کیا گیا تھا۔ مگر کسی گورنر جنرل کو یہ ظالمانہ رسم بند کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ بینٹنگ انگلستان سے روانہ ہونے کے وقت اسے بند کرنے کا عہد کر چکا تھا۔ اس نے پہلے ملک کے تمام ججوں۔ افسروں فاضل پنڈتوں اور مشہور آدمیوں سے اس کے انسداد کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ چند گنتی کے افسروں کے سوا جنہوں نے بینٹنگ کو ہندوستانیوں کی بغاوت کی دھمکی دیکر خوف دلایا۔ باقی سب لوگ اس نیک کام میں شریک ہوئے۔

جب بینٹنگ کو اس امر کا کامل یقین ہو گیا۔ کہ اس رسم
کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے تو اس نے بلا پس و پیش
۱۸۲۹ء میں ایک قانون جاری کیا۔ جس کے رُو سے ستی کرنا یا
کرانا یا اس میں کسی قسم کی اعانت کرنا سنگین جرم قرار دیا۔
اس کام میں راجہ رام موہن رائے بانی برہمو سماج بنگال کے
خاص ریفارمر نے بینٹنگ کو بڑی مدد دی۔ یہ قانون بالکل
کامیاب ثابت ہوا۔ اور اب ستی کی رسم ہندوستان سے بالکل
دُور ہو گئی ہے۔ اس اہم کام میں بینٹنگ کی ہمت اور
جوانمردی قابلِ داد ہے +

ٹھگی کا انسداد

ٹھگی کا پیشہ ہندوستان میں مدتوں سے
رائج تھا۔ ٹھگ جماعتیں بنا کر رہتے تھے
یہ دُرگا کی پُوجا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے کچھ خفیہ اشارے
اور زبان وضع کر رکھی تھی۔ جس کے ذریعے آپس میں بات
چیت کرتے تھے۔ یہ ناواقف راہ گیروں کو دھوکا دے کر
ان کا گلا گھونٹ دیتے تھے یا دھتورا کھلا کر مار ڈالتے تھے۔
اور نعش کو کہیں دفن کر دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس
قسم کی خونریزی سے کالی دیوی خوش ہوتی ہے۔ چنانچہ
ایک ٹھگ جتنے زیادہ آدمیوں کو ہلاک کرتا اتنی ہی زیادہ
اس کی عزت بڑھتی تھی +

یوں تو ٹھگ ملک کے ہر حصہ میں پائے جاتے تھے مگر
وسط ہند میں ان کے بڑے بڑے جتھے موجود تھے۔ بعض
رئیس اور زمیندار بھی ان سے ملے رہتے اور ان کی امداد
کرتے تھے۔ اس وقت نہ تو عمدہ سڑکیں تھیں نہ باقاعدہ پولیس

پس ٹھگ بلا خوف وخطر ملک کے ہر حصے میں گھوما کرتے تھے۔ اور ایک ایک ٹھگ کئی کئی سو آدمی ہلاک کر دیا کرتا تھا۔ بھیس بدلنے میں یہ لوگ بڑے ماہر تھے۔ اس لئے لوگ آسانی سے ان ظالموں کا شکار بن جاتے تھے۔ مغلیہ زمانہ میں بھی اکبر اور اورنگ زیب نے بہت سے ٹھگوں کو قتل کروا کے ان کی سرکوبی کرنا چاہی تھی۔ مگر ایسی کوئی کوشش کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جس سے اس ظالم جماعت کا قلع قمع ہو جاتا۔ لارڈ ولیم بینٹنگ نے ایک علیحدہ محکمۂ ٹھگی قائم کیا۔ اور نہایت ہی اعلےٰ پیمانہ پر اس خونخوار گروہ سے ملک کو آزاد کرنے کی کوشش کی۔ ٹھگوں کی بیخ کنی میں میجر سلیمن نے خاص حصہ لیا۔ ٹھگوں کا تعاقب کیا گیا۔ ان کے پوشیدہ مقام معلوم کئے گئے اور ان کے جتھوں کو توڑ دیا گیا۔ غرض آٹھ دس سال میں تقریباً تین ہزار ٹھگ گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچے اور ملک کو اس مہلک وبا سے نجات ملی ؎

دختر کشی اور دیگر وحشیانہ رسوم کا انسداد

ہندوؤں میں اور خاص کر راجپوتوں میں ایک بڑا وحشیانہ دستور تھا کہ بیچاری معصوم لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیتے تھے۔ اس ظالمانہ رسم کا بھی انسداد کیا گیا +

ایک اور قبیح دستور اڑیسہ کی کھانڈ قوم میں یہ تھا کہ وہ لوگ اپنی دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہر سال انسانی قربانی کیا کرتے تھے۔ اس رسم کا بھی قرار واقعی انسداد کیا گیا ؎

اعلیٰ تعلیم

۱۸۱۳ء میں جب کمپنی کے فرمان کی آئندہ بیس سال کے لئے تجدید کی گئی تھی تو ایک لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ مگر یہ روپیہ ہندوستانی زبانوں کے سکھانے پر خرچ کیا جاتا تھا اور انگریزی کی طرف اب تک کوئی خاص توجہ نہیں دیگئی تھی۔ تعلیم کے متعلق اس وقت دو قسم کی رائیں تھیں ایک جماعت کہتی تھی کہ ہندوستانی تعلیم ہی لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے۔ اور دوسرا اس امر پر زور دیتا تھا کہ جب تک ہندوستان کے باشندے انگریزی زبان نہ سیکھیں گے وہ نہ تو مغربی علوم اور تہذیب اور سائینس کی برکتوں سے فائدہ اُٹھا سکیں گے اور نہ انتظامی معاملات میں حکومت کا ہاتھ بٹا سکیں گے۔ انگریزی تعلیم کا سب سے زبردست حامی مشہور مؤرخ میکالے گورنر جنرل کی کونسل کا قانونی ممبر تھا۔ اس نے مشرقی علوم کا خوب مذاق اُڑایا۔ اس کا خیال تھا کہ ہندوستانی زبان اور علوم کی تعلیم پر رعایا کا روپیہ صرف کرنا بیکار ہے +

القصہ بہت بحث و تمحیص کے بعد میکالے کی فتح ہوئی۔ اور یہ قرار پایا کہ آئندہ تعلیم کے حصے کا روپیہ ہندوستانی زبانوں کے بجائے انگریزی زبان۔ سائینس اور فلسفہ پڑھانے پر صرف کیا جائے +

اس اصلاح سے شاندار نتائج مرتّب ہوئے۔ کیونکہ انگریزی زبان کی بدولت مغربی علوم کے خزانوں کی کنجی ہندوستانیوں کے ہاتھ آگئی۔ جس سے انہوں نے خاطرخواہ

فائدہ اٹھایا - علاوہ ازیں انگریزی حکومت کا کام انگریزی میں ہونا ضروری تھا - اور انگریزی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بڑے عہدوں کے لئے قابل ہندوستانی دستیاب نہ ہوتے تھے - لیکن اب جلدی ہی ایسے عہدوں کے لئے قابل آدمیوں کی کافی تعداد پیدا ہو گئی - انگریزی مدارس جابجا جاری کئے گئے - ۱۸۳۴ء میں ایک کالج بمبئی میں کھولا گیا - اور ۱۸۳۵ء میں کلکتہ میڈیکل کالج کی بنیاد رکھی گئی - انگریزی تعلیم کے متعلق بنگال میں انگریز پادریوں نے بھی خاص حصہ لیا *

ہندوستانیوں کیلئے سرکاری عہدے

لارڈ کارنوالس گورنر جنرل دوم نے ہندوستانیوں کے لئے ممتاز عہدوں کے دروازے بند کر دئے تھے بینٹنگ نے اس امر کو ناانصافی قرار دیا - اور ذات پات - رنگ اور نسل کے تمام امتیازات بالکل مٹا دئے اور یہ قانون نافذ کر دیا کہ کوئی ہندوستانی محض مذہب و ملت یا پیدائش کی وجہ سے کسی عہدہ سے محروم نہ کیا جائیگا - چنانچہ بینٹنگ نے بہت سے ہندوستانی بڑے بڑے عہدوں پر مامور کر دیئے *

ملکی انتظام میں اصلاح

اس نے عدالتوں کی خرابیوں کو دُور کر دیا - لارڈ کارنوالس نے ہر ضلع میں ایک ایک عدالت دیوانی یورپی ججوں کے ماتحت مقرر کی تھی - ان کو مقدمات فیصل کرنے کے لئے دورہ میں جانا پڑتا تھا - بینٹنگ نے اس قاعدہ کو منسوخ کر دیا - اور ججوں کو فوجداری کے اختیارات بھی دے دئے *

بہت سے ہندوستانی قانونی افسر مقرر کئے گئے اور ان کا

دائرۂ اختیارات وسیع کر دیا گیا۔ اس سے کام میں بہت آسانی ہو گئی۔ کلکٹر اور مجسٹریٹ کے اختیارات ایک ہی آدمی کے سپرد کئے گئے۔ کلکتہ کی عدالتِ عالیہ کا کام ہلکا کرنے کیلئے الہ آباد میں ایک ہائیکورٹ قائم کی گئی۔ اور یہاں ایک محکمہ مال بھی قائم کیا گیا۔ صوبہ ممالک مغربی و شمالی یعنی آج کل کے صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں زمین کا تیس سالہ محال داری بندوبست کیا گیا۔

عدالتوں میں اس وقت تک فارسی زبان میں کام ہوتا تھا اور بہت سی مشکلات پیش آتی تھیں۔ بینٹنگ نے اب اردو کو دفتری زبان قرار دیا۔

تجدید فرمان

۱۸۱۳ء میں کمپنی کو بیس سال کیلئے نیا فرمان عطا ہؤا تھا۔ جس کے رُو سے ہندوستان کی تجارت کا اجارہ کمپنی سے لے لیا گیا تھا۔ مگر ابھی تک کمپنی کو چین کی تجارت کا حق حاصل تھا۔ ۱۸۳۳ء میں کمپنی سے چین کی تجارت کا اجارہ بھی چھین لیا گیا۔ اب کمپنی تجارتی کمپنی نہ رہی۔ بلکہ وہ شاہِ انگلستان اور پارلیمنٹ کے ماتحت ہندوستان کی فرمانروائی کرنے لگی۔ اور کئی اور تبدیلیاں وقوع میں آئیں۔ مثلاً گورنر جنرل کی کونسل میں بجائے تین کے چار ممبر کر دیئے گئے۔ چوتھا قانونی ممبر مکالے بنایا گیا۔ جس نے تعزیراتِ ہند کو مرتب کیا۔

اب تک گورنر جنرل کو "گورنر جنرل بنگال مع کونسل" کہتے تھے۔ مگر اب "گورنر جنرل ہند مع کونسل" کہلانے لگا۔ جس کو سارے ہندوستان کے لئے قوانین وضع کرنے کا اختیار دیا

گیا - اور مدراس اور بمبئی کے گورنر اس کے ماتحت کر دیئے گئے +
صوبہ مغربی و شمالی اودھ جو اب صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ کہلاتا ہے - ایک لفٹننٹ گورنر کے ماتحت علیحدہ صوبہ بنا دیا گیا - نیز یہ قانون شائع کر دیا گیا کہ برطانوی ہند کا کوئی باشندہ رنگ - مذہب - ملت یا جائے پیدائش کی وجہ سے کمپنی کے ماتحت کسی عہدہ سے محروم نہ کیا جائیگا - بشرطیکہ وہ مناسب علمی قابلیت رکھتا ہو +

دیسی ریاستوں سے تعلقات

لارڈ ولیم بینٹنگ نے دیسی ریاستوں کے اندرونی معاملات میں دخل دینے سے جہاں تک ہو سکا پرہیز کیا - چنانچہ اس کے عہد میں کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی - اس کا دورِ حکومت امن و امان سے گزر گیا - تاہم چند موقعوں پر ریاستوں کے معاملات میں بینٹنگ کو مجبوراً مداخلت کرنی پڑی - اصل بات یہ تھی کہ لارڈ ولزلی کے طریقِ امدادی کے نقائص اب ظاہر ہونے لگے تھے - اس کی رُو سے ہندوستانی راجے اور نواب کمپنی کی حفاظت میں تھے - جو اُن کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھتی تھی - اور اندرونی بغاوتوں کے فرو کرنے میں بھی مدد کرتی تھی - مگر اندرونی انتظامات میں مطلق دخل نہ دیتی تھی پس اکثر ریاستوں کے حکمران بیرونی حملوں اور اندرونی بغاوتوں سے بے خوف ہونے کے سبب اپنی رعایا پر سخت ظلم روا رکھتے تھے - بیچاری رعایا بغاوت کرکے ظالم حاکم کو گدی سے اُتار نہ سکتی تھی - کیونکہ بغاوت کچلنے کے لئے انگریزی فوج ہر آن موجود تھی - اس لئے انجام کار برطانوی حکومت کو دیسی

ریاستوں کے اندرونی معاملات میں دخل دینا ہی پڑا +

میسور لارڈ ولزلی نے ۱۷۹۹ء میں ایک پنج سالہ لڑکے کرشن راجہ کو میسور کی گدی پر بٹھا دیا تھا۔ وہ بڑا ہو کر بہت نالائق نکلا۔ اور میسور میں اس قدر بدامنی پھیلی کہ رعایا بگڑ گئی۔ بینٹنگ نے راجہ کو پنشن دے کر برطرف کر دیا اور میسور کا انتظام انگریزی افسروں کے ایک کمیشن کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ پچاس سال تک یہی انتظام جاری رہا۔ اور ۱۸۸۱ء میں لارڈ رپن کے وقت میں سرکار انگریزی نے پھر میسور کا راج اسی پرانے خاندان کو واپس کر دیا +

کچھار ۱۸۳۱ء میں کچھار کا راجہ مارا گیا۔ اسکے کوئی وارث نہ تھا۔ لہذا رعایا کی درخواست پر کچھار انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا گیا +

کورگ ۱۸۳۴ء میں جنوبی ہند کی ریاست کورگ کو بھی علاقہ انگلشیہ میں شامل کرنا پڑا۔ یہاں کا حاکم بڑا ظالم تھا۔ اور اس نے اپنے خاندان کے ہر مرد اور لڑکے کو قتل کر دیا۔ اس کا انتظام نہایت خراب تھا۔ درحقیقت راجہ بالکل پاگلوں کی طرح حکومت کرتا تھا۔ بینٹنگ نے راجہ کو گدی سے اتار دیا اور باشندوں کی درخواست پر یہ ریاست بھی انگریزی قلمرو میں شامل کر لی +

گوالیار۔ جے پور اور بھوپال میں بھی بےچینی کے آثار نمودار ہوئے۔ مگر گورنر جنرل نے اپنی عقلمندی سے سب کو فرو کر دیا۔ کیونکہ وہ مداخلت پسند نہ کرتا تھا۔ تاوقتیکہ واقعات اُسے بالکل مجبور نہ کر دیں +

۱۸۳۱ء میں لارڈ بینٹنگ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مابین روپڑ کے مقام پر ملاقات ہوئی۔ اس موقعے پر بہت شان و شوکت دکھائی گئی۔ اور انگریزی حکومت اور سلطنتِ لاہور کے درمیان رابطۂ اتحاد قائم ہو گیا +

ہندوستان کی طرف سے خراج تحسین

لارڈ ولیم بینٹنگ ۱۸ امئی ۱۸۳۵ء کو ہندوستان سے روانہ ہو گیا۔ جس سے تمام ہندوستانیوں کو بڑا افسوس ہوا +

کلکتہ میں بینٹنگ کی یادگار میں ایک بُت نصب کیا گیا جس کی تعمیر میں ہندوستان کے تمام فرقوں نے حصہ لیا۔ اس کے نیچے انگریزی زبان میں اس کی ذاتی خوبیوں، کارگزاریوں اور قابلیتوں کا ذکر مندرج ہے۔ بینٹنگ کی دیانت اور دُور اندیشی اور معمولی آدمیوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے کی تعریف کی گئی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ اس نے کس طرح ہندوستان کی خود مختارانہ حکومت میں برطانوی آزادی کی روح پھونک دی۔ اور نہ صرف اس ملک کی ظالمانہ رسوم مٹا دیں۔ بلکہ ٹھگی کی بیخکنی کر کے امن و امان قائم کیا +

تیرھواں باب

سرچارلس مٹکاف - لارڈ آکلینڈ و لارڈ النبرا

۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۴ء تک

پریس یا اخبارات کی آزادی

لارڈ ولیم کے بعد سرچارلس مٹکاف قائم مقام گورنر جنرل مقرر ہؤا - اس کی حکومت صرف نو دس ماہ رہی - جس کا صرف ایک واقعہ قابل ذکر ہے - وہ پریس کی آزادی کا بڑا حامی تھا - چنانچہ اس نے ۱۸۳۵ء میں ایک قانون نافذ کیا - جس کے رو سے ہندوستان کا پریس تمام پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا - مگر دراصل یہ آزادی قبل از وقت تھی اس وقت ہندوستان میں بہت تھوڑے اخبار جاری تھے پہلا انگریزی اخبار بنگال گزٹ تھا جس کا ایڈیٹر ایک شخص ہکی (Hicoy) نامی تھا - اس نے وارن ہیسٹنگز اور دیگر اشخاص کے خلاف توہین آمیز مضمون شائع کئے تھے - اس لئے وہ قید ہؤا اور اخبار بند کر دیا - اس کے بعد چند اور اخبار جاری ہوئے - مثلاً انڈین گزٹ وغیرہ - عام طور پر ان اخبارات کو آزادی نہیں مل سکتی تھی - کیونکہ انگریزی حکومت ملک میں ابھی ابھی قائم ہوئی تھی - اور پریس کو آزادی

عطا کرتے ہیں یہ خطرہ تھا کہ اخبار غلط خبریں شائع کرکے حکومت کے خلاف نفرت اور بے چینی کے جذبات پیدا کر دیں گے۔ کارنوالس کے عہد میں بھی ایک اخبار کا ایڈیٹر جلاوطن کر دیا تھا۔ اس کے چند سال بعد اور خاص کر لارڈ ولزلی کے وقت میں جبکہ ہندوستان پر نپولین کے حملے کا خطرہ تھا۔ چند مزید پابندیاں پریس پر عائد کر دی گئی تھیں۔ مثلاً اندرون ملک کی خاص خبریں شائع کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ انگریزوں کے دشمنوں کو تمام حالات معلوم ہو جانے کے سبب اندیشہ تھا کہ برطانوی حکومت خطرے میں پڑ جائے گی +

اس کے بعد اگرچہ مارکوئیس آف ہیسٹنگز نے ان میں سے بہت سی پابندیاں دُور کر دیں۔ مگر کچھ باقی بھی تھیں مثلاً اخبار شائع کرنے والے کے لئے حکومت سے لائسنس حاصل کرنا ضروری تھا +

مٹکاف نے ۱۸۳۵ء میں ان سب پابندیوں سے پریس کو آزاد کر دیا۔ جسے ڈائرکٹروں نے قبل از وقت اور غیر دانشمندانہ قرار دیا۔ اور مٹکاف سے ناراض ہو کر اُس کو مستقل گورنر جنرل بنانے کا ارادہ بدل دیا۔ چنانچہ لارڈ آکلینڈ کو گورنر جنرل مقرر کیا۔ اور وہ مارچ ۱۸۳۶ء میں اپنے عہدے پر فائز ہو گیا +

لارڈ آکلینڈ

۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۲ء تک

لارڈ آکلینڈ تقریباً پچاس سال کی عمر میں ہندوستان آیا۔ اس نے انگلستان میں کوئی خدمت انجام نہیں دی تھی۔ وہ صلح کل۔ امن پسند مگر ارادے کا کمزور شخص تھا اس کی اپنی حکمتِ عملی کوئی نہ تھی۔ دوسروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جاتا تھا۔ اس کا عہد ناکام رہا۔ اور بالخصوص افغانستان کے معاملات میں وہ بڑا بدنام ہوا +

افغانستان کی پہلی جنگ ۱۸۳۹-۴۲ء

کئی سال تک انگریزوں کو فرانسیسیوں کا خطرہ رہا۔ اب روس کی جانب سے اندیشہ درپئے آزار تھا۔ جب تک روس اور نپولین بونا پارٹ کے درمیان جنگ جاری رہی۔ ایشیا کی فتح کا خیال رُوس کے دل سے دُور رہا۔ مگر اب روسی فوجیں تمام وسطی ایشیا میں بحیرہ خضر سے لیکر اوکسس (دریائے جیحون) تک گرم رفتار تھیں۔ اور جنوبی راہ سے ہند کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ روس کا اقتدار فارس میں قائم ہو چکا تھا۔ جسے وہ انگریزوں کے خلاف استعمال کر رہا تھا۔ ۱۸۳۷ء میں فارس نے ہرات پر جو افغانستان کا سرحدی شہر ہے اور فارس اور ہند کے درمیان تمام راستوں کی کنجی ہے حملہ کرنے کی تیاری کی۔ حکومت برطانیہ نے خیال کیا کہ روس کے زیر اثر فارس کا ہرات پر حملہ کرنا برطانوی مقبوضاتِ ہند کے امن کے لئے بعید

خطرناک ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ خطرہ بہت شدید نہ تھا۔ وسط ایشیا کی طرف سے کسی دشمن کا ہندوستان میں آنا بہت دشوار ہے۔ اور راہ میں بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وسط ایشیا۔ فارس۔ افغانستان اور پنجاب میں سے گزر کر روس کے لئے ہندوستان پر حملہ کرنا ہرگز آسان کام نہ تھا کیونکہ پنجاب میں انگریزوں کا دوست مہاراجہ رنجیت سنگھ حکمران تھا۔ تاہم روسی حملہ ہی کے خطرہ کی وجہ سے انگلینڈ کو افغانستان کے ساتھ پہلی جنگ کرنی پڑی +

اس وقت افغانستان کا حکمران امیر دوست محمد خاں بارک زئی تھا۔ اس قبیلے کے لوگ اکثر درّانی بادشاہوں کے وزیر اعظم ہوا کرتے تھے۔ ۱۸۰۹ء میں شاہ شجاع درانی جو احمد شاہ ابدالی کا پوتا تھا۔ اپنا تخت و تاج کھو کر افغانستان سے بھاگ آیا۔ اور لدھیانہ میں انگریزوں کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ اس واقعہ کے بعد کئی سال تک افغانستان میں خانہ جنگی اور بدنظمی جاری رہی حتیٰ کہ دوست محمد خاں کابل کا بادشاہ بن گیا۔ قندھار اور ہرات جو افغانستان کے دو بڑے مشہور شہر تھے۔ دوست محمد کے بھائی اور ایک درّانی شہزادہ کی حکمرانی میں تھے +

جب شاہ فارس نے ہرات پر حملہ کیا۔ تو کابل کی سلطنت پنجاب کی طرف سے بھی خطرہ میں تھی۔ کیونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نہ صرف پنجاب بلکہ جموں۔ کشمیر۔ اٹک۔ ڈیرہ جات حتیٰ کہ پشاور پر بھی اپنا تسلط بٹھا چکا تھا۔ ۱۸۳۳ء میں شاہ شجاع نے اپنا تخت دوبارہ حاصل کرنے کیلئے رنجیت سنگھ

سے صلحنامہ کی درخواست کی ٭

جب شاہِ ایران نے ہرات پر حملہ کیا تو دوست محمدؐ نے انگریزوں سے مدد مانگی۔ انگریز تو چاہتے ہی تھے۔ کہ امیر افغانستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہو جائیں۔ تاکہ رُوس اور ہندوستان کے درمیان افغانستان حجابی مملکت کا کام دے اور رُوسی حملہ کا خطرہ دُور ہو جائے۔ مگر دوست محمدؐ نے معاہدہ پر رضامندی ظاہر کرنے کے باوجود ایک شرط یہ لگا دی کہ رنجیت سنگھ سے پشاور اس کو واپس دلا دیا جائے۔ آکلینڈ بھلا شیر پنجاب سے کیسے بگاڑ سکتا تھا۔ اُس نے امیر کو ٹال دیا۔ امیر نے روس کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی۔ جو انگریزوں کو خوف مجسم بن کر نظر آئی۔ پس امیر سے کہا گیا کہ وہ روس سے قطع تعلق کر لے۔ مگر امیر نے کہا کہ میں خود مختار بادشاہ ہوں۔ کوئی طاقت مجھے کسی قسم کا عہد نامہ کرنے سے روک نہیں سکتی ٭

اتحادِ ثلاثہ آکلینڈ نے انگلستان میں گورنمنٹ برطانیہ سے اجازت لے کر افغانستان کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ۱۸۳۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ شاہ شجاع اور انگریزوں کے درمیان ایک اتحاد ثلاثہ قائم ہوا۔ جس کا مدعا یہ تھا کہ شاہ شجاع کو تختِ افغانستان پر دوبارہ متمکن کر دیا جائے۔ اس طرح لارڈ آکلینڈ نے ایک خوفناک بحر مصائب میں غوطہ لگایا۔ اور ان تمام اشخاص کے خلافِ مرضی جو اس معاملہ پر رائے زنی کرنے کے اہل تھے۔ افغانستان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ بہتر ہوتا کہ آکلینڈ کے معاملات میں دخل نہ دیتا

اور دوست محمد کو اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دینا۔ مگر اسی روسی خطرہ نے لارڈ آکلینڈ کو جنگ پر آمادہ کردیا۔ اس کی یہ پالیسی ناجائز اور سیاسی نقطۂ نظر سے بالکل ناروا تھی۔ دوست محمد کو ایک خودمختار ہونے کی حیثیت سے حق حاصل تھا کہ انگریزوں کی اجازت کے بغیر روس سے یا کسی اور طاقت سے صلحنامہ کرتا۔ علاوہ ازیں آکلینڈ کو یہ خیال کرنا چاہئے تھا کہ شاہ شجاع کے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ امیر دوست محمد خاں جیسے لائق اور بہادر حکمراں کا کامیاب مقابلہ کرتا۔ اس کے علاوہ ابھی جنگ شروع نہ ہوئی تھی کہ شاہ فارس محاصرہ ہرات سے دستبردار ہوگیا۔ ادھر حکومت برطانیہ نے روس سے سمجھوتہ کرلیا۔ اور اس کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔

پس اگر گورنر جنرل چاہتا تو دوست محمد سے سمجھوتہ ہوجاتا مگر اسے تو افغانستان کے فتح کرنے کا جنون ہوگیا تھا۔ اسلئے اپنی ضد پر اڑا رہا۔

رنجیت سنگھ نے کہا کہ امرتسر کے عہدنامہ کے مطابق انگریزی افواج کو میرے ملک سے گزرنے کا کوئی حق نہیں۔ چنانچہ قرار پایا کہ رنجیت سنگھ کی فوج اور شاہ شجاع کا لڑکا تو درہ خیبر کی راہ سے افغانستان پر حملہ کریں اور انگریزی افواج مع شاہ شجاع سندھ کی راہ درۂ بولان سے گزر کر افغانستان میں داخل ہوں۔ مگر ۱۸۳۲ء میں سندھ کے امیروں اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا۔ جس کے رُو سے یہ قرار پاچکا تھا کہ کوئی جنگی جہاز یا کشتی دریائے سندھ

ہیں ہو کر نہ گزریگی - اور نہ آلات حرب دریائے سندھ کے ذریعہ
یا سندھ کی راہ سے لے جائے جا سکینگے - لارڈ آکلینڈ نے اس
معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے انگریزی افواج سندھ کے راستہ
سے افغانستان بھیجیں اور سندھ کو ایک قسم کی چھاؤنی بنا
لیا - انگریزی فوجوں کو راستہ میں سخت تکالیف جھیلنی پڑیں -
لیکن انجامِ کار اپریل ۱۸۳۹ء میں انہوں نے قندھار پر
قبضہ کر لیا - اور تین ماہ بعد غزنی پر بھی قابض ہو گئے -
شاہ شجاع کو اب پھر تخت نشین کیا گیا - اگلے سال دوست
محمد نے خود کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا - اور وہ شاہی قیدی
کی حیثیت سے بڑی عزت کے ساتھ کلکتہ بھیج دیا گیا -
انگریزوں نے کابل اور قندھار کے نواح میں دو سال کے
قریب فوجی قبضہ جمائے رکھا +

انگریزی فوج کی تباہی

شاہ شجاع کو افغان سخت نفرت
کی نگاہ سے دیکھتے تھے - کیونکہ
وہ انگریزوں اور سکھوں کی مدد سے جن کا نام لینا بھی جنگجو
افغان اپنی توہین سمجھتے تھے - امیر کابل بنا تھا - اب انگریز
بڑے تذبذب میں پڑ گئے - کیونکہ وہ اپنی دس ہزار فوج کابل
میں رکھتے تو لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا - اور فوجوں کے واپس
لانے میں یہ خطرہ تھا کہ افغان شاہ شجاع کو مار ڈالیں گے -
ادھر جون ۱۸۳۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گیا جس
سے پنجاب میں سخت ابتری پھیل گئی - افغانستان میں بھی
بےچینی پیدا ہو گئی - ۱۸۴۱ء میں مقامی بغاوتوں نے ایک عام
بغاوت کی شکل اختیار کر لی - افغان غیروں کی موجودگی کو نفرت
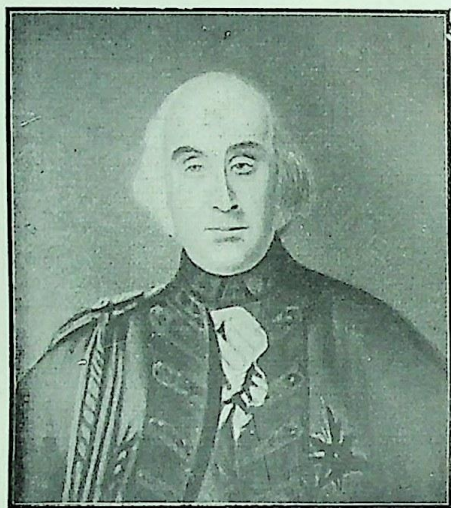
مارکوئس آف ہیسٹنگز

مہاراجہ رنجیت سنگھہ

لارڈ آک لینڈ
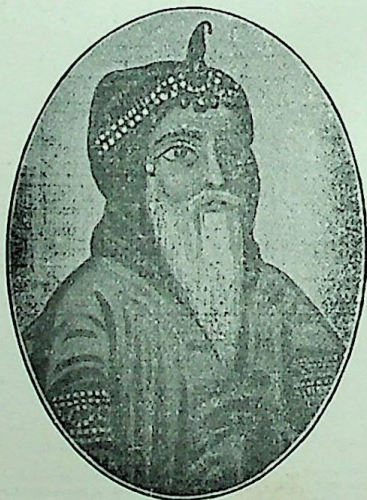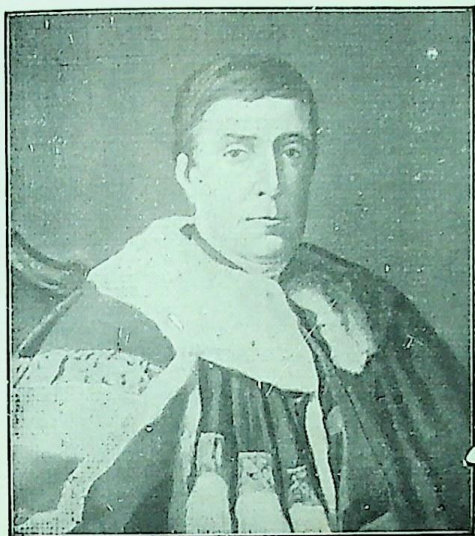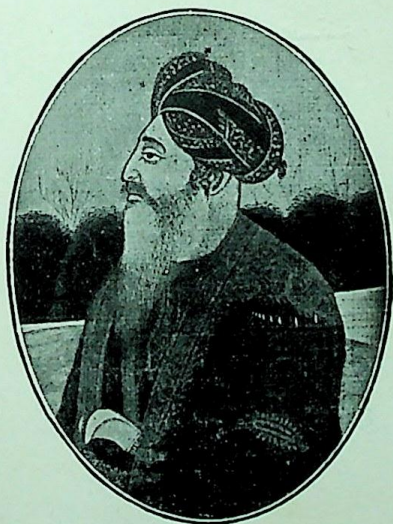
دوست محمد خان

سے دیکھتے تھے۔ انگریزی فوجیں باالحصار کے مضبوط قلعہ سے
کابل واپس بلا لی گئیں اور ایک ایسے کھلے میدان میں رکھی گئیں
جہاں ہر طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ باالحصار شاہ شجاع کو
واپس کر دیا گیا۔ انگریزی فوجوں کا اب افغانستان میں رہنا
تقریباً ناممکن ہو گیا۔ فوجی افسر ایک ضعیف شخص جنرل الفنسٹن
(Elphinstone) تھا۔ سول اور فوجی افسروں میں باہمی عناد
تھا۔ اور کوئی ضبط و نظم نہ تھا۔ ۱۸۴۱ء کے آخر میں یکایک
طوفان سا برپا ہو گیا۔ اور ایک انگریز افسر اور دوسرا سفیر قتل
کر دئے گئے۔ اب جنرل الفنسٹن نے مقتول سفیر کا انتقام لینے
کے بجائے ۱۸۴۲ء میں نوروز کے دن افغانوں کے ساتھ ایک
عہدنامہ مرتب کر لیا۔ جس کے رُو سے انگریزوں کو افغانستان
فوراً خالی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی +

چنانچہ پانچ روز بعد جملہ انگریزی افواج جن کی تعداد خیمہ
برداروں اور دیگر ملازموں کو ملا کر تقریباً پندرہ یا سولہ ہزار
ہوتی تھی۔ افغانستان سے واپس ہوئیں۔ سردی کے دن تھے
ہر جگہ برف پڑی ہوئی تھی۔ اور چاروں طرف سے گولیوں
کی بوچھاڑ تھی۔ کوئی مورخ اس خون آلود اور خوفناک واپسی کا
حال لکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ سوائے ایک سو بیس قیدیوں
کے جو کابل میں رہ گئے تھے۔ سولہ ہزار کے سولہ ہزار آدمی
مارے گئے۔ صرف ایک ڈاکٹر برائیڈن جو مردہ سے بھی بدتر
تھا۔ اس ہیبت ناک کہانی کو بیان کرنے کے لئے جلال آباد
پہنچا۔ جہاں جنرل سیل (Sale) نے بڑی بہادری سے قلعہ
پر قبضہ قائم رکھا تھا۔ لارڈ آکلینڈ غم و الم سے اس درجہ

متاثر ہوا کہ استعفا دے کر واپس انگلستان چلا گیا۔

لارڈ ایلنبرا

سنہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۴۴ء تک

مارچ سنہ ۱۸۴۲ء میں لارڈ ایلنبرا ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ وہ بورڈ آف کنٹرول کا صدر رہ چکا تھا۔ اور اس سلسلہ میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اگرچہ وہ بہت قابل اور منتظم افسر تھا۔ لیکن بڑا جلد باز تھا اور ہنگامی باتوں سے متاثر ہو جاتا تھا۔

کابل کی دوبارہ تسخیر

ایلنبرا کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ افغانستان سے انگریزوں کے قتل کا بدلہ لے اور انگریزی فوج کے وقار کو از سر نو قائم کرے۔ کیونکہ انگریزی افواج کی عزت بہت گھٹ گئی تھی اور نہ صرف ہزاروں آدمیوں کی جانیں تلف ہوئی تھیں بلکہ دس کروڑ روپیہ سے زیادہ صرف ہو چکا تھا۔ ایلنبرا نے آتے ہی اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ اتحادِ ثلاثہ کی شرائط کی پابندی نہ کریگا بلکہ ان انگریزی افواج کی جو افغانستان میں ہیں حفاظت کریگا۔ اور انتقام کے لئے افغانستان کو شکست دے کر دم لیگا۔

اس اثنا میں جنرل ناٹ (Nott) نے قندھار میں اور جنرل سیل نے جلال آباد میں بڑی بہادری سے قلعوں پر اپنا قبضہ قائم رکھا تھا اور کمک کا انتظار کر رہے تھے۔

جنرل کین (Keene) جنرل ناٹ کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ اور جنرل پولک (Pollock) درہ خیبر کی راہ سے ہوکر جلال آباد میں جنرل سیل سے جا ملا۔ جنرل ناٹ بھی قندھار سے روانہ ہو کر جنرل پولک سے مل گیا۔ دونوں نے غزنی پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کو مسمار کر دیا۔ افغانی فوجوں کو ہر جگہ شکست ہوئی اور کابل پر قبضہ کر لیا گیا۔ اب لڑائی کا مقصد پورا ہو گیا۔ یعنی انگریزی عزت اور شہرت اور طاقت کا ازسرِ نو سکہ جم گیا۔ واقعات نے ثابت کر دیا تھا کہ افغانی معاملات میں دخل دینے کی پالیسی بالکل ناکامیاب رہی ہے۔ چنانچہ ایلنبرا انگریزی افواج کی واپسی کے حق میں تھا۔ جن کو افغانستان میں رکھنا غیر ضروری تھا۔ اسی دوران میں کسی نے شاہ شجاع کو قتل کر دیا۔ اس لئے دوست محمدؐ کو کابل واپس جانے کی اجازت دی گئی۔ اور وہ ۱۸۶۳ء تک سلطنت کرتا رہا۔ جب فاتح انگریزی فوجیں افغانستان سے واپس آئیں تو عزت ووقار کی نمائش کے شایانِ گورنر جنرل نے فیروزپور میں ایک شاندار استقبالی جلسہ کیا۔ جہاں بڑی دھوم دھام سے فوجوں کی آؤ بھگت کی گئی +

الحاق سندھ ۱۸۴۳ء

افغانستان سے فارغ ہو کر لارڈ ایلنبرا نے سندھ کو توجہ دی۔ اس ملک کی اہمیت کا انحصار دریائے سندھ پر ہے۔ کیونکہ یہ عظیم الشان دریا سمندر تک جہاز رانی کے قابل ہے۔ کچھ عرصہ سے سندھ میں بلوچستان کے سرداروں کی حکمرانی تھی جو وہاں کے اصل باشندے نہ تھے۔ ان میں تین سردار نسبتاً زیادہ طاقتور

اور با اقتدار سمجھے جاتے تھے۔ یعنی خیر پور۔ حیدر آباد اور میر پور کے امیر۔ سب سے پہلے انگریزوں کا ۱۸۰۹ء میں امیران سندھ سے واسطہ پڑا تھا۔ اس وقت لارڈ منٹو نے ان کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا تھا۔ جس کے رُو سے فریقین کے درمیان قائم ہو گئی۔ اور امیروں نے وعدہ کیا کہ وہ فرانسیسیوں کو سندھ میں نہ بسنے دینگے۔ پھر ۱۸۳۲ء میں ایک اور عہد نامہ ہوا۔ جس کے رُو سے یہ قرار پایا کہ انگریزوں کو دریائے سندھ کی سطح پر اور صوبہ سندھ کی سڑکوں پر تجارت کرنے کی اجازت ہے۔ مگر آلاتِ حرب یا جنگی جہاز ملک سندھ سے گزرنے نہ پائینگے مگر جنگ افغانستان کے وقت اس معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی گئی۔ امیروں نے اس رویے کے خلاف آواز بلند کی۔ مگر لارڈ آکلینڈ نے اُن کی ایک نہ سُنی بلکہ ۱۸۳۹ء میں ان سے جبراً ایک جدید عہدنامہ پر دستخط کروائے۔ جس کے رُو سے اُنہیں ایک امدادی فوج رکھنے کے لئے کہا گیا اور اس کے مصارف کے لئے تین لاکھ روپیہ سالانہ طلب کیا گیا جنگِ افغانستان کے دوران میں امیر انگریزوں کے وفادار رہے۔ اور یہ بہت اچھا ہوا۔ ورنہ وہ اس خطرناک وقت میں انگریزوں کو سخت تکلیف پہنچا سکتے تھے۔ جنگ کے بعد لارڈ ایلنبرا اس اقتدار کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جو انگریزوں نے سندھ میں حاصل کر لیا تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ انگریز عرصہ دراز سے دریائے سندھ پر تاک لگائے بیٹھے تھے۔ کیونکہ یہ ایک بہت اچھا بحری راستہ تھا۔ اور اب یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تک ملک سندھ خود مختار رہے گا

دریائے سندھ کا بحری راستہ مخالف قوموں کی وجہ سے ہمیشہ مخدوش حالت میں رہیگا - اس لئے امیروں کے خلاف بغاوت کے بے بنیاد الزام لگا دئے گئے - یعنی خراج کی عدم ادائیگی - دورانِ جنگ میں رسد کا انتظام نہ کرنا اور انگریزوں کے خلاف سازش کرنا - وغیرہ وغیرہ

۱۸۴۲ء میں لارڈ ایلنبرا نے سرچارلس نیپئر (Sir Charles Napier) کو فوج دے کر سندھ بھیجا کہ امیروں سے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرے - نیپئر سندھ کو انگریزی علاقہ میں شامل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا - اس لئے اُس نے بلوچیوں کو ورغلایا اور برانگیختہ کیا کہ وہ برٹش رزیڈنسی پر حملہ کریں - اب کیا تھا - نیپئر کو موقع مل گیا اور اس نے میانی کے مقام پر فروری ۱۸۴۳ء میں سندھ کے امیروں کی ایک بڑی فوج کو شکست دی - اگلے مہینہ داد کے مقام پر بھی امیروں کو شکست فاش ہوئی - امیر معزول اور نظربند کر کے بنارس بھیج دئے گئے - دریائے سندھ کے نیچے کی وادی پر جس میں کراچی اور دریا کا دہانہ شامل ہے انگریزوں نے قبضہ کر لیا - سرچارلس نیپئر سندھ کا پہلا گورنر بنایا گیا - اس نے یہاں بہت سی اصلاحات رائج کیں ۔

گوالیار میں فساد ۱۸۴۳ء

ابھی سندھ میں پورا امن قائم نہ ہُوا تھا کہ گوالیار میں ایک جھگڑا شروع ہو گیا - گوالیار کا راجہ نابالغ تھا پس راجہ کے بالغ ہونے تک امورِ سلطنت کے انجام دینے کا سوال پیدا ہُوا - اسی جھگڑے میں کشت وخون بھی ہُوا - اس وقت

گوالیار کی فوج چالیس ہزار تھی۔ اور اس قدر طاقتور ہو گئی تھی کہ کسی کے قابو میں نہ آتی تھی ۔ یہ دیکھ کر برٹش رزیڈنٹ گوالیار سے واپس چلا آیا ۔ اور یہ خیال پیدا ہؤا کہ ایسی سرکش فوج ہمسایہ طاقتوں کے لئے باعث خطر ہے ۔ اس کا رویہ تمام شمالی ہند پر برا اثر ڈالے گا ۔ اور ان کے ساتھ سکھوں کے لشکر جرار کے مل جانے کا بھی اندیشہ تھا ۔ جو ان دنوں بے قابو ہو رہا تھا اور اپنی مرضی کے مطابق راجاؤں کو تخت نشین اور معزول کرتا تھا ۔ پس گوالیار میں شورش فرو کرنی لازمی سمجھی گئی اور گورنر جنرل نے کمانڈر انچیف سر ہیو گف (Sir Hugh Gough) کو ۱۸۴۳ء کے آخر میں ایک زبردست فوج دے کر گوالیار کی طرف روانہ کیا ۔ ایک ہی روز یعنی ۲۹ دسمبر ۱۸۴۳ء کو مہاراجپور اور پنیار کے مقاموں پر گوالیار کی فوج کو ایک خوفناک لڑائی کے بعد شکست فاش ہوئی ۔ اب گوالیار کی فوج بجائے چالیس ہزار کے صرف نو ہزار کر دی گئی ۔ ریاست باجگزار بنالی گئی اور راجہ کے بالغ ہونے تک یہاں انگریزی انتظام قائم کیا گیا دس ہزار انگریزی سپاہیوں کی مستقل امدادی فوج بھی ملک میں رکھی گئی ۔ اس کے بعد ۱۸۴۴ء میں لارڈ ایلنبرا کو انگلستان واپس بلا لیا گیا ۔ کیونکہ سندھ وغیرہ کے معاملات کی وجہ سے ڈائرکٹر اس سے کچھ ناخوش ہو گئے تھے اور اس کی حکمت عملی پر معترض تھے ۔

چودھواں باب

لارڈ ہارڈنگ اوّل

۱۸۴۴ء سے ۱۸۴۸ء تک

جولائی ۱۸۴۴ء میں نئے گورنر جنرل سر ہنری ہارڈنگ نے اپنے ممتاز عہدے کا کام ہاتھ میں لیا۔ وہ انگلستان کے ایک اعلےٰ خاندان کا رکن تھا۔ جزیرہ نما کے معرکوں اور کئی اور لڑائیوں میں وہ اپنی بہادری اور جنگی قابلیت کا بڑا ثبوت دے چکا تھا۔ اور کئی سال پارلیمنٹ کا ممبر رہنے کے علاوہ بہت سے ممتاز عہدوں کے فرائض ادا کر چکا تھا۔ گورنر جنرل مقرر ہونے کے وقت اُس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی مگر دماغی اور جسمانی طاقت میں فرق نہ آیا تھا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی عالی ہمتی۔ دلیری اور خوش انتظامی سے ایک بہت بڑی سکھ سلطنت پنجاب میں قائم کر لی تھی۔ سرحدی علاقوں میں کشمیر۔ ہزارہ۔ پشاور۔ بنوں اور ڈیرہ جات سے لے کر ملتان تک اس میں شامل تھے۔ اسکی فوج ہر وقت کیل کانٹے سے درست رہتی تھی۔ ماہرین جنگ فرانسیسی افسر اس کی فوج میں ملازم تھے۔ انہوں نے اعلیٰ

درجہ کی قواعددان اور نیٔے اصولِ جنگ سے واقف پیادہ فوج تیار کر دی تھی۔ توپیں ڈھالنے کے کارخانے بھی جاری کر دئے تھے۔ جب آگے چل کر مہاراجہ کی فوج سے انگریزی فوج کا مقابلہ ہوا تو غنیم نے بھی سکھ فوج کی بہادری اور مہارت کا لوہا مان لیا۔ مہاراجہ اپنی توجہ خاص طور پر فوجی ترقیوں کو دیتا تھا +

وہ اگرچہ بہت پڑھا لکھا نہ تھا لیکن خداداد ذہانت اور خوش انتظامی سے اتنے بڑے رقبے پر کامیابی سے حکومت کرتا رہا۔ ملازمت دینے میں وہ قومیت اور مذہب کا امتیاز روا نہیں رکھتا تھا۔ اس کے با اعتماد سول اور فوجی افسروں میں ہندو۔ مسلمان اور سکھ سبھی شامل تھے۔ مہاراجہ اپنے ان انتظامی اور فوجی عہدیداروں کی بہت عزت کیا کرتا تھا خود معمولی لباس پہنتا تھا۔ مگر اس کے درباری بہت شان و شوکت کے ساتھ دربار میں شریک ہوتے تھے۔ مہاراجہ نے انگریزوں سے ہمیشہ صلح اور دوستی رکھی۔ ۲۹ جولائی ۱۸۳۹ء کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کی زندگی کے ساتھ ہی سکھ حکومت کا رعب و داب اور طاقت بھی ختم ہو گئی۔ اور سلطنت میں ابتری پھیل گئی۔ کیونکہ اب کوئی ایسی شخصیت نہ تھی جو اتنی بڑی سلطنت کو قابو میں رکھ سکتی +

پنجاب میں بدنظمی

یوں تو ہارڈنگ کا سارا عہدِ حکومت پنجاب ہی کی گتھیاں سلجھانے میں صرف ہوا۔ مگر پھر بھی اُس نے ملکی اصلاحات کو کچھ نہ کچھ

توجہ دی - نہر گنگ جاری کرنے اور ہندوستان میں ریل نکالنے
کی تجویزوں پر غور کیا گیا - ستی - دختر کشی اور وحشیانہ قربانیوں
کے خلاف کارروائیاں کی گئیں +

پنجاب میں لوٹ مار اور کشت و خون کا بازار گرم تھا۔
مہاراجہ رنجیت سنگھ کا لڑکا کھڑک سنگھ اور پوتا نو نہال سنگھ
تھوڑے ہی عرصہ میں مارے گئے۔ پھر شیر سنگھ اور اس کا
لڑکا سندھیاوالیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ غرض ملک میں
نہ کوئی حاکم تھا نہ کوئی محکوم +

سکھ سلطنت جو ایک ہی شخص کی جنگی و انتظامی قابلیت
سے قائم ہوئی تھی - اس کی وفات کے بعد پارہ پارہ ہو گئی
اور بدنظمی اور بد عملی کی وجہ سے نہایت نازک حالت تھی -
انجام کار پانچ سال کے مسلسل کشت و خون کے بعد فوج
نے دلیپ سنگھ کے حقوق کو تسلیم کیا جو رنجیت سنگھ کا سب
سے چھوٹا لڑکا اور مشہور رانی جنداں کے بطن سے تھا۔
اس کی عمر صرف پانچ سال کی تھی - اب خاص خاص سرداروں
نے مع رانی کے ایک قسم کی انتظامیہ کونسل بنالی۔ لال سنگھ
وزیر اور تیج سنگھ کمانڈر انچیف بنائے گئے +

سکھوں کی پہلی لڑائی
۱۸۴۵ء سے ۱۸۴۶ء تک

۱۸۴۵ء میں دلیپ سنگھ برائے
نام راجہ بن گیا - مگر رانی جنداں
جس کے ذمہ انتظام سلطنت تھا
بھلا اس طوفان کو کس طرح قابو میں رکھ سکتی تھی چنانچہ سکھ
حکومت اس فوج کے ہاتھوں بالکل مجبور ہو گئی - رانی جنداں
بڑی زیرک اور سمجھ دار عورت تھی - اس نے اور اس کے

مشیروں نے سوچا کہ جب تک خالصہ فوج کیلئے کوئی مصروفیت پیدا نہ کی جائیگی - یہ اندیشہ رہیگا کہ وہ کہیں سکھ حکومت ہی کو برباد کردے - بس خالصہ فوج کو انگریزوں سے بھڑا دینے کا فیصلہ کیا گیا - کیونکہ امید کی جاتی تھی کہ انگریزوں کے مقابلہ میں ان کی طاقت بالکل مٹ جائیگی یا کم از کم کمزور ہو جائیگی - اور رنجیت سنگھ کی قائم کی ہوئی سلطنت محفوظ ہو جائیگی ؞

پنجاب کی بدنظمی کو دیکھ کر انگریزوں نے اپنی سرحد ستلج کے اس پار مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا - ساتھ ہی جب ۱۸۴۳ء میں ملک سندھ انگریزی عملداری میں شامل کر لیا گیا تو سکھوں نے خیال کیا کہ انگریز جب چاہینگے پنجاب پر حملہ کر دینگے - اس لئے سکھ فوج انگریزوں کی دوستی کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی تھی - رانی جنداں نے بڑی ہوشیاری سے اس خیال کو تقویت دی ؞

اس کے علاوہ آج تک خالصہ فوج نے کبھی شکست کا منہ نہ دیکھا تھا - اور اگرچہ انگریزوں نے اپنی سرحد ستلج کے اس پار جنگی استحکام صرف حفاظتی تدبیر کے طور پر کیا تھا - مگر سکھ فوج نے خیال کیا کہ اس سے انگریزوں کا مدعا ہمارے علاقے پر حملہ کر کے اسے فتح کرنا ہے ؞

غرض سکھوں کو جوش دلانے کے لئے سچے جھوٹے سبھی قسم کے اسباب پیدا ہو گئے - اور دسمبر ۱۸۴۵ء میں خالصہ فوج دریائے سندھ کو عبور کر کے جنوب مشرقی کنارے پر خیمہ زن ہوئی - اس کی پیشقدمی کو گورنر جنرل نے اعلانِ جنگ

سمجھا - کیونکہ دریائے ستلج عہد نامۂ امرتسر کے مطابق دونوں حکومتوں کی سرحد قرار پا چکی تھی - اس طرح سکھوں کی پہلی جنگ کا آغاز ہوا ۔

پہلی لڑائی مُدکی کے مقام پر ہوئی جو لدھیانہ اور فیروزپور کے درمیان واقع ہے - بڑے خونریز معرکہ کے بعد انگریزوں کو فتح نصیب ہوئی - مگر یہ فتح انہیں بہت مہنگی پڑی - اور ان کا بہت نقصان ہوا - چنانچہ سر رابرٹ سیل جس نے جنگ افغانستان کے دوران میں بڑی بہادری سے جلال آباد کی حفاظت کی تھی کام آیا - پھر تین روز کے بعد پھیرو شہر کے مقام پر بڑے گھمسان کا رن پڑا - سر ہیوگف کمانڈر انچیف نے جلد بازی سے کام لیا - تیس چالیس ہزار سکھ فوج اور اس شاندار توپخانہ کے محاذ پر جس پر رنجیت سنگھ کو ناز تھا - اور جو اس وقت لال سنگھ کی کمان میں تھا حملہ بول دیا انگریزوں کو جتنی لڑائیاں لڑنی پڑیں - ان سب میں یہ زیادہ ہیبت ناک تھی - قریب تھا کہ انگریزوں کو شکست ہو جائے کہ حالات نے پلٹا کھایا - اور خالصہ فوج میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی - لال سنگھ نے دغا بازی کی - شام کے وقت لڑائی شروع ہوئی اور ساری رات کشت و خون جاری رہا - انجام کار سخت خونریزی کے بعد سکھ بڑی بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے ۔

یہ فتح شاندار ضرور تھی - مگر طرفین کا شدید نقصان ہوا سکھ ستلج پار واپس چلے آئے - اور فریقین دوسری جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے - اس کے تقریباً ایک ماہ بعد تیسری

لڑائی علیوال کے مقام پر ہوئی - جو لدھیانہ کے قریب ہے - یہاں سر ہنری سمتھ (Sir H. Smith) نے سکھوں کو ۲۸ جنوری کو شکست دی - اس کے چند روز بعد آخری لڑائی سبراؤں کے مقام پر عین دریائے ستلج کے کنارے ہوئی - سر ہیوگف اور جنرل ہنری سمتھ نے اپنی فوجیں ملالیں - پہلے تو دونو طرف سے سخت گولہ باری ہوئی اور خالصہ توپچیوں نے بڑی مستعدی اور مہارت دکھائی - پھر انگریزی فوج سکھ فوج کے قریب پہنچ گئی اور دست بدست لڑائی کی نوبت آئی - سکھ بڑی بے جگری سے لڑے اور اس طرح سپاہیوں کی ایک کثیر تعداد ہلاک ہوئی - لیکن انجام کار سکھ پسپا ہوئے - وہ کشتیوں کے ایک پُل پر گزر رہے تھے کہ پُل ٹوٹ گیا اور ہزاروں آدمی پانی میں گر کر غرق ہو گئے - اور انگریزی توپ خانہ نے ہلاکت کے اس ڈرامے کی تکمیل کر دی - سکھوں کے تقریباً آٹھ ہزار آدمی کام آئے اور انگریزوں کے دو ڈھائی ہزار - سکھوں کی بہت سی توپیں اور سامان انگریزوں کے ہاتھ آیا - یہ لڑائی فیصلہ کُن تھی - خالصہ فوج بالکل مغلوب ہو گئی اور سکھوں کی پہلی جنگ کا خاتمہ ہو گیا +

عہدنامہ لاہور ۱۸۴۶ء

گورنر جنرل اب فاتح فوج کے ساتھ لاہور میں داخل ہوا - اب اگر وہ چاہتا تو لاہور کی سلطنت کا خاتمہ کر کے پنجاب کو انگریزی علاقہ میں شامل کر لیتا - مگر اس نے ابھی اس الحاق کو نامناسب اور خطرناک سمجھا - اور سکھوں کے ساتھ لاہور میں ایک عہد نامہ کر لیا جس کے رو سے انگریزوں نے دریائے ستلج اور بیاس کے درمیان کا علاقہ اور دریائے ستلج کے بائیں جانب کا تمام علاقہ سکھوں

سے لے لیا۔ سکھ فوج کی تعداد بہت کم کر دی گئی اور بہت سی
توپیں انگریزوں نے لے لیں۔ سکھوں پر ڈیڑھ کروڑ روپیہ
تاوانِ جنگ لگا دیا گیا۔ اور راجہ گلاب سنگھ والئے جموں نے
ایک کروڑ روپیہ دے کر کشمیر کو خرید لیا۔ اور ہزارہ کا علاقہ
انگریزوں نے لے لیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ لاہور کی گدی پر برقرار
رکھا گیا۔ مگر چونکہ اس کے لئے یہ ناممکن تھا کہ بغیر انگریزی مدد
کے سلطنت کر سکے۔ اور کئی سکھ سرداروں نے اس مطلب کی
درخواستیں بھی کی تھیں۔ اس لئے سرہنری لارنس Sir Henry
(Lawrence) دربار لاہور میں رزیڈنٹ مقرر کیا گیا اور لال سنگھ
مہاراجہ کا وزیر بنایا گیا۔ یہ بھی حکم ہوا کہ انگریزی فوج لاہور میں
ایک سال تک مقیم رہے۔ یہ امید نہ تھی کہ پنجاب میں ایک سال
کے اندر اندر تمام شورش و فساد رفع ہو جائیگا۔ اس لئے دسمبر
۱۸۴۶ء میں ایک جدید عہد نامہ لاہور میں مرتب ہوا۔ جس کے رو
سے آٹھ سرداروں کی کونسل آف ریجنسی بنائی گئی۔ اس کا پریذیڈنٹ
سرہنری مقرر کیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ یہ انتظام آٹھ سال تک
(یعنی دلیپ سنگھ کے سن بلوغ کو پہنچنے تک) قائم رہے ؎

سرہنری لارنس نے اپنے قابلِ تعریف رویہ۔ ہمدردانہ
انتظام اور چند منتظم و مدبر افسروں مثلاً اپنے بھائی جان لارنس
(John Lawrence) اور ایڈورڈ (Edward) کی مدد سے
بہت سے سکھ سرداروں کے دلوں کو مٹھی میں لے لیا۔ ان
کامیابیوں کے صلہ میں گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف کو لارڈ
کا خطاب دیا گیا۔ اور سپاہی سے لے کر اعلٰے افسر تک کو انعام
و اکرام سے سرفراز کیا گیا ؎

پندرھواں باب

لارڈ ڈلہوزی

۱۸۴۸ء سے ۱۸۵۶ء تک

جنوری ۱۸۴۸ء میں لارڈ ڈلہوزی نے کلکتہ پہنچ کر گورنر جنرل کے عہدہ کا کام سنبھالا - اس وقت وہ ۳۵ سال کا تھا اور اس وقت تک کے تمام گورنر جنرلوں سے کم عمر تھا - لیکن اس تھوڑی ہی عمر میں وہ انگلستان میں بہت شہرت حاصل کر چکا تھا - اس نے بورڈ آف ٹریڈ (Board of Trade) کے صدر کی حیثیت میں جفاکشی اور انتظامی قابلیت کا بڑا ثبوت دیا تھا - اگرچہ اسکی صحت شروع ہی سے کچھ اچھی نہ تھی - مگر اپنے ہشت سالہ دورِ حکومت میں اس نے اس قدر محنت و جفاکشی سے کام کیا کہ صحت بالکل خراب ہو گئی - ابھی لارڈ ڈلہوزی کو ہندوستان آئے صرف چند ہفتے ہوئے تھے کہ یکایک پنجاب میں پھر فساد ہو گیا ؛

شورش ملتان ۱۸۴۸ء

پہلی جنگ کے بعد اگرچہ سکھ بظاہر مطیع ہو گئے تھے مگر وہ پورے طور پر مغلوب نہ ہوئے تھے - یوں تو پنجاب میں بظاہر تو امن تھا لیکن اندر ہی اندر انتقام کی آگ سلگ رہی تھی - سکھ سردار برطانوی رزیڈنٹ کے ماتحت اُس کے آلۂ کار بننا نہیں چاہتے تھے - دربار میں شورش کا جال بچھ رہا تھا - سکھ فوجوں میں

چھپی ہوئی بے چینی موجود تھی کہ دیوان مول راج حاکمِ ملتان کے استعفٰے نے ایک نئی لڑائی کا سامان پیدا کر دیا ۔

دیوان مولراج کے اختیارات اپنے حدودِ حکومت میں ایک خود مختار حکمران کے سے تھے ۔ اب دربار لاہور نے اس کے رقبۂ حکومت میں سے ایک تہائی کے قریب علاقہ نکال لیا ۔ خراج کی رقم پہلے سے بھی زیادہ کر دی ۔ اور اس کے اختیارات بھی بہت محدود کر دئے ۔ اس پر دیوان مولراج نے گورنری سے استعفا دے دیا ۔ سردار کاہن سنگھ کو دربار نے حاکمِ ملتان مقرر کیا اور اس کی مدد کے لئے دو انگریز انڈریوز اور اگنیو بھی ساتھ کر دئے دیوان مولراج نے قلعہ کی چابیاں نئے حاکم کے سپرد کر دیں ۔ قلعہ کی تحویل لے کر جب سردار کاہن سنگھ اور ان کے ساتھی دونو انگریز واپس آ رہے تھے ۔ تو برخاست شدہ فوج کے ایک سپاہی نے انگریزوں پر برچھی کا وار کیا اور وہ قتل ہو گئے ۔ اس خبر سے ملتان میں ہاڑ مچ گیا ۔ اور ایک عام بغاوت دیوان مولراج کی حمایت میں نمودار ہو گئی ۔ جب یہ خبر لاہور میں پہنچی تو ریزیڈنٹ نے سردار شیر سنگھ اٹاری والے کی سرکردگی میں ایک فوج بغاوت فرو کرنے کے لئے ملتان بھیجی ۔

سردار شیر سنگھ ملتان پہنچ کر کچھ دن بعد دربار کی اطاعت سے منحرف ہو گیا ۔ کیونکہ اس کے باپ سردار چتر سنگھ حاکمِ ہزارہ نے اُسے اطلاع دی کہ میرے ساتھ دربار نے زیادتی کر کے مجھے حکومتِ ہزارہ سے معزول کر دیا ہے اور میری جاگیر بھی ضبط کر لی ہے سردار شیر سنگھ نے اپنے باپ کی بے عزتی کا بدلہ لینے کی غرض سے دیوان مولراج سے مل جانا چاہا ۔ مگر دیوان کو شبہ ہُوا کہ

میرے ساتھ کوئی فریب نہ کر رہا ہو۔ اس لئے شیر سنگھ کی امداد لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر سردار شیر سنگھ ملتان سے اپنی فوج لیکر جہلم کی طرف چلا۔ اور سردار چتر سنگھ حکومت ہزارہ کو چھوڑ کر اپنی فوج لایا اور دونو فوجیں جہلم میں اکٹھی ہو گئیں۔ اس جرار لشکر کے ساتھ وہ بے شمار سکھ بھی آملے جو پہلی جنگ کے بعد فوج سے برطرف کر دئے گئے تھے۔

ملتان کی شورش کا خاتمہ دیوان مولراج کی گرفتاری اور پھر جلاوطنی پر ہوا اور وہاں امن و امان ہو گیا۔ لیکن سرداران شیر سنگھ و چتر سنگھ کے لشکروں کی یلغار نے سکھوں میں دربار کے خلاف عام بغاوت کے جذبات بھڑکا دئے اور ہر جگہ بدامنی پھیلنے لگی۔

سکھوں کی دوسری لڑائی
۱۸۴۸ء سے ۱۸۴۹ء تک

غرض تمام پنجاب میں بغاوت پھیل گئی اور لارڈ ڈلہوزی کو یقین ہو گیا کہ ملتان کے فساد نے سکھوں سے آخری جنگ کرنے کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔ چونکہ یہ ایک قومی بغاوت تھی۔ اس لئے چند ماہ نہایت وسیع پیمانہ پر فوجی تیاریوں کے بعد ۱۸۴۸ء کے سرما میں لارڈ گف (Lord Gough) ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کا مقابلہ ایک بڑی زبردست سکھ فوج سے ہوا جو ان کے بہادر اور مشہور جرنل شیر سنگھ کے ماتحت تھی۔ سکھ فوج بڑی مضبوطی اور حفاظت سے خیمہ زن تھی۔ ان کے پشت کی طرف دریائے جہلم تھا۔ یہاں چیلیانوالہ کی مشہور لڑائی ۱۲۔ جنوری ۱۸۴۹ء کو ہوئی۔

گف نے پھر وہی غلطی کی۔ یعنی سکھ فوج کے محاذ پر حملہ کیا سکھ فوج برابر گولہ باری کرتی تھی۔ اور ایک جنگل کی آڑ میں

محفوظ تھی۔اس حملہ میں سکھ فوج نے اپنی توپوں سے انگریزی فوج کے سینکڑوں آدمی فنا کر دئے۔لڑائی کا نتیجہ بالکل مشکوک تھا کہ انجام کار سکھوں کو سخت شکست ہوئی۔ مگر طرفین کو بہت سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔انگریزوں کے دو ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے۔لارڈ گف کی شہرت پر اس لڑائی کا بہت بُرا اثر پڑا۔کیونکہ اس کی جنگی تدبیریں ناکام رہی تھیں۔ مگر اس نے بہادری ضرور دکھائی تھی۔گف نے گجرات میں فتح حاصل کرکے اپنی بدنامی کو دھو ڈالا۔

معرکۂ گجرات
فروری ۱۸۴۹ء

گف نے چیلیانوالہ کے تلخ تجربہ سے سبق حاصل کر لیا تھا۔چنانچہ معرکۂ گجرات میں اس نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔پوری پوری تیاری کی اور زیادہ تر اپنی توپوں پر بھروسہ رکھا۔ملتان کی شورش اب فرو ہو چکی تھی۔اور ادھر سے انگریزی فوجیں واپس آگئی تھیں چنانچہ لارڈ گف کے پاس کافی فوج اور سامانِ حرب تھا۔ادھر سکھوں نے بھی پورے طور سے تیاری کی۔کیونکہ فریقین کو یقین تھا کہ اب کی بار فیصلہ کُن جنگ ہوگی۔سکھ فوج نے شہر گجرات کے قریب دریائے چناب کے دائیں جانب اپنے ڈیرے جمائے۔امیر کابل نے بھی سکھوں کے ساتھ سازباز کر لیا۔اور بہت سے پٹھان اس لڑائی میں انگریزوں کے خلاف لڑے۔دونوں طرف سے سخت گولہ باری ہوئی۔چنانچہ اس لڑائی کو توپوں کی جنگ کہتے ہیں۔مگر اس مرتبہ انگریزی توپخانہ سکھوں سے اچھا تھا۔ چنانچہ سکھ فوج کا بہت نقصان ہوا۔جب سکھوں کے توپچی مارے گئے اور بارود وغیرہ ختم ہوگئی تو کمانڈر انچیف نے اپنی

پیادہ فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سکھ جان توڑ کر لڑے مگر شکست کھائی اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ ان کا اور پٹھان فوج کا تعاقب کیا گیا۔ پٹھان سرحد کے پار بھگا دئے گئے اور پشاور پر قبضہ ہو جانے سے فتح مکمل ہو گئی ؏

الحاق پنجاب ۱۸۴۹ء

سکھوں کی طاقت بالکل برباد ہو گئی۔ اب ڈلہوزی کو یہ سوال درپیش تھا کہ پنجاب کی نسبت کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ بہت سے بحث مباحثہ کے بعد الحاق کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈلہوزی کا خیال تھا کہ دیسی ریاستوں کو انگریزوں کے صرف زیر اثر رکھنے سے نقصان ہوتا ہے۔ ان کو سلطنت انگلشیہ میں شامل کرنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ذمہ داری پر پنجاب کو انگریزی حکومت میں شامل کر لیا اور ۲۸ مارچ ۱۸۴۹ء کو ایک اعلان شائع کیا کہ پنجاب کو انگریزی علاقہ میں داخل کر لیا گیا ہے۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو ۵ لاکھ روپیہ سالانہ پنشن دی گئی +

پنجاب کے الحاق سے انگریزی سرحد دریائے سندھ کے پار عین افغانی پہاڑوں کے دامن تک پہنچ گئی اور سکھوں کی رہی سہی ہندوستانی سلطنت بھی انگریزی حکومت میں جذب ہو گئی ؏

انتظامی بورڈ کا قیام

پنجاب کے انتظام کے لئے ایک بورڈ مقرر ہوا۔ جس کے تین ممبر تھے۔ سر ہنری لارنس۔ سر جان لارنس اور مسٹر مینسل (Mr. Mansell) سر ہنری لارنس اس بورڈ کے صدر بنائے گئے۔ سر جان لارنس کے ذمہ بندوبست کا کام شروع ہوا۔ اور تیسرے ممبر کو عدالتی کام دیا گیا۔ گورنر جنرل خوب سمجھتا تھا کہ اس نئے صوبہ کی حکومت

کا کام بڑا مشکل ہے۔ اس لئے اس نے مختلف عہدوں پر قابل فوجی اور سول افسر مقرر کئے اور خود بھی ہر ایک کام میں دلچسپی لیتا رہا۔ ان افسروں اور ان کے ساتھیوں کی جانفشانی سے چند ہی سال میں پنجاب کی کایا پلٹ گئی اور تمام بدنظمیاں دُور ہو گئیں۔ جا بجا سڑکیں اور نہریں بنائی جانے لگیں۔ زرِ لگان نصف سے گھٹا کر ایک چوتھائی کر دیا گیا۔ مالِ درآمد کا محصول اور دوسرے پریشان کن محصول بالکل موقوف کر دئے گئے۔ تعلیم کا انتظام کیا گیا اور رفاہِ عام کے لئے تمام ممکن تجاویز پر عمل شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے بہت جلد ملک میں خوشحالی نظر آنے لگی۔ یہ ایک قابل غور بات ہے کہ وہی سکھ جو ۱۸۴۹ء میں انگریزوں کے خلاف لڑے تھے ۱۸۵۲ء میں برہما کی دوسری لڑائی کے موقعہ پر انگریزوں کی طرف سے بڑی بہادری اور وفاداری سے لڑے اور اس کے ۵ سال بعد ۱۸۵۷ء میں جب ملک میں غدر کا طوفان برپا ہوا۔ تو سکھ بالکل وفادار رہے۔ تاریخ ان شاندار کامیابیوں کا سہرا لارڈ ڈلہوزی کے سر باندھتی ہے۔ جس کی رائے سے ہر ایک کام کیا گیا اور جو اپنی انتظامی قابلیت کے باعث ہر ایک جگہ گویا خود موجود ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ تک تو پنجاب میں یہ بورڈ کام کرتا رہا۔ مگر ۱۸۵۳ء میں لارڈ ڈلہوزی نے بورڈ کو توڑ کر پنجاب کو ایک چیف کمشنر کے ماتحت کر دیا۔ یہ چیف کمشنر سر جان لارنس مقرر ہوا۔

برہما کی دوسری لڑائی ۱۸۵۲ء

سکھوں کی جنگ کے بعد تین سال تک ہندوستان میں امن رہا۔ مگر ۱۸۵۲ء میں لارڈ ڈلہوزی کو پھر ایک جنگ کا

اعلان کرنا پڑا۔ اہل برہما نے ۱۸۲۶ء کی شکست سے کوئی سبق نہ سیکھا تھا۔ وہ ابھی تک اسی طرح مغرور اور سرکش تھے۔ اور ان کا برتاؤ ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔ ان کو انگریزوں کے ساتھ دلی عداوت تھی۔ چنانچہ وہ انگریز تاجروں کو سخت تکلیفیں دیتے اور ان کی تجارت میں ہارج ہوتے تھے۔ وہ انگریزی رعایا کی بے حرمتی میں بھی کمی نہ کرتے تھے۔ جب گورنر جنرل نے اس رویّے پر اعتراض کیا اور معاوضہ طلب کیا۔ تو انھوں نے تحقیر آمیز خاموشی اختیار کر لی۔ چنانچہ ان کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا پڑا۔

اس مرتبہ لارڈ ڈلہوزی نے اپنی نگرانی میں نہایت معقول تیاری کی۔ تاکہ پہلی جنگ کی سی غلطیاں دُہرائی نہ جائیں۔ چھوٹی چھوٹی کامیاب لڑائیوں کے بعد رنگون اور پروم پر قبضہ کر لیا گیا اور نومبر ۱۸۵۲ء سے پہلے ہی پیگو کا تمام صوبہ فتح ہو گیا۔ اور اس کو اپر برہما سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اب تمام لوئر برہما میں انگریزی حکومت قائم ہو گئی۔

ڈلہوزی کا مشہور مسئلہ الحاق۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ ہندوستانی ریاستوں کو سلطنتِ برطانیہ میں شامل کرنے کے طریق کا موجد ڈلہوزی ہے مگر یہ اصول نیا نہ تھا۔ اس پر پہلے بھی عملدرآمد ہو چکا تھا۔ ہندوؤں کے دھرم شاستر کے رو سے ہر ایک بالغ ہندو کو متبنّٰے بنانے کا اختیار حاصل ہے۔ جس سے منشاء یہ ہے کہ وہ اس شخص کی وفات کے بعد ان تمام مذہبی رسوم کو ادا کرے جو موت سے متعلق ہیں۔ ہندوؤں کا خیال ہے کہ ان رسوم کے ادا ہوئے بغیر متوفّی کی روح کو راحت نصیب نہیں ہوتی۔ لیکن ہندوستان

کے عام قانون اور رسم کے بموجب متبنےٰ بنانے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ کسی ماتحت یا باجگزار راجہ کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ وہ شہنشاہ کی اجازت کے بغیر اپنی ریاست متبنےٰ کے حوالے کر دے ؀

لارڈ ڈلہوزی نے اس اصول کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ اگرچہ وہ متبنےٰ کی جانشینی کو تسلیم کرتا تھا ۔ مگر وہ کہتا تھا کہ انگریزی حکومت کو ان ریاستوں پر اختیار کُلّی حاصل ہے جن کو انگریزوں نے قائم کیا ہے ۔ یا جن کی زندگی انگریزوں کی مدد پر منحصر ہے اور حکومت کو ایسی صورتوں میں پورا پورا اختیار حاصل ہے کہ متبنےٰ کی جانشینی کو منظور کرے یا نہ کرے اور ریاست کو اپنے علاقہ میں شامل کر لے ۔ڈلہوزی کا یہ بھی خیال تھا کہ انگریزی طرز حکومت رعایا کے لئے بہت مفید ہے ۔ اور جب وہ دیکھتا تھا کہ ہر چہار طرف چھوٹے چھوٹے علاقوں پر کمزور اور ناقابل شخص حکمران بنے بیٹھے ہیں ۔ جن کو سوائے اپنے عیش و عشرت کے رعایا کے مفاد کا بالکل خیال نہیں ہے ۔ تو وہ غم و غصّہ سے بیتاب ہو جاتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ ایسی ریاستوں کی رعایا کو ان کے حاکموں کے مظالم سے آزاد کرنے میں ذرا سی تاخیر بھی کی جائے ؀

چنانچہ جب کسی ایسی ریاست کا حاکم جس کو انگریزی حکومت نے قائم کیا ہو ۔ فوت ہو جاتا اور اپنا کوئی وارث نہ چھوڑتا ۔ تو ڈلہوزی رعایا کے مفاد کو مدّنظر رکھ کر اس ریاست کو انگریزی علاقہ میں ملا لیتا تھا اور متبنےٰ بنانے کا حق تسلیم نہ کرتا تھا ؀

دیسی ریاستوں کا الحاق -

چنانچہ ڈلہوزی نے ۱۸۴۸ء میں ریاست ستارا کو انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ستارا کی ریاست مارکوئیس آف ہیسٹنگز نے ۱۸۱۹ء میں پیشوا کے علاقہ سے کچھ حصّہ نکال کر قائم کی تھی۔ ایک راجہ تو بدنظمی کی وجہ سے معزول کیا گیا تھا۔ اور جب دوسرا راجہ ۱۸۴۸ء میں بغیر جانشین مر گیا۔ تو ڈلہوزی نے متبنّےٰ کی جانشینی منظور نہ کی ؛

اسی طرح جیت پور واقع بندھیل کھنڈ۔ سمبلپور واقع اڑیسہ باگھٹ اور اودے پور واقع ممالک متوسط کی ریاستیں ۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۲ء کے درمیان شامل کی گئیں ؛

جب باجی راؤ پیشوا کو شکست ہوئی تو ریاست جھانسی انگریزی پناہ میں آ گئی تھی۔ ۱۸۵۳ء میں مرحوم راجہ کا ایک متبنّےٰ برطرف کر دیا گیا اور رانی کو پنشن دی گئی ؛

واضح ہو کہ یہ وہی مشہور جھانسی کی رانی تھی جس نے ایّام غدر میں انگریزوں سے دل کھول کر بدلہ لیا اور جو یورپی اس کے ہاتھ لگا۔ قتل کروا دیا ؛

جب ناگپور کا بھونسلا راجہ جو انگریزوں کی پناہ میں تھا۔ ۱۸۵۳ء میں لاولد مر گیا۔ تو ڈلہوزی نے ناگپور کو بھی انگریزی راج میں ملا لیا ؛

اودھ کا الحاق

ان سات ریاستوں کے الحاق کا اصول لکھا جا چکا ہے۔ مگر اودھ کی شمولیت کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ عرصہ دراز سے اودھ کا انتظام نہایت خراب تھا۔ متواتر تنبیہوں کے باوجود کسی نواب نے کچھ توجہ

نہ کی۔ بلکہ ہر ایک بُری طرح عیش و عشرت میں مشغول رہنے لگا۔ کیونکہ لارڈ ولزلی کے سب سڈی اری سسٹم (طریق امدادی) کے مطابق یہ لوگ بیرونی حملوں اور اندرونی بغاوتوں سے بالکل بے خطر رہتے تھے۔ اس وقت اودھ کا حاکم نواب واجد علی شاہ تھا۔ یہ شخص بڑا فیاض تھا۔ علم موسیقی اور دیگر فنون لطیفہ کا بڑا شائق تھا۔ لیکن وہ آرام طلب اور عیاش تھا۔ اور رعایا کے بہبود سے غافل رہتا تھا۔ تعلّق دار زمینداروں کو ستاتے تھے۔ زمیندار کاشتکاروں پر ظلم کرتے تھے۔ چنانچہ خراب حکومت سے ملک میں ابتری پھیل گئی اور بعض جگہ تو علانیہ فساد کے آثار نظر آنے لگے۔ لوگ انگریزی حکومت کو اس خرابی کا ذمہ دار قرار دیتے تھے۔ کیونکہ نواب انگریزوں کے ماتحت تھا۔ غرض عین ہندوستان سے روانگی کے وقت پارلیمنٹ انگلستان کے احکام کی پابندی میں لارڈ ڈلہوزی نے اودھ کو انگریزی راج میں شامل کر لیا۔ بلکہ اسے کرنا پڑا۔ فروری ۱۸۵۶ء میں ایک اعلان کے رُو سے اودھ کا الحاق عمل میں آیا۔ اور واجد علی شاہ کو معقول پنشن دے کر کلکتہ رہنے کو بھیج دیا گیا۔ اس الحاق سے رعایا کا ایک طبقہ بہت برافروختہ ہوُا اور اس کے بُرے نتائج برآمد ہوئے۔ مگر خود ڈلہوزی کامل الحاق کے حق میں نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مُلکی انتظام تو نواب سے لے لیا جائے۔ مگر اُس کے خطاب۔ عزّت اور برائے نام نوابی کو برقرار رکھا جائے۔ مگر گورنمنٹ برطانیہ کے احکام کی پابندی میں اس کو یہ الحاق کرنا پڑا +

کرناٹک - تنجور - بٹھور

ڈلہوزی برائے نام اعزاز کا بھی سخت مخالف تھا - اور وہ ایسی حکومت کو مٹا دینا چاہتا تھا - چنانچہ جب نواب کرناٹک جو عرصۂ دراز سے برائے نام نواب تھا اور رعایا کی طرف سے بالکل غافل تھا ۱۸۵۵ء میں فوت ہو گیا تو کرناٹک کی نوابی کا خاتمہ کر دیا گیا - اور ۱۸۵۵ء میں راجہ تنجور کی وفات کے بعد راجہ تنجور کا خطاب بھی موقوف کر دیا گیا +

۱۸۱۸ء کی شکست کے بعد باجی راؤ پیشوا کو ۸ لاکھ روپیہ سالانہ کی پنشن دے کر بٹھور رہنے کی اجازت دی گئی تھی - جب ۱۸۵۲ء میں وہ فوت ہو گیا تو ڈلہوزی نے اس کے بھتیجے اور متبنٰے دھوندو پنت کو جو نانا صاحب کے نام سے زیادہ مشہور ہے پنشن دینے سے انکار کر دیا - اگرچہ اس نے پیشوا کی بیشمار دولت ورثہ میں پائی تھی - تاہم نانا صاحب نے جھانسی کی رانی سے مل کر چار سال بعد غدر کے دوران میں انگریزوں پر بڑے بڑے ظلم و ستم ڈھائے +

حکومت نظام اور برار -

نظام حیدر آباد نے عرصہ سے اس انگریزی امدادی فوج کے مصارف نہیں ادا کئے تھے - اس لئے اس نے برار کا علاقہ اس کے مصارف کے عوض کمپنی کے حوالہ کر دیا - اس انتظام سے آئندہ بہت پریشانیاں پیدا ہوئیں - جن کا ذکر ہم لارڈ کرزن کے عہدِ حکومت کے ضمن میں کرینگے +

ہندوستان
۱۸۵۶ء
انگریزی مقبوضات
ماتحت ریاستیں
تبت
افغانستان
کابل
پشاور
لاہور
دہلی
راجپوتانہ
اجمیر
گوالیار
جھانسی
بھوپال
بڑودہ
اندور
نیپال
آسام
لکھنؤ
کانپور
بنارس
بنگال
کلکتہ
ناگپور
برار
سورت
بمبئی
حیدرآباد
میسور
مدراس
پانڈیچری
کوچین
لنکا
خلیج بنگالہ
بحیرۂ عرب
اپر برما
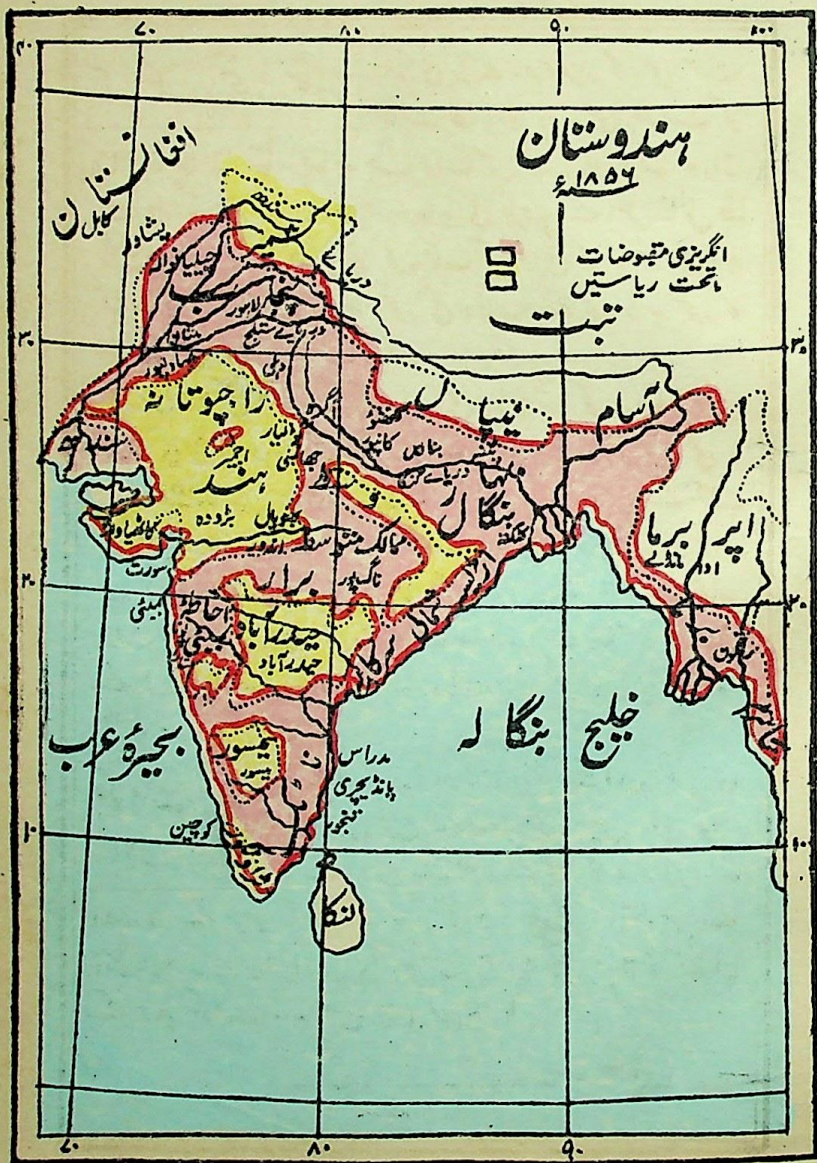
لارڈ ڈلہوزی کی اصلاحات

انگریزی علاقوں کی حدود قریب قریب وہی ہیں جو ڈلہوزی کے عہد میں معیّن ہو چکی تھیں۔ ڈلہوزی محض اس وجہ سے مشہور نہیں ہے کہ اس نے انگریزی علاقہ میں وسعت پیدا کی۔ بلکہ وہ اپنے ہشت سالہ دورِ حکومت میں ہمیشہ مصروفِ کار رہا۔ جنگی اور سیاسی مشکلات میں متواتر مصروف رہنے کے باوجود وہ ہمیشہ اندرونی اصلاحات کا کام بھی انجام دینا چاہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ایسے کاموں میں کروڑوں بندگانِ خدا کی بہتری اور بہبودی پوشیدہ ہے۔ انگلستان میں بورڈ آف ٹریڈ کے صدر کی حیثیت میں اسے ان کاموں کا شاندار تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ جس سے اس نے ہندوستان میں اصلاحات کے نفاذ کے موقعہ پر خوب فائدہ اٹھایا۔

محکمۂ تعمیرات عامہ

نہر گنگ لارڈ ڈلہوزی کے وقت میں ہی جاری کر دی گئی۔ اس کی بدولت اب ہزاروں ایکڑ زمین سیراب ہوتی ہے۔ دیگر نہروں کے اجرا پر بھی غور کیا گیا۔ لارڈ ڈلہوزی اس بات کا بہت خواہشمند تھا کہ ہندوستان میں سڑکیں تعمیر کی جائیں۔ کیونکہ ذرائع آمد و رفت پر ملک کی ترقی کا انحصار ہوتا ہے۔ اس کے عہد میں تقریباً دو ہزار میل لمبی سڑکیں تیار ہوئیں۔ مشہور گرانڈ ٹرنک روڈ (شاہراہِ ہند) کی تعمیر کا کام اسی کے زمانہ میں ہوا۔ ریل کی سڑکیں بھی بننی شروع ہوئیں۔ تار برقی بھی جاری ہوئی۔ محکمۂ ڈاک نے معقول ترقی پائی۔ اور تمام ملک کے لئے آدھ آنے کے ٹکٹ جاری کئے گئے۔ ان اصلاحات پر زر کثیر صرف ہوا۔ اس طریق عمل اور تعمیرات کے انتظام کے لئے ایک علیحدہ محکمہ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ

(Public Works Dept) یا محکمۂ تعمیراتِ عامہ کے نام سے قائم کیا گیا ۔

تعلیم

عوام کی تعلیم کو خاص توجہ دی گئی ۔ چنانچہ سر چارلس ووڈ کی ۱۸۵۴ء کی مشہور تعلیمی تجویز پر عملدرآمد شروع ہوا اور اعلےٰ تعلیم کی بنیاد رکھی گئی ۔ مشہور محکمۂ تعلیم عامہ یعنی ڈیپارٹمنٹ آف پبلک انسٹرکشن قائم ہوا ۔ ورنیکلر تعلیم کی ہر جگہ ترقی ہوئی اور غیر سرکاری اسکولوں کے لئے سرکاری امداد کا طریقہ جاری ہوا ۔ ہر ایک پریسیڈنسی میں اعلےٰ تعلیم کے لئے ایک ایک یونیورسٹی قائم ہوئی ۔ علاوہ بریں ڈلہوزی نے تجارت و زراعت کی ترقی کے لئے بھی لگاتار کوشش کی اور جیل کے انتظامات کی اصلاح پر بھی کثیر روپیہ صرف کیا ۔

غرض ڈلہوزی بڑا کام کا دھنی تھا ۔ اس کا عہدِ حکومت بہت مفید ثابت ہوا ۔ اس نے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں اپنی صحت تک قربان کر دی ۔

کمپنی کے فرمان کی تجدید ۱۸۵۳ء

۱۸۵۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے چارٹر کی تجدید کا سوال پھر پارلیمنٹ میں پیش ہوا ۔ اور یہ اپنی قسم کا آخری موقعہ ثابت ہوا ۔ چارٹر کی تجدید تو ہو گئی ۔ مگر اس کی کوئی میعاد مقرر نہ ہوئی اور یہ قرار پایا کہ پارلیمنٹ جب چاہے چارٹر منسوخ کر دے ۔

مجلس وضع آئین و قوانین

بنگال کے لئے ایک علٰحدہ لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا اور مجلس وضع آئین و قوانین (لیجسلیٹو کونسل) کی بنیاد رکھی گئی ۔ یعنی گورنر جنرل اور اس کی ایگزیکٹو یا انتظامیہ میں چھ خاص ممبروں کا اضافہ کر دیا

گیا اور ملک کے لئے قانون بنانے کا کام اس بڑی کونسل کے حوالے کیا گیا ؀

سول سروس کا امتحان

آئندہ کے لئے انڈین سول سروس کا امتحان سب کے لئے عام کر دیا گیا - اور مقابلہ میں کامیاب امیدوار سرکاری ملازمت کے مستحق سمجھے جانے لگے ؀

انگلستان کو مراجعت

فروری ۱۸۵۶ء میں لارڈ ڈلہوزی کی جگہ نیا گورنر جنرل لارڈ کیننگ کام کرنے لگا - اب لارڈ ڈلہوزی کی صحت بالکل بگڑ چکی تھی - انگلستان پہنچنے کے چار سال بعد بہت بیماری اور تکلیف اٹھا کر وہ اس جہان سے کوچ کر گیا - لارڈ ڈلہوزی بجا طور پر ہندوستان کے تین یا چار سب سے مقدم و مشہور گورنر جنرلوں میں شمار کیا جاتا ہے ؀

سولھواں باب

لارڈ کیننگ

کمپنی کے ماتحت آخری گورنر جنرل

۱۸۵۶ء سے ۱۸۵۸ء تک

لارڈ کیننگ کا باپ انگلستان کا وزیر اعظم رہ چکا تھا۔ لارڈ کیننگ آکسفورڈ یونیورسٹی کا ایک نہایت ممتاز طالب علم تھا۔ اور پارلیمنٹ کے ممبر کی حیثیت میں اس نے معقول سیاسی تجربہ حاصل کر لیا تھا۔ اور اپنے حسنِ انتظام اور تدبّر کے لئے مشہور ہو چکا تھا۔ نہایت دیانتدار تھا۔ اور فرائضِ منصبی اور انصاف کو ہمیشہ مدّ نظر رکھتا تھا۔ اور کبھی جوشِ غضب یا کسی دوسرے اثر سے مغلوب نہ ہوتا تھا۔ لیکن اس میں سخت نقص یہ تھا کہ سوچ بچار میں بڑا وقت ضائع کر دیتا تھا۔ یہاں آتے ہی اس نے بڑی سرگرمی سے مفید اصلاحات رائج کرنی شروع کر دیں۔ اس وقت بظاہر ہندوستان میں ہرطرف امن و امان تھا اور اس خوفناک طوفانِ غدر کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ مگر اس کی تجویزیں اندر ہی اندر پختہ ہو رہی تھیں۔

ایران کے ساتھ لڑائی

انگلستان اس وقت ایران اور چین کے ساتھ معروفِ پیکار تھا۔ ۱۸۵۶ء کے آخر میں انگلینڈ کے احکام کے بموجب فارس کے خلاف اعلانِ

جنگ کرنا پڑا۔ کیونکہ شاہ فارس نے نامناسب طور پر افغانستان پر حملہ کر کے ہرات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور انگریزی سفیر متعینہ طہران کی سخت بے حرمتی کی تھی۔ سر جیمس اُوٹرم کی کمان میں ایک دستہ فوج فارس کو روانہ کیا گیا۔ انگریزی فوج نے بوشہر پر قبضہ کر لیا اور فارس کی فوجوں کو شکست دی۔ شاہ فارس نے صلح کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ وہ ہرات کو واپس کر دیگا۔ اور آئندہ کبھی افغانستان کے معاملات میں دخل نہ دے گا۔

اس موقعہ پر دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے:-

۱- چونکہ اس وقت انگلینڈ کی فارس اور چین کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے انگریزی افواج کا بڑا حصہ گورنمنٹ انگلستان کے حکم سے ان ممالک میں بھیج دیا گیا۔ جس سے انگریزی فوجوں کی تعداد ہندوستان میں نسبتاً بہت ہی کم رہ گئی۔

۲- امیر دوست محمد خاں اس انگریزی مدد کے معاوضہ میں جو شاہِ فارس کے خلاف اس کو دی تھی۔ غدر کے خطرناک طوفان میں ان کا وفادار رہا۔ اگر کہیں وہ بھی انگریزوں کے خلاف ہو جاتا۔ تو انگریزی حکومت کا نقشہ بالکل ہی پلٹ جاتا۔

ہندوستان میں غدر
۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء تک

جنگ فارس کے کچھ عرصہ بعد لارڈ کیننگ کو ایک زبردست سیاسی اور جنگی طوفان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جس نے حکومتِ ہند کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ یہ ۱۸۵۷ء کا مشہور غدر تھا۔ سب سے پہلے ہم اسباب غدر کے متعلق

دو سوالوں کا جواب واضح کرنا چاہتے ہیں ۔

۱۔ غدر کیا تھا ؟ کیا وہ صرف ایک فوجی بغاوت تھی ؟

۲۔ یا کوئی گہری سازش تھی جو انگریزوں کی بربادی کے لئے باقاعدہ اور بڑے وسیع پیمانہ پر ترتیب دی گئی تھی ؟

ان کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ بغاوت زیادہ تر فوجی بغاوت تھی۔ مگر چونکہ یہ ایسے وقت وقوع پذیر ہوئی ۔ جبکہ ملک میں مجلسی اور سیاسی بے چینی انتہا تک پہنچی ہوئی تھی ۔ اس لئے بعض لوگ اسے قومی بغاوت قرار دیتے ہیں ۔ لیکن جب سب امورِ متعلقہ پر غور کیا جائے۔ تو بہ حیثیتِ مجموعی ہم اسے قومی بغاوت نہیں کہہ سکتے ۔ اور فوجی غدر کہنا ہی مناسب سمجھتے ہیں ۔

اسبابِ غدر بد امنی اور اضطراب کے صحیح تمام اسباب بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے اور بغاوت کو چند خاص اسباب پر مبنی قرار دینا تو قطعاً ناممکن ہے ۔ پھر بھی ہم صرف خاص خاص وجوہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ جن کی تقسیم تین حصوں میں ہوسکتی ہے ۔ سیاسی ۔ مجلسی و مذہبی اور فوجی ۔

سیاسی اسباب لارڈ ڈلہوزی کے عہدِ حکومت میں مسئلہ الحاق کی رُو سے ہندوستانی ریاستوں کو سلطنتِ انگلشیہ میں شامل کرنے سے والیانِ ریاست کے دلوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا تھا ۔ اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ حکومت انگلستان ان کو مٹانے کی فکر میں تھا ۔ لوگوں کے دلوں میں انگریزی حکومت کی طرف سے بیحد بے اعتمادی اور نفرت پیدا ہو گئی تھی ۔ نانا صاحب جو پیشوا باجی راؤ ثانی کا متبنّے تھا ۔

انگریزوں کے سخت خلاف ہو گیا تھا۔ کیونکہ لارڈ ڈلہوزی نے اس کو باجی راؤ کی پنشن دینے سے انکار کر دیا تھا۔ رانی جھانسی بھی اس وجہ سے کہ اس کو متبنّٰے بنانے کا حق نہیں دیا گیا تھا۔ انگریزوں سے سخت ناراض تھی۔ نانا صاحب اور رانی دونو مل کر انگریزوں سے بدلہ لینے کی فکر میں تھے *

واجد علی شاہ نواب اودھ کے تخت سے معزول ہونے سے اودھ کی تمام رعایا گورنمنٹ سے نالاں تھی۔ کیونکہ اودھ کے لوگ نواب کی بد انتظامی کے باوجود اس سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ اودھ میں بدامنی نے زیادہ خطرناک صورت اس لئے اختیار کی کہ بنگال کی فوج کے وہ سپاہی جن کو سیاسی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت حاصل تھی۔ گورنمنٹ سے ناراض تھے کیونکہ ان میں سے اکثر علاقۂ اودھ سے بھرتی کئے گئے تھے۔ اودھ کے الحاق کی وجہ سے چند اور تبدیلیاں بھی انگریزی حکومت کو کرنی پڑی تھیں۔ جن سے اودھ کے تعلقدار سخت ناراض ہو گئے تھے۔ کیونکہ اس تحقیقات کی وجہ سے جو ان لوگوں کے چال چلن اور حقوق کے بارہ میں کی جا رہی تھی۔ ان کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ان کی ہستی بھی معرض خطر میں ہے چند وہمی آدمیوں کا یہ خیال تھا کہ سابقہ پیشین گوئی کے مطابق انگریزی حکومت سو سال رہنی چاہیئے۔ اور جنگ پلاسی کے بعد اب سو سال کا عرصہ پورا ہو چکا ہے *

مجلسی اور مذہبی اسباب

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر تبدیلی اور نئی چیز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ان سُست رَد اور تغیّر

کو ناپسند کرنے والے باشندوں پر مغربی خیالات کا بالکل الٹا اثر ہوا۔ ریلوے۔ تار برقی اور نئی تعلیم توہم پرستی کے زور کو کم کر رہی تھیں اور اس سے برہمنوں کے اقتدار میں بہت کمی ہونے لگی تھی۔ نیز نئے قوانین یعنی چند قدیم قابل اعتراض رسوم کی موقوفی مثلاً ستی و دختر کشی وغیرہ اور شادی بیوگان کی اجازت وغیرہ وغیرہ ان سب باتوں سے لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہو گیا کہ انگریز ان کی قدیم مذہبی اور ملکی روایات کو مٹا کر ان کی جگہ نئی باتیں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان سب نئی نئی شیطانی چیزوں کے ذریعے انگریز ہم کو عیسائی بنانے کے درپے ہیں ؂

فوجی اسباب بنگال کی فوج میں زیادہ تر سپاہی اودھ کے علاقہ سے بھرتی کئے گئے تھے۔ اور وہ الحاق اودھ کو ناپسند کرتے تھے۔ ان میں اکثر برہمن اور راجپوت تھے۔ جو اپنی مذہبی رسوم کے بڑے پابند تھے۔ سپاہیوں کو اپنی طاقت اور بہادری پر بھی ناز تھا۔ کیونکہ انہوں نے چند لڑائیوں میں فتوحات حاصل کی تھیں۔ وہ ہمیشہ ایک نہ ایک بات کے شاکی رہتے تھے۔ اور کمزور فوجی افسر ان کی جا و بیجا خواہشات کو پورا کرتے رہتے تھے۔ دیسی فوج کا ضبط و نظم جس کی فوجی تہذیب کے لئے سخت ضرورت تھی۔ بگڑ گیا تھا۔ گذشتہ چند سال میں کئی جگہ چھوٹی چھوٹی بغاوتیں بھی ہوئیں۔ مگر ان کو دبانے کے لئے کلائو جیسا مضبوط اور قابل آدمی موجود نہ تھا۔ سپاہیوں کے دلوں میں اپنے افسروں کی عزت کا خیال باقی نہ رہا تھا۔

دیسی سپاہی بیرونی ممالک مثلاً افغانستان - برہما اور خصوصاً سمندر پار جانا بالکل ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سمندر پار جانے سے ان کا دھرم بگڑ جائیگا - اس زمانہ میں قابل فوجی افسر سول عہدوں پر بھیج دئے جاتے تھے - اس قاعدہ کا بڑا خراب اثر ہوُا - فوجوں میں عموماً بہت کمزور اور گویا بیکار افسر رہ گئے - ان کے متعلق سپاہیوں کے دلوں میں وہ عزّت اور الفت باقی نہ رہی - جس کا اظہار کلائو کے زمانے میں ہوُا تھا - سب سے بڑی غلطی گورنمنٹ نے یہ کی کہ فوجی تقسیم ملک میں بُرے طریق سے کی - یورپی اور ہندوستانی فوجوں کی تعداد میں بڑا زبردست فرق تھا - دیسی فوج ۲۳۲۰۰۰ کے قریب تھی - مگر یورپی فوج اس کا صرف پانچواں حصّہ تھی - کلکتہ اور لکھنؤ کے درمیان صرف ایک انگریزی رسالہ تھا - اور دہلی اور الہ آباد جو خاص طور پر اہم مقام ہیں - بالکل ہی دیسی فوجوں کی نگرانی میں تھے - یورپی افواج کی بیشتر تعداد پنجاب میں تھی ÷

ان تمام باتوں سے لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہو گئے - ملکی معاملات پر غور کرنے والوں اور مذہب کے لحاظ سے قدامت پسند لوگوں نے اپنی سرگرمی اور جوش سے عام بے چینی کو بڑھایا - غرض اس دبی ہوئی اور اندر ہی اندر سلگتی ہوئی آگ کو مشتعل کرنے کے لئے صرف ایک چنگاری کافی تھی جو چربی والے کارتوسوں نے مہیّا کر دی - ممکن ہے کہ کارتوسوں کے معاملہ میں اگر حکومتِ انگلشیہ غلطی نہ کرتی تو غدر کی آفت نہ آتی ÷

چربی والے کارتوس

اس وقت ایک قسم کی نئی رائفل (اینفیلڈ) رائج کی گئی اور اس کے لئے جو کارتوس دئے گئے - ان پر ایک قسم کی چربی لگی ہوئی تھی - سپاہیوں کو شبہ ہؤا کہ یہ گائے یا سؤر کی چربی ہے - اور چونکہ ان کو استعمال کرتے وقت ان کے سرے دانتوں سے کاٹنے پڑتے ہیں - اس لئے ہندو اور مسلمان دونوں کا مذہب خراب ہوتا ہے اور سپاہیوں نے شروع ہی میں بارک پور - بہرام پور - انبالہ اور دیگر مقامات میں ان کارتوسوں کے استعمال سے انکار کر دیا تھا ۔

میرٹھ اور غدر کی ابتدا

اصلی طوفان ۱۰ - مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کے مقام میں نمودار ہؤا - ۹ - مئی کو دیسی رسالوں کے کچھ سپاہیوں نے پریڈ کے میدان میں ان کارتوسوں کے استعمال سے قطعی انکار کر دیا - اس کی پاداش میں تقریباً ۸۵ سپاہیوں کو فوجی قانون کے بموجب سزا دی گئی - ان کے ساتھیوں اور ان کی بے عزّتی کی گئی - وردیاں لے لی گئیں اور ان کو پا بزنجیر کر کے دس دس سال کی سزا دی گئی - اس سے فوجیں مشتعل ہو گئیں - چنانچہ ۱۰ مئی کو اتوار کے دن دیسی سپاہیوں نے کھلے طور پر بغاوت کر دی - اپنے افسروں اور دوسرے نہتّے انگریزوں کو قتل کر دیا - قیدی سپاہیوں کو جیل سے رہا کر لیا - اسٹیشن کو آگ لگا دی - چھاؤنی کو برباد کرنے کی کوشش کی اور پھر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے - اس وقت میرٹھ کے برگیڈیر کرنل ولسن نے باغیوں کا تعاقب نہ کیا - ورنہ عین ممکن تھا کہ وہ باغی فوج کو منتشر کر دیتا -

اُس معاملہ میں اس نے نہایت مجرمانہ بُزدلی دکھائی +

دہلی

باغی سپاہی ۱۱ مئی کی صبح کو دہلی پہنچے - جہاں اس وقت کوئی انگریزی فوج موجود نہ تھی - دہلی کی دیسی فوج بھی باغی ہو گئی اور اس نے اپنے افسروں اور دوسرے انگریزوں اور عیسائیوں کو قتل کر ڈالا - بہادر شاہ بھی اس تحریک میں شامل ہو گیا - باغی فوجوں نے اسے دہلی کے تخت پر بٹھا دیا - لفٹننٹ ولوبی اور اس کے آٹھ بہادر ہمراہیوں نے چند گھنٹوں تک توپ خانہ کی بڑی بہادری سے حفاظت کی - لیکن جب حفاظت ناممکن معلوم ہوئی - تو میگزین کو آگ لگا کر اُڑا دیا - تاکہ اس پر دشمن کا قبضہ نہ ہو جائے - میگزین اُڑنے سے بہت سے باغی بھی ہلاک ہو گئے جو اُسے گھیرے ہوئے تھے - ایک بہادر تار بابو جو اس دہشتناک حادثہ کی خبر پنجاب بھیج رہا تھا - باغیوں کے ہاتھوں مارا گیا - جب باغیوں کا دہلی پر قبضہ ہو گیا تو بغاوت کی آگ دُور دُور پھیل گئی - اور قتل غارت گری اور آتشزدگی کا بازار گرم ہو گیا - اودھ - روہیلکھنڈ اور وسط ہند کے بہت سے حصّوں میں غدر پھیل گیا - تمام باغیوں کا رُخ دہلی کی جانب تھا - کیونکہ دہلی نے بہت سے خاندانوں کے نشیب و فراز دیکھے تھے - اور اس لئے باغی مغلیہ دارالسلطنت میں جوق در جوق آنے لگے - پس انگریزی اقتدار دوبارہ قائم کرنے کے لئے اب ضروری تھا کہ سب سے پہلے دہلی پر قبضہ کیا جائے +

اس عرصے میں اگرچہ بغاوت دُور دُور تک پھیل گئی تھی مگر اس کا خاص زور شور کانپور - لکھنؤ اور دہلی میں تھا - چنانچہ انگریزی

حکومت بحال کرنے کے لئے انہی مقامات میں اکثر لڑائیاں ہوئیں۔ اس وقت انگریزی حکومت کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ صوبۂ پنجاب کی حکومت کی باگ سر جان لارنس جیسے مستقل مزاج۔ دور اندیش اور بارسوخ شخص کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے موقع کی نزاکت کو سمجھ کر پنجاب کے اندر فوجِ بنگال کے ہتھیار لے لئے۔ اور جن سپاہیوں پر سازش کا شبہ ہؤا تھا اُن کو سخت سزائیں دیں۔ اور اپنے صوبہ کی حفاظت سے قطع نظر کرکے جس قدر آدمی مہیا ہو سکے۔ دہلی بھیج دئے۔

پنجاب کی وفاداری

کسی کو یہ امید نہ تھی کہ اس طوفان میں پنجاب کے باشندے اور خاص کر سکھ انگریزوں کے دوست صادق بنے رہینگے۔ لیکن سکھوں نے اسی بہادری اور شرافت سے انگریزوں کا ساتھ دیا جس کے لئے وہ ہمیشہ سے مشہور ہیں۔ پنجاب نے اس وقت خطرناک ثابت ہونے کے بجائے انگریزوں کو بڑی مدد دی۔ اینروئے ستلج کی ریاستوں نے اور خصوصاً ریاست پٹیالہ نے ہر ممکن طریق سے انگریزوں کی مدد کی۔ انگریزی حکومت کی یہ بھی بڑی خوش قسمتی تھی کہ امیر دوست محمد خاں جو اس کا ممنون احسان تھا باوجود بہت سی ترغیبوں کے تمام زمانۂ غدر میں بالکل وفادار رہا۔ اگر امیر دوست محمد خاں اور سکھ بھی انگریزوں کے دشمن ہوجاتے تو خدا جانے نتیجہ کیا ہوتا؟

کانپور

نانا صاحب جو کانپور کے نزدیک بٹھور میں رہتا تھا۔ اور بظاہر انگریزوں کا دوست تھا۔ فوراً خلاف ہوگیا۔ اور اس علاقہ کی بغاوت کا رہنما بنا۔ وہ یہ خواب دیکھ رہا تھا۔ کہ انگریزی حکومت کا خاتمہ کرکے مرہٹہ حکومت قائم کریگا۔ اور

خود اس کا پیشوا ہوگا - اس کی ملازمت میں ایک شخص تانتیا توپی نامی بھی تھا - جو بڑا بہادر مگر ظالم اور خونخوار تھا - میرٹھ کی بغاوت کی خبر چار روز بعد کانپور پہنچی - یہاں انگریزی جنرل سر ہیُو وہیلر نے یہ سخت غلطی کی کہ ایک غیر مستعمل ہسپتال اور کچھ بارکوں کو اپنی سکونت کا مقام بنا لیا - جو دشمنوں کے حملوں سے بالکل محفوظ نہ تھا - وہیلر کو میگزین میں چلا جانا چاہئے تھا - جو ایک نہایت محفوظ مقام تھا - اور دیسی سپاہیوں کی لائن سے بھی کافی فاصلہ پر تھا - تمام انگریز مرد عورت اور بچے جن کی تعداد قریب پندرہ سو کے تھی - وہیلر کے ساتھ اسی غیر محفوظ ہسپتال اور بارکوں میں چلے گئے - ۵ - جون کو دیسی فوج نے بغاوت کی - خزانہ لُوٹ لیا اور دہلی کو روانہ ہوئے - مگر نانا صاحب نے ترغیب دے کر انہیں واپس کانپور بُلا لیا - اب انہوں نے شہر کو بُری طرح لوٹا - جس قدر عیسائی ہاتھ لگے سب کو مار ڈالا اور انگریزوں کے غیر محفوظ مقام پر گولہ باری شروع کی - بارکوں میں آگ لگا دی - انگریز عورتوں اور بچوں کو جلتی دھوپ میں بے کھانا پانی رہنا پڑا - لیکن انگریزوں نے اس قدر غیر محفوظ حالت کے باوجود کمک کی بیکار امید میں نانا صاحب اور اس کی بڑی تعداد کا نصف ماہ سے بھی زیادہ عرصہ تک مقابلہ کیا - جب نانا صاحب کی طاقت کچھ کام نہ آئی - تو پھر اس نے ایک چال چلی یعنی اس نے جان بخشی کے لئے کچھ شرائط پیش کیں - جن کو انگریزوں نے فوراً منظور کر لیا - اور تمام انگریز مرد - عورت اور بچے دریا کی طرف روانہ ہو گئے - تاکہ کشتیوں پر سوار ہو کر الہ آباد چلے جائیں - جب انگریز کشتیوں میں سوار ہو رہے تھے تو تانتیا توپی نے ان پر گولیاں

برسائیں - اور اکثر کو مار ڈالا - صرف ۵ مرد اور ۲۰ عورتیں اور چند بچے بچے - جو قید کر لئے گئے - اور ایک تنگ مکان میں جس کا نام بی بی گھر تھا - جون کی سخت گرمی میں تقریباً پندرہ دن تک بند رکھے گئے - لیکن جب نانا صاحب نے سنا کہ جنرل ہیولاک (Havelock) اور نیل کے ماتحت انگریزی فوجیں آ رہی ہیں تو اس نے ان سب قیدیوں کو قتل کرا کے ایک ویران اور قدیم کنوئیں میں پھنکوا دیا - اس خونخوار واقعہ کے دو روز بعد انگریزی فوجیں کان پور میں داخل ہوئیں - اور نانا صاحب اور باغی فوج وہاں سے بھاگ گئی ؀

لکھنؤ اودھ کے انگریزی حکومت میں شامل کئے جانے کے بعد لکھنؤ چیف کمشنر سر ہنری لارنس انگریزی حکومت کا صدر مقام بنایا گیا تھا - سر ہنری لارنس نے اس خطرناک حالت کو اچھی طرح سمجھ لیا - اور ریزیڈنسی کو خوب مضبوط کر لیا - تھوڑے عرصہ بعد باغیوں نے ریزیڈنسی کا محاصرہ کر لیا - انگریزوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا - محاصرہ کے چوتھے دن سر ہنری لارنس ایک گولے کے پھٹنے سے مارا گیا - لیکن اس کا حوصلہ اور جوشِ مقابلہ اس کے ہمراہیوں کے دلوں میں برابر کام کرتا رہا - انگریزوں نے خوفناک مصائب - طرح طرح کی بیماریوں اور دشمن کی قتل و غارت گری کے باوجود تقریباً ۳ ماہ تک بڑی بہادری سے ریزیڈنسی پر قبضہ قائم رکھا - پھر ستمبر کے مہینہ میں ہیولاک - اوٹرم اور نیل کے ماتحت انگریزی فوجیں مدد کے لئے پہنچ گئیں - لیکن چونکہ یہ فوجیں کافی طاقتور نہ تھیں - اس لئے ان کو بھی پہلی فوج کے ساتھ

مجبور ہونا پڑا - اصلی مدد نئے کمانڈر انچیف سر کولن کیمبل (Sir C. Campbell) کے ماتحت نومبر میں پہنچی - کمانڈر انچیف لکھنؤ زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھیر سکتا تھا - کیونکہ اس کو کانپور جانا تھا - جہاں پھر بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے تھے - کیونکہ تانتیا ٹوپی گوالیار کی بیس ہزار فوج لیکر جو وفادار مہاراجہ کی کوششوں کے باوجود باغی ہوگئی تھی پھر آدھمکا تھا - ماہ دسمبر میں تانتیا ٹوپی کو شکست فاش ہوئی - اور سر کولن کیمبل کانپور اور لکھنؤ کے درمیان کے علاقوں کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ ہوا ۔

محاصرۂ دہلی

اس وقت سب کی آنکھیں دہلی کی طرف لگی ہوئی تھیں - شمالی ہند میں طوفان فرو کرنے کے لئے صرف پنجاب ہی سے مدد مل سکتی تھی - جہاں سر جان لارنس اپنے قابل ہمراہیوں ہربرٹ ایڈورڈز جان نکلسن اور سڈنی کاٹن کے ساتھ ہر طرح کی کوشش میں مصروف تھا کہ طوفان کے مرکز یعنی دہلی میں مدد بھیج سکے - انگریزی فوج شہر سے باہر دہلی کی مشہور پہاڑی پر جو شہر کے شمال و مغربی جانب قریب $1\frac{1}{2}$ میل تک چلی گئی ہے - مقیم تھی - یہیں سے صرف چار یا پانچ ہزار انگریزوں نے باغیوں کی تقریباً تیس ہزار فوج کو پسپا کر دیا - ماہ اگست میں نکلسن کے ماتحت پنجاب سے فوجیں آ گئیں اور شہر کا باقاعدہ محاصرہ کر لیا گیا - کشمیری دروازہ توڑ ڈالا گیا اور پھر حملہ شروع کیا گیا - متواتر چھ روز کی سخت لڑائی کے بعد باغی شہر سے بھاگ نکلے - لیکن بہادر نکلسن دہلی کے ایک کوچہ میں زخمی ہو کر گر پڑا - دہلی فتح ہوگئی - بہادر شاہ یعنی مغل

شہنشاہوں کی آخری نشانی مع اپنے دو فرزندوں اور ایک پوتے کے ہمایوں کے مقبرہ میں گرفتار کیا گیا۔ شہزادے لفٹننٹ ہوڈسن (Lieut. Hodson) کے پستول کا نشانہ بنائے گئے اور بہادر شاہ اسیر سلطانی بنا کر رنگون بھیجا گیا۔ جہاں وہ پانچ سال بعد ۸۷ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ چونکہ تمام ہندوستان کی بغاوت کا دارو مدار دہلی کی کامیابی پر تھا۔ اس لئے دہلی پر قبضہ ہوتے ہی بغاوت کا زور ٹوٹ گیا ؛

غدر کے دوسرے رقبے

دہلی۔ اودھ اور روہیل کھنڈ کے علاوہ بغاوت نے ملک کے اور حصوں میں بھی سر اٹھایا۔ رانی جھانسی انگریزوں کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ جب غدر شروع ہوا۔ تو جس قدر انگریز اور عیسائی مرد عورت اس کے ہاتھ لگے۔ اس نے سب کو قتل کروا دیا۔ سر ہیو روز (Sir Hugh Rose) وسط ہند میں بڑی بہادری اور شاندار کامیابی کے ساتھ جنگ کرتا رہا اور رانی جھانسی کو جس کے ساتھ تانتیا ٹوپی بھی مل گیا تھا شکست دی۔ اور جھانسی پر قبضہ کر لیا۔ تانتیا ٹوپی اب گوالیار کی طرف بڑھا۔ اور مہاراجہ کو جو اپنے قابل وزیر سر ڈنکر راؤ کی وجہ سے انگریزوں کا وفادار حلیف تھا بھگا دیا۔ تانتیا ٹوپی نے گوالیار پر قبضہ کر لیا۔ جہاں باغی فوجیں آکر اس سے مل گئیں۔ اور نانا صاحب کے پیشوا ہونے کا اعلان کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد رانی جھانسی بھی اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ گوالیار پہنچ گئی۔ سر ہیو روز گوالیار کی طرف بڑھا۔ اور سخت جنگ کے بعد گوالیار پر قبضہ کر لیا۔ اسی لڑائی میں رانی جھانسی مردانہ لباس میں بڑی بہادری سے اپنی
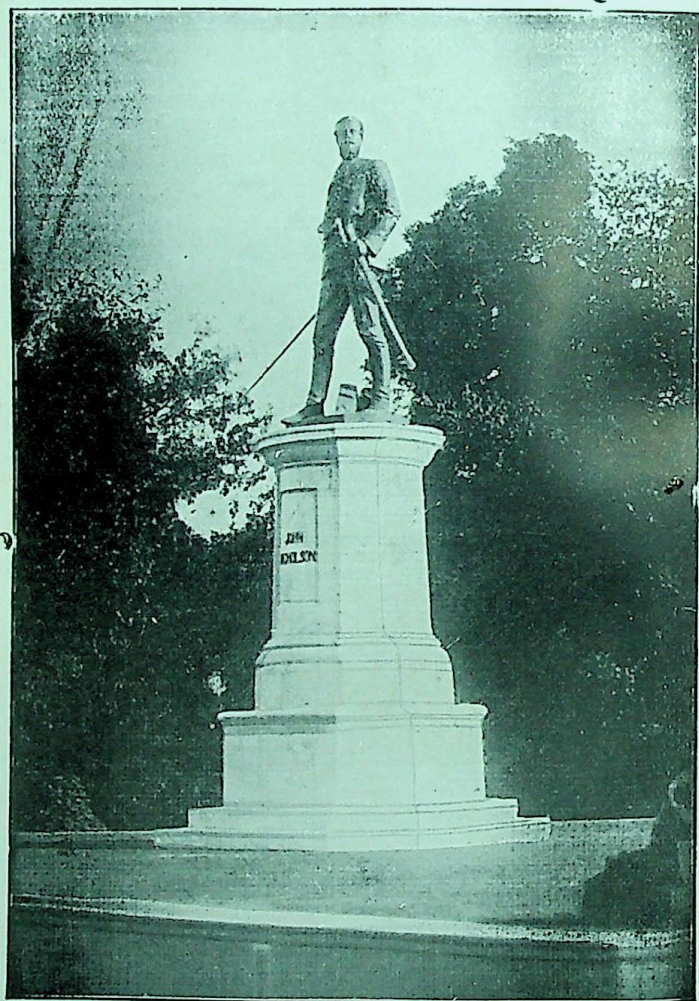
General Nicholson's Monument, Delhi

جنرل نکلسن کا بت دھلی
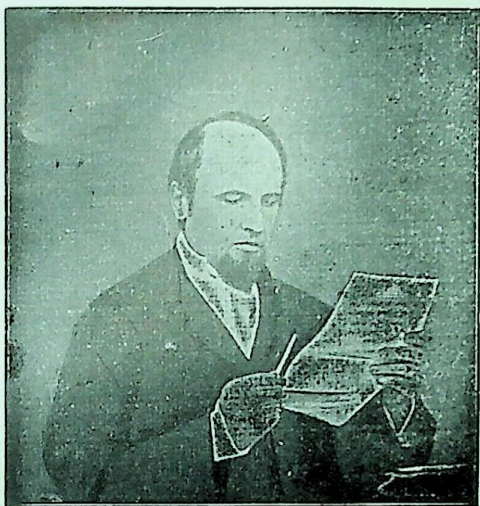
لارڈ کیننگ
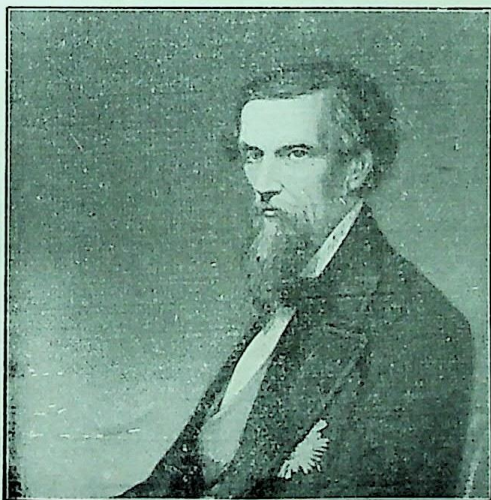
سر هنری لارنس

فوج کی سرداری کرتی ہوئی ماری گئی - تانتیا ٹوپی بھاگ نکلا - مگر کچھ عرصہ بعد اس کے ایک دغاباز ملازم نے اس کو انگریزوں کے حوالہ کردیا۔ ۱۸۵۹ء میں اس نے پھانسی پائی - نانا صاحب نیپال کے پہاڑوں کے دامن میں ترائی کے جنگلوں میں بھاگ گیا اور پھر اس کی کوئی خبر نہ ملی - وسط ہند اور بندھیل کھنڈ میں بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں - مگر سرہیو روز کی قابلیت کی وجہ سے یہ علاقے باغیوں سے بالکل صاف ہوگئے - گو بہت سے چھوٹے چھوٹے جھگڑے ملک کے دوسرے حصوں میں بھی ہوئے - مگر وہ خاص طور پر قابل ذکر نہیں ہیں +

ہندوستان کی وفادار فوجیں - علاقے اور حکمران

اس خوفناک طوفان کے زمانہ میں بمبئی - مدراس - ایسٹروے ستلج اور پنجاب کی فوجیں بالکل وفادار رہیں - اور ہم یقین کے ساتھ کہ سکتے ہیں کہ تمام بڑی بڑی ریاستوں کے حکمران وفادار رہے - گوالیار کے وزیر سر ڈنکر راؤ اور حیدرآباد کے وزیر سر سالار جنگ نے اپنے آقاؤں کو یہ ترغیب اور مشورہ دے کر کہ اس موقع پر حکومت انگریزی کا وفادار رہنا چاہئے سلطنت برطانیہ کی عظیم خدمات انجام دیں - نیپال کے وزیر اعظم شیر جنگ بہادر نے بھی انگریزوں کو قابل قدر مدد دی - اگرچہ سلگی ہوئی آگ کی چنگاریوں کو بجھانے میں کچھ وقت صرف ہوا - مگر یہ کہا جاسکتا ہے - کہ ۱۸۵۸ء کے آخر تک انگریزی اقتدار پھر قائم ہوگیا اور ۱۸۵۹ء تک تو رفتہ رفتہ ملک میں پوری طرح امن و امان ہوگیا +

حالات غدر پر اجمالی تبصرہ

اگرچہ اس وقت ملک میں انگریزی حکومت کے خلاف جگہ جگہ بے چینی

شک و شبہ اور بداعتمادی کا اظہار ہوتا تھا۔ تاہم یہ بغاوت زیادہ تر ایک فوجی بغاوت تھی۔ اس کی ناکامیابی کے خاص اسباب یہ تھے:۔

ا۔ یہ بغاوت قومی بغاوت نہ تھی۔ باغیوں میں اتفاق نہ تھا اور کوئی خاص اعلیٰ اور قابل سردار اس تحریک کا مددگار نہ تھا۔ بہت سے مختلف سردار اپنی اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے تھے جب بغاوت فرو ہوگئی۔ تو امن و امان قائم کرنے کا ضروری اور دشوار کام ہاتھ میں لیا گیا۔ انگلستان اور ہندوستان کی خوش قسمتی تھی۔ کہ یہ کام لارڈ کیننگ کے سپرد ہوا۔ کیونکہ اس کے لیئے اس سے بہتر کوئی اور آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ بغاوت کی دو سال مدت میں بڑے بڑے خونریز حادثات ہوئے تھے۔ جن کی وجہ سے باغیوں اور ان کے ہمدردوں کے خلاف ہر طرف سے پُرشور آوازیں بلند ہوئیں۔ اگر لارڈ کیننگ ان سے متاثر ہو جاتا تو ایک مرتبہ پھر خون کے دریا بہ نکلتے۔ لیکن وہ ایسے انصاف کا دلدادہ تھا۔ جو غیظ و غضب کے جذبات سے پاک ہو۔ ملکہ وکٹوریہ نے بھی جو اُس وقت انگلستان میں برسرِ حکومت تھی۔ اس بات پر زور دیا کہ انصاف کے ساتھ ساتھ رحم کا برتاؤ بھی ضرور کرنا چاہیئے۔ چنانچہ امن و امان قائم کرنے کا اہم کام کامیابی کے ساتھ انجام دیا گیا۔ ان تمام اشخاص کو جن کے ہاتھ قتل سے خون آلود نہ تھے۔ معافی دے دی گئی۔ اور عفو تقصیر اور رحم نے جہالت اور شک و شبہ کے بادل کو لوگوں کے دلوں سے بالکل ہٹا دیا۔ رحم اور معافی دینے کے اس جوش کی وجہ سے لارڈ کیننگ کے حاسدوں اور دشمنوں نے اس کو رحمدل کیننگ کا طنزیہ خطاب بھی دیا۔ لیکن اس نے اس جھوٹے الزام

اور بدنامی کا مطلق خیال نہ کیا - کیونکہ اس کا کام مصیبت زدہ اور باغی ملک میں امن قائم کرنا تھا - انتقام لینا نہیں تھا +

ہندوستان میں حکومت برطانیہ کا آغاز قانوناً

غدر ۱۸۵۷ء سے تاریخ ہند میں بالکل تبدیلی واقع ہوگئی - کیونکہ اب یہ بات ثابت ہو چکی تھی - کہ ہندوستان کی حکمرانی براہِ راست حکومت برطانیہ کے ماتحت ہونی چاہیئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کا بالکل خاتمہ کر دینا چاہیئے - انگریزوں کے ہندوستانی مقبوضات نے اب ایک عظیم الشان سلطنت کی شکل اختیار کر لی تھی - لہٰذا لازم تھا کہ اس کا بار ایسٹ انڈیا کمپنی کے سپرد نہیں کیا جائے - چنانچہ پارلیمنٹ کے ۱۸۵۸ء کے قانون کے بموجب ہندوستان کی حکومت تاج برطانیہ نے اپنے ہاتھ میں لے لی - بورڈ آف کنٹرول کے صدر کی جگہ وزیر ہند (سکرٹری آف سٹیٹس فار انڈیا) مقرر کیا گیا - اور اس کی مدد کے لئے پندرہ ممبروں کی ایک "انڈیا کونسل" بنائی گئی اور گورنر جنرل کو وائسرائے یعنی نائب شاہ کا خطاب دیا گیا +

ملکہ وکٹوریہ نے ہندوستان کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لینے کا اعلان نومبر ۱۸۵۸ء میں جاری کیا - یہ اعلان ہندوستانی آزادی کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے - ہم اس اعلان کا کچھ مفہوم ذیل میں درج کرتے ہیں :-

ہندوستان کے متعلق ملکہ وکٹوریہ کا اعلان

"ہم ان تمام عہدناموں کی جو ایسٹ انڈیا کمپنی اور والیان ہند کے مابین ہوئے تھے - تصدیق کرتے ہیں :-

"ہم سلطنت کی وسعت کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے"۔

"ہم والیان ہند کے حقوق اور احترام کا اسی قدر پاس و لحاظ رکھینگے جس قدر کہ اپنے حقوق اور عزت کا۔ نیز باشندگان ہند کے متعلق بھی ہم اپنے فرائض کی ایسی ہی پابندی کرینگے۔ جیسی کہ ہم اپنی دوسری رعایا کے متعلق کرتے ہیں"۔

"اگرچہ ہم کو عیسائی مذہب کی صداقت پر کلی یقین ہے۔ مگر ہم اپنی رعایا کو جبراً اپنا ہم خیال نہیں بنانا چاہتے اور یہ ہمارا شاہانہ حکم ہے۔ کہ مذہبی عقائد کی وجہ سے نہ کسی کے ساتھ کوئی خاص رعایت کی جائے اور نہ کسی کو اذیت دی جائے۔ بلکہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے۔ ہم اپنے ماتحتوں کو سخت تاکید کرتے ہیں کہ وہ ہماری رعایا کے طرز عبادت یا مذہب میں بالکل دخل انداز نہ ہوں۔ ورنہ یہ ہماری سخت ناخوشی کا موجب ہوگا"۔

"ہمارا حکم ہے کہ ہماری رعایا خواہ کسی فرقہ یا مذہبی عقیدہ کی ہو۔ ان تمام عہدوں پر آزادی کے ساتھ مامور کی جائے جس کی وہ اپنی قابلیت اور دیانتداری سے اہل ثابت ہو"۔

"ہماری طاقت کا بغاوت فرو کرنے میں کافی اظہار ہوگیا ہے۔ اب ہم اپنا دست ترحم ان سب کی طرف بڑھاتے ہیں۔ جو غدر کے زمانہ میں باغیوں کے بہکانے میں آگئے تھے۔ مگر اب پھر راہ راست پر آنا چاہتے ہیں"۔

خدا کے فضل سے جب ہندوستان میں امن قائم ہوجائیگا تو صدق دل سے ہماری یہ خواہش ہوگی۔ کہ ہندوستان میں صنعت و حرفت کی ترقی ہو۔ رفاہ عام کے کام اور دوسری

اصلاحات رائج کی جائیں - اور ہندوستان کے انتظام میں رعایا
کے مفاد کا خیال رکھا جائے - کیونکہ ان کی خوشحالی میں ہماری
طاقت - ان کی قناعت میں ہماری حفاظت اور ان کے شکریہ
میں ہمارا معاوضہ پوشیدہ ہے"

ہم دیکھ سکتے ہیں - کہ اس اعلان میں مذہبی آزادی - یکساں
برتاؤ - انصاف اور تجارتی ترقی کا خاص ذکر ہے - علاوہ ازیں
ان تمام اشخاص کو جنہوں نے خونریزی سے گریز کیا تھا - معافی
دی گئی - نیز اس اعلان کے رُو سے تمام سابقہ عہدنامے حقوق
اور خطابات تسلیم کر لئے گئے -

ہندوستان کے وائسرائے

پہلا وائسرائے لارڈ کیننگ

۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۲ء تک

دورِ مصالحت

غدر کے بعد ۱۸۵۸ء کے ایکٹ کے مطابق ہندوستان کا پہلا وائسرائے لارڈ کیننگ مقرر کیا گیا۔ اور نئے طرزِ حکومت کے جاری کرنے کا اہم کام بھی اسی کے سپرد ہؤا۔ کیننگ نے ۱۸۵۹ء کے اخیر میں ہندوستان کے چند بڑے بڑے مقامات میں دربار منعقد کئے اور ملکہ معظمہ کے فرمان کی تشریح کے علاوہ اعلان کیا کہ آئندہ رؤسائے ہند کو جانشینی کے لئے متبنّٰی بنانے کا حق حاصل ہوگا۔ دیسی ریاستوں کے الحاق کا طریقہ منسوخ کیا گیا۔ اس طرح دیسی ریاستوں کی ہستی مستقل طور پر برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ تمام رؤسائے ہند کو مسرت اور تسکین حاصل ہوئی۔ ان تمام ہندوستانی حکمرانوں کو جنہوں نے غدر کے وقت انگریزوں کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ جاگیریں و دیگر انعامات دیئے گئے۔ اور آئندہ رؤسائے ہند سرکار برطانیہ کے ارکان اعظم اور دوست سمجھے جانے لگے اور یہ قاعدہ ہوگیا کہ بیرونی تعلقات کے سوا ہر حکمران کو اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزادی ہوگی۔ آج تک یہی اصول قائم ہے۔ البتہ اگر کسی ریاست میں بد انتظامی اور بدامنی پھیل

جائے - توبحیثیت حکمران اعلےٰ سرکار انگریزی اس میں دخل انداز ہوسکتی ہے۔

ایام غدر میں ایک بڑی حد تک اودھ تعلقداری شورش کے بانی تھے - کیونکہ الحاق اودھ کے بعد کے نئے بندوبست کے دوران میں ان بہت سے تعلقداروں کو نقصان پہنچا تھا جو اپنے حقوق زمینداری ثابت نہ کرسکے تھے - اب ان کی خوشنودئ مزاج کے خیال سے ان کے مطالبات کا بڑا لحاظ کیا گیا - جس سے یہ لوگ سرکار کے بڑے خیرخواہ اور وفادار بن گئے۔

مالی معاملات

غدر کے بعد دو سال میں گورنمنٹ نے چالیس کروڑ روپیہ خرچ کیا - چنانچہ ملک بہت زیادہ مقروض ہوگیا - پس انگریز ماہرین اقتصادیات کے ذریعے مالی مشکلات کو حل کرنے کی کوششیں کی گئیں - ہر محکمے میں کفایت شعاری سے کام لیا گیا - انکم ٹیکس لگایا گیا - نمک کا محصول بڑھا دیا گیا اور مالی معاملات بہت کچھ درست ہوگئے۔

فوجی انتظام

محکمہ فوج کے مصارف میں بھی بہت سی تخفیف کی گئی - اور اس لئے فوجی نظام میں اصلاح کی گئی - چنانچہ کمپنی کی فوجیں اور شاہی فوجیں ملا دی گئیں - اس سے ان کا پرانا باہمی جھگڑا بالکل دور ہوگیا - اور قابلیت بڑھ گئی - یہ طے ہوگیا کہ سوائے بمبئی اور مدراس کے انگریزی فوج ہندوستانی فوج سے نصف رکھی جائے - نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۶۱ء میں ہندوستان میں ۷۶ ہزار انگریزی فوج اور قریب ایک لاکھ بیس ہزار دیسی سپاہی تھے - نئے انتظام کے روسے قریباً تمام توپخانوں کو گورہ سپاہیوں کے سپرد کیا گیا۔

ہندوستانی یونیورسٹیاں

سر چارلس ووڈ (Sir Charles Wood) کی ۱۸۵۴ء کی تعلیمی تجاویز کے مطابق تعلیم میں بڑی ترقی ہوئی۔ دیہات میں بہت سے سکول کھولے گئے اور ہندوستان کے تینوں احاطوں میں لنڈن کے نمونہ پر تین یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ جو اس وقت صرف امتحان لینے والی جماعتیں تھیں۔ اس کے بعد بہت سی اور یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ ہندوستانیوں کی تعلیم اور تہذیب و تمدن کو ترقی کے حق میں یہ بڑی کار آمد ثابت ہوئی ہیں ؛

انتظامی اصلاحات

کچھ عرصہ سے ہندوستانی قانون کی تدوین کا نہایت مفید کام بڑی تیزی سے کیا جا رہا تھا۔ مجموعہ تعزیراتِ ہند کی ترتیب کا مشکل کام مکالے (Macaulay) نے ۱۸۶۰ء میں تکمیل کو پہنچایا جس سے فوجداری کا قانون سارے ملک کے لئے یکساں ہوگیا۔ اور مختلف علاقوں میں جو اختلافات تھے دور ہوگئے۔ اگلے سال ہر ایک پریسیڈنسی میں ایک ایک ہائیکورٹ قائم کی گئی جس کی وجہ سے کمپنی اور تاج برطانیہ کی عدالتوں یعنی صدر عدالت اور سپریم کورٹ کے تنازعات موقوف ہوگئے۔ ۱۸۵۹ء میں بنگال کا قانون لگان منظور ہوا۔ جس سے کاشتکاروں کو زمینداروں کے مظالم سے نجات مل گئی۔ لارڈ کارنوالس کے دائمی بندوبست نے غریب رعایا کو بڑی مصیبت میں ڈال دیا تھا۔ اب اس قانون کی رُو سے نہ تو زمیندار کاشتکار کو بے دخل کر سکتے تھے۔ اور نہ لگان میں اضافہ کر سکتے تھے ؛

سترھواں باب

لارڈ ایلگن۔ لارڈ لارنس و لارڈ میو

۱۸۶۲ء سے ۱۹۶۳ء تک

لارڈ ایلگن
۱۸۶۲ء سے ۱۸۶۳ء تک

لارڈ کیننگ نے ایامِ غدر کے نہایت نازک وقت میں سخت محنت کی تھی۔ چنانچہ سخت درماندہ ہو کر تھک کر وہ مارچ ۱۸۶۲ء میں استعفا دے کر واپس چلا گیا اور پھر تین ماہ بعد فوت ہوا اور برطانیہ نے اس کی یہاں تک عزت افزائی کی کہ اسے ویسٹ منسٹر ایبے میں دفن کیا۔ جہاں صرف مشہور ترین لوگوں اور بادشاہوں کو مرنے کے بعد جگہ ملتی ہے۔ اس کے بعد لارڈ ایلگن ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہؤا۔ اس سے پہلے وہ جمیکا اور کینیڈا کا گورنر جنرل رہ چکا تھا۔ اور اس لئے انتظامی تجربہ خوب رکھتا تھا۔ اور چین کی سفارت سے ابھی ابھی واپس آیا تھا۔ ایسے تجربہ کار۔ قابل اور مشہور وائسرائے سے بڑی امید کی جاتی تھی۔ مگر وہ نومبر ۱۸۶۳ء میں فوت ہو گیا۔ اس کے مختصر عہد حکومت میں مسلمانوں کے ایک شدید مذہب پرست فرقے یعنی وہابیوں نے جو شمالی مغربی سرحد پر

رہتے تھے۔ بغاوت کی۔ جو فرو کر دی گئی ٭

تیسرا وائسرائے لارڈ لارنس

۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۹ء تک

اب مدراس کا گورنر سر ولیم ڈینیسن (Sir William Denison) قائم مقام وائسرائے مقرر ہؤا۔ سرحدی جھگڑوں سے ایک خوفناک بغاوت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس لئے لازم تھا کہ کوئی ارادے کا پکا اور سرحدی معاملات کا تجربہ رکھنے والا شخص گورنر جنرل بنایا جائے اگرچہ مقررہ قاعدہ تو یہ تھا کہ ہندوستان کا کوئی سول ملازم اس عہدے پر مامور نہ کیا جائے۔ مگر اس وقت یہ قاعدہ توڑا گیا اور سر جان لارنس گورنر جنرل بنایا گیا۔ اس نے پنجاب میں بحیثیت چیف کمشنر حیرت انگیز کام انجام دئے تھے۔ اور غدر کے خوفناک ایام میں شاندار جرأت اور بہادری کا ثبوت دے کر "محافظ ہند" کا لقب حاصل کر لیا تھا۔ مگر وائسرائے ہند کی حیثیت میں اُسے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ وجہ یہ کہ گو وہ ایک صاحب عزم۔ قابل اور جفاکش حاکم تھا۔ مگر حد سے زیادہ خود رائے اور سادہ مزاج تھا۔ اور تمام نمائشی امور سے نفرت کرتا تھا۔ حالانکہ مشرقی ممالک میں ایک نائب شہنشاہ کے لئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ وہ دوسرے کے دلوں کو مٹھی میں لانے اور خیالات کی دنیا میں جا کر نئی نئی باتیں پیدا کرنے کی قوت بھی نہ رکھتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ایک نائب شاہ کے لئے یہ خصوصیتیں بھی ضروری ہیں۔ البتہ وہ امن و امان کفایت شعاری۔ اصلاحات اور کاشتکاروں کے مفاد کا بڑا حامی تھا۔ کیونکہ یہ لوگ باشندگان ہند کا اہم ترین عنصر ہیں ٭

جنگ بھوٹان
۱۸۶۴ء

بنگال کی شمالی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست بھوٹان ہے۔ اس کا راجہ تھوڑے عرصہ سے دوار پر حملے کرنے لگا تھا۔ وہ انگریزی سفیر کو اغوا کر لے گیا اور اسے مجبور کر کے ایک ہتک آمیز عہد نامہ پر دستخط کرا لئے۔ پس اہل بھوٹان کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا مختصر سی جنگ کے بعد بھوٹان نے اطاعت قبول کی اور اٹھارہ دوار انگریزوں کے حوالہ کئے۔ جن میں آج کل زیادہ تر چائے کی کاشت ہوتی ہے۔

معاملاتِ افغانستان

لارڈ لارنس اپنی خارجی پالیسی کے لئے مشہور ہے۔ جو اس امر پر مشتمل تھی۔ کہ بیرونِ ہند کی کسی طاقت کے اندرونی معاملات بلکہ فسادات میں بھی حکومتِ ہند کو دخل نہ دینا چاہیئے۔ گویا عدم مداخلت اور دوستانہ غیر جانبداری پر کاربند ہونا لازم ہے۔ اس نے خاص طور پر افغانستان کے معاملہ میں اسی پالیسی پر عمل کیا۔ امیر دوست محمد بوڑھا ہو کر ۱۸۶۳ء میں مر گیا۔ اب اس کے بیٹوں میں تخت کے لئے جھگڑا شروع ہوا۔ اور انجام کار ۱۸۶۸ء میں شیر علی جو دوست محمد کا منظورِ نظر بیٹا تھا۔ امیر بنا۔ اس خانہ جنگی کے دوران میں امیر شیر علی نے دیگر دعوے داروں کے خلاف انگریزوں سے مدد مانگی تھی۔ لیکن لارڈ لارنس نے ان کے خانگی جھگڑوں میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور صاف کہ دیا کہ جو شخص اپنی جرأت اور قابلیت سے امیر کابل بن جائیگا۔ برطانوی حکومت اسی کو امیر تسلیم کرے گی۔ یہ طریق کار انگریزوں کے لئے حقیقت میں پُر امن اور سلامتی پر مبنی تھا۔ مگر امیر شیر علی نے اِسے

انگریزوں کی بے مروتی اور خود غرضی قرار دیا۔ اور ناراض ہو کر کہا کہ ایسے لوگوں کی دوستی کا کیا اعتبار جو آج ایک اور کل کسی دوسرے کی حکومت تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بہرحال عدم مداخلت کی اس حکمتِ عملی سے شمال مغربی سرحد کے آئندہ فسادات دور نہ ہوئے بلکہ دربار کابل میں روس والوں کو سازشیں کرنے کا موقع اچھی طرح ملنے لگا۔

اڑیسہ کا قحط
١٨٦٦ء

١٨٦٦ء میں اڑیسہ میں ایک تباہ کن قحط نمودار ہوا۔ اور تقریباً دس لاکھ آدمی بھوکوں مر گئے عمدہ بندرگاہوں۔ ریلوے اور پختہ سڑکوں کے نہ ہونے سے اڑیسہ بالکل برباد ہو گیا۔ کیونکہ قحط زدہ علاقہ میں رسد وغیرہ پہنچانا سخت مشکل تھا۔ قحط کے بعد سیلاب آیا اور جو لوگ ایک مصیبت سے زندہ بچے تھے۔ دوسری آفت کی نذر ہو گئے بنگال گورنمنٹ وقت پر مدد نہ پہنچا سکی۔ اس لئے بہت سی جانوں کا نقصان ہوا۔ گورنمنٹ نے اس افسوسناک حادثہ کے بعد تمام ملک میں ذرائع آمد و رفت کی توسیع کا کام اختیار کیا۔ جابجا سڑکیں ریلوے اور نہریں بنائی جانے لگیں۔ چنانچہ آئندہ قحط کا زور ٹوٹ گیا۔

قانون لگان
١٨٦٨ء

لارڈ لارنس نے کاشتکاروں کی بہتری اور ترقی کے خیال سے پنجاب اور اودھ کے لئے ١٨٦٨ء میں قانونِ لگان منظور کیا۔ جس سے وہاں کے کاشتکاروں کو بھی زمینداروں کے ظلم و ستم سے پناہ مل گئی۔ لارڈ لارنس جنوری ١٨٦٩ء میں واپس چلا گیا۔
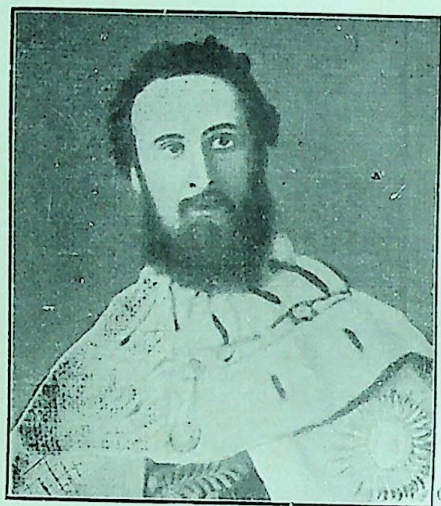
لارڈ لٹن

لارڈ رپن
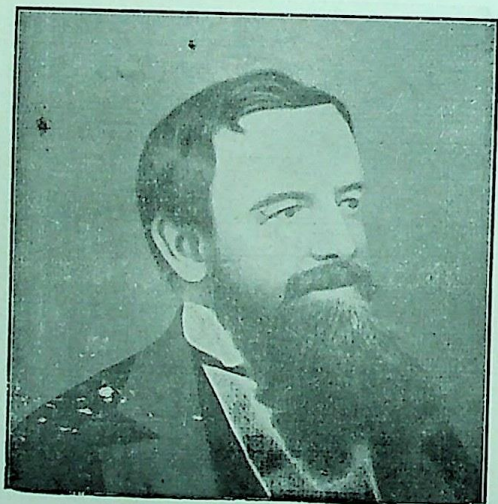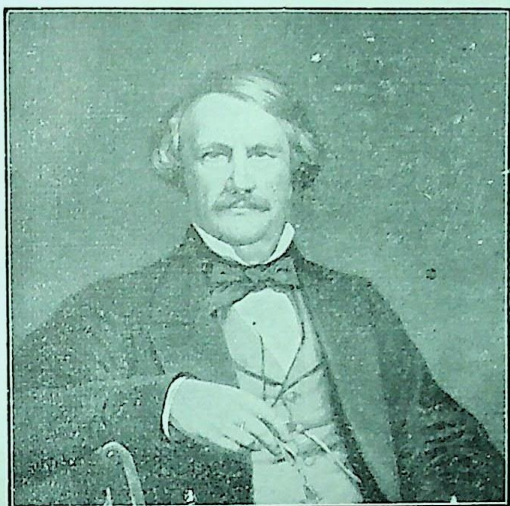
لارڈ لارنس

لارڈ میو

لارڈ میو
۱۸۶۹ء سے ۱۸۷۲ء تک

اب لارڈ میئو وائسرائے مقرر ہوا۔ وہ اپنے پیش رو سے قطعاً مختلف تھا۔ جہاں لارڈ لارنس بالکل روکھا پھیکا۔ سادہ تھا۔ اور دوسروں کو اپنی جانب کھینچنے کا جوہر نہ رکھتا تھا۔ وہاں آئرلینڈ کا سپوت بلند قامت اور وجیہ لارڈ میئو ان تمام خصوصیتوں کا مالک تھا۔ جو ہندوستان کے وائسرائے کے لئے ضروری ہیں۔ دوسروں سے مروت کا برتاؤ اور تہذیب اطوار اس کے خاص امتیاز تھے ؛

دربار انبالہ
۱۸۶۹ء

لارڈ میئو نے امیر شیر علی سے ملاقات کرنے کے لئے انبالہ میں ایک بڑا شاندار دربار منعقد کیا۔ معزز شاہی مہمان کی پُر تکلّف مہماں نوازی کی اور اپنے حُسنِ اخلاق کی بدولت اس کے دل میں گھر کر لیا۔ امیر وائسرائے سے بہت خوش ہوا۔ اور دونو کے درمیان ذاتی دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ مگر اس ملاقات سے کوئی ملکی معاملہ طے نہ ہوا۔ کیونکہ وائسرائے باہمی صلحنامہ کے لئے امیر کی سخت شرائط منظور کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ پس لارڈ میئو نے بھی لارنس کی طرح عدم مداخلت کی پالیسی پر عمل کیا۔ کیونکہ وہ امیر کی تجاویز کو منظور کر کے انگریزی طاقت اور رعب کو ایک غیر مستقل مشرقی حکومت کی قسمت کے ساتھ وابستہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گو امیر شیر علی وائسرائے کی ذاتی خوش خلقی سے مسخر ہو گیا تھا۔ مگر حکومت ہند سے ناراض ہو کر چلا گیا ؛

مالی اصلاحات

لارڈ میئو جب ہندوستان آیا۔ تو ملک کی مالی حالت بہت ابتر تھی۔ گذشتہ چار پانچ سال سے آمدنی کے مقابلہ میں مصارف زیادہ ہو رہے تھے۔ اُس نے اس خرابی کو دُور کرنے کے لئے دو انگریز ماہرین مالیات سے مشورہ کیا

اور خاص اصلاحی تجاویز کو لباسِ عمل پہنایا۔ چنانچہ انکم ٹیکس اور محصول نمک میں اضافہ کیا۔ پھر مالی نقائص کی اصل وجہ کی بیخ کنی کی راہ نکالی یعنی مرکزی حکومت اور صوبوں کی حکومتوں کے مابین جو روپے کے بانٹنے دینے اور خرچ کرنے کا طریق تھا۔ اس کی اصلاح کی۔ چنانچہ حکومت ہند خاص خاص علاقوں کا زر لگان اور دیگر ذرائع آمدنی میں سے کچھ حصے صوبوں کی حکومتوں کے لئے مقرر کر دیئے اور اپنا روپیہ خرچ کرنے کے لئے ان کو پوری آزادی دی گئی۔ اس طریقہ سے بہت فائدہ ہوا۔ صوبوں کی حکومتوں کی فضول خرچی کا سدِّ باب ہو گیا۔ اور کفایت شعاری کی رسم پڑ گئی۔ اور اب آمدنی میں بجائے کمی ہونے کے بچت ہونے لگی۔

تعلیم اور رفاہِ عام کے کام

لارڈ میو نے والیان و رؤسائے ہند کے بچوں کی تعلیم کے لئے اجمیر میں مشہور میو کالج کی بنیاد ڈالی۔ اس کے عہد میں سڑکوں، ریلوں اور نہروں میں بھی بڑا اضافہ ہوا۔ محکمۂ زراعت اور محکمۂ تجارت قائم کئے گئے۔ ۱۸۶۹ء میں ملکہ وکٹوریہ کے فرزند دوم ڈیوک آف اڈنبرا (Duke of Edinburgh) ہندوستان تشریف لائے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ برطانیہ کے شاہی خاندان کا ایک ممبر ہندوستان آیا۔ ڈیوک کی خوش آمدید میں ہر جگہ شاندار استقبالی جلسے منعقد کئے گئے۔ اس واقعہ سے تاج برطانیہ اور رعایائے ہند کے درمیان تعلقات پہلے سے بڑھ کر مستحکم ہو گئے۔

لارڈ میو کا قتل
جنوری ۱۸۷۲ء

لارڈ میو کو جیل کے انتظامات سے بہت دلچسپی تھی۔ ایک مرتبہ وہ جزائر انڈمان میں جہاں حبس دوام کے مجرم رکھے جاتے تھے گیا۔

تاکہ وہاں کے حالات میں کچھ اصلاحات کرے۔ ۸ فروری ۱۸۷۲ء کو پورٹ بلیر میں جھوٹے ٹیپٹے کے وقت جب وہ اپنی کشتی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ ایک افغان مجرم نے جو عرصہ سے وہاں محبوس تھا۔ اور جس نے اس بات کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ کہ کسی بڑے انگریز افسر کو قتل کریگا۔ پیچھے سے حملہ کرکے اس کی پیٹھ میں خنجر مارکر اسے ہلاک کرڈالا۔ اس افسوسناک سانحہ سے انگلستان اور ہندوستان میں کہرام مچ گیا۔ کیونکہ لوگوں کو میو سے بہت الفت تھی ؞

لارڈ میو کی ناگہانی موت کے بعد مدراس کے گورنر نے عارضی طور پر وائسرائے کی خدمات انجام دیں ؞

اٹھارھواں باب

لارڈ نارتھ بروک و لارڈ لٹن

سنہ ۱۸۷۲ء سے سنہ ۱۸۸۰ء تک

لارڈ نارتھ بروک
سنہ ۱۸۷۲ء سے سنہ ۱۸۷۶ء تک

لارڈ نارتھ بروک مئی سنہ ۱۸۷۲ء میں ہندوستان کا وائسرائے ہوا۔ اگرچہ وہ بڑا قابل اور باخبر مدبر تھا۔ مگر لارڈ میو جیسی طلسمی کشش موجود نہ رکھتا تھا۔ وہ بظاہر ایک مرنجاں مرنج انسان تھا۔ اس کے عہد میں خاص طور پر قابل ذکر واقعات ظہور پذیر نہیں ہوئے ؎

افغانستان کے متعلق حکمت عملی

اس وقت روس سرعت کے ساتھ وسط ایشیا میں پیشقدمی کر رہا تھا۔ اور افغانستان کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ روس کی ان فتوحات سے برٹش گورنمنٹ اور امیر شیر علی دونوں خوفزدہ ہو گئے۔ شیر علی چاہتا تھا۔ کہ وہ انگریزوں کے ساتھ سمجھوتہ کرے۔ تاکہ روسی حملے کا خطرہ جاتا رہے۔ لیکن لارڈ نارتھ بروک نے اس معاملہ میں امیر کی حوصلہ افزائی نہ کی۔ چنانچہ وہ انگریزوں سے ناراض ہو کر روسیوں سے مل گیا۔ اس سے امیر اور حکومت ہند دونوں کو نقصان پہنچا ؎

بہار میں قحط
۱۸۷۳-۷۴ء

خشک سالی کے سبب ۱۸۷۳ء اور ۱۸۷۴ء میں بہار اور بنگال کے کچھ حصّے میں سخت قحط پڑا۔ لیکن گورنمنٹ نے ۱۸۶۵ء کے قحط سے ایسا سبق سیکھا تھا کہ کوئی غفلت روا نہ رکھی۔ قحط زدہ علاقہ کو امداد پہنچانے کے لئے سات کروڑ روپیہ خرچ کیا۔ اور پریشان حال باشندوں کو اس مصیبت سے نجات دی*

پرنس آف ویلز کی آمد
۱۸۷۵-۷۶ء

پرنس آف ویلز جو بعد میں شاہ ایڈورڈ ہفتم کہلائے ۱۸۷۵-۷۶ء کے موسم سرما میں ہندوستان تشریف لائے۔ اس موقع پر رعایائے ہند۔ والیان ریاست اور رئیسوں نے تاج برطانیہ کے ساتھ جس جوش محبت۔ عقیدت اور وفاداری کا اظہار کیا۔ اس کی مثال ملنا بہت دشوار ہے*

گائکوار کی معزولی

ملہار راؤ گائکوار نے ۱۸۷۴ء میں برطانوی رزیڈنٹ کو زہر دینے کی کوشش کی اس واقعہ کی تفتیش کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا گیا۔ جس نے راجہ کو مجرم قرار دیا۔ انجام کار اسے مجرمانہ طرز عمل۔ بدنظمی اور نا اہلیت کے جرم میں ۱۸۷۵ء میں معزول کر دیا گیا۔ اور ایک لڑکا سیاجی راؤ نامی جو گائکوار کا دور کا رشتہ دار تھا اور بہت معمولی حیثیت میں تھا۔ مہاراجہ بڑودہ بنایا گیا۔ سیاجی راؤ کی تعلیم بڑی عمدگی سے ہوئی۔ اور اس کی نابالغی کے زمانہ میں حکومت کا کام مشہور مرہٹہ مدبر سرٹی مادھو راؤ نے انجام دیا۔ وہی لڑکا سیاجی راؤ آجکل بڑودہ کا مہاراجہ ہے۔ اس کی قابلیت اور حسن انتظام کی وجہ سے ریاست بڑودہ ہندوستان کی ترقی یافتہ

ریاستوں میں شمار کی جاتی ہے۔

لارڈ نارتھ بروک کا استعفا — ۱۸۷۶ء میں لارڈ نارتھ بروک نے استعفا دیدیا۔ کیونکہ اسے افغانستان کے متعلق حکومت برطانیہ کی پالیسی اور بعض دوسرے امور میں بھی قدامت پسندوں (Conservatives) کی حکومت کی حکمتِ عملی سے اتفاق نہ تھا۔

لارڈ لٹن

۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۰ء تک

افغانستان کا معاملہ — ۱۸۷۴ء میں جب قدامت پسندوں کا رہنما ڈزریلی انگلستان کا وزیر اعظم مقرر ہوا۔ تو روسی مسئلہ کے حل کرنے کا طریق بالکل بدل گیا۔ اس وقت تک حکومت برطانیہ کی یہ حکمت عملی تھی کہ افغانستان کے معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ بلکہ روس کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کے لئے اس کو قطعی آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اب دوسری یعنی (مستعمرانہ پالیسی) پر عمل ہونے لگا۔ ایشیا میں روس کا طرز عمل انگریزوں کی فوقیت کے حق میں خطرناک اور ناقابلِ اعتماد سمجھا جانے لگا۔ پس دربار کابل میں روسی اقتدار کا خاتمہ کرنے کے لئے امیر شیر علی سے کہا گیا کہ وہ کابل میں برطانوی سفیر متعین کرنے کی اجازت دے۔ مگر افغان اپنے دارالسلطنت میں انگریز ریذیڈنٹ کا وجود گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ بلکہ ایسے تقرر کو نہ صرف شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بلکہ کسی آنے والی مصیبت کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ اس وقت دانشمندی اسی میں

تھی۔ کہ انگلستان کے مدبر سیاسی حکمت و تدبیر سے کام لیتے اور حکومت روس پر زور دیتے کہ وہ امیر افغانستان کے علاقہ میں خلل انداز نہ ہو۔ مگر وزیر ہند لارڈ سالسبری (Salisbury) نے اس کے خلاف فیصلہ کیا اور لارڈ نارتھ بروک کو ہدایت کی کہ وہ کسی نہ کسی بہانہ سے کابل کو ایک سفارت روانہ کرے۔ چونکہ لارڈ نارتھ بروک اس پالیسی کے خلاف تھا۔ اس لئے اُس نے کچھ اس سبب سے اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر استعفا دے دیا ؛

لارڈ نارتھ بروک کے بعد لارڈ لٹن وائسرائے مقرر ہوا جو مشہور و معروف ناولسٹ لٹن کا لڑکا تھا۔ نیا وائسرائے ایک زبردست صاحب قلم۔ عمدہ شاعر اور اچھا مقرر تھا۔ لیکن انتظامی معاملات کا اسے کوئی تجربہ نہ تھا۔ وہ افغانستان کے متعلق برطانیہ کی نئی حکمت عملی پر عمل کرنے اور افغانستان کی راہ سے ہندوستان پر روس کے حملے کا خطرہ دور کرنے کے لئے وائسرائے بنایا گیا۔ اس کو یہ ہدایت بھی دی گئی کہ افغانوں کو غضبناک ہونے کا موقع نہ دے اور اس لئے امیر شیر علی کی تمام سابقہ شرائط کو جو پہلے عدم مداخلت کی پالیسی کی وجہ سے نامنظور کر دی گئی۔ منظور کرے۔ لیکن یہ خاص شرط ضرور لگا لے کہ امیر شیر علی کابل میں برطانی سفیر رکھے چنانچہ سلسلۂ گفت و شنید شروع ہوا۔ لیکن امیر نے اپنے دارالسلطنت میں برطانی سفیر کا تقرر منظور نہ کیا۔ حالانکہ امیر کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ اگر وہ کابل میں برطانی سفیر رکھنے پر تیار نہ ہوگا۔ تو اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ وہ انگریزوں کا دوست نہیں ہے ؛

اس کے بعد جب ۱۸۷۶ء کے آخر میں خان قلات کے ساتھ عہدنامہ کے بموجب انگریزوں نے کوئٹہ پر قبضہ کر لیا تو امیر کو سخت طیش آیا۔ کیونکہ وہ جنگی نقطۂ نظر سے ایسے اہم مقام پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانے کی اہمیت کو خوب سمجھتا تھا۔ کوئٹہ ایک ایسا مقام ہے۔ جہاں سے قندھار کو راستہ جاتا ہے۔ اور وہ درۂ بولان کی نگرانی کرتا ہے۔ امیر نے خیال کیا کہ انگریزوں کا کوئٹہ پر قبضہ کرنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ قندھار کی طرف بڑھیں +

افغانوں کی دوسری جنگ
۱۸۷۸ء سے ۱۸۷۹ء تک

انگریزوں سے متنفر ہو کر امیر نے اب روس کی جانب رُخ کیا اور علانیہ روسی سفیر اپنے دربار میں بلا لیا۔ اس پر لٹن نے زور دیا کہ امیر انگریزی سفیر کو بھی اپنے دربار میں بلائے۔ شیر علی نے پھر انکار کر دیا۔ اور انگریزی سفیر سر نیول چیمبرلین (Sir N. Chamberlain) کو درۂ خیبر میں علی مسجد کے قلعہ سے گذرنے کی ممانعت کر دی۔ اس پر لٹن نے افغانستان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ تین انگریزی فوجیں درۂ خیبر۔ کرم اور بولان کے راستے افغانستان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئیں اور جلال آباد اور قندھار پر قبضہ کر لیا +

شیر علی کو روس سے کوئی مدد نہ ملی اور وہ روسی ترکستان کو بھاگ گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد وہاں مر گیا۔ ۱۸۷۹ء میں گنڈمک کے عہدنامہ کے رُو سے شیر علی کا بیٹا یعقوب خاں تخت نشین کیا گیا۔ اس نے برطانی سفیر کابل میں رکھنا منظور کر لیا۔ اور کرم پشین اور سیبی کے اضلاع انگریزوں کے حوالہ کر دئے۔ نیز اس نے اپنے بیرونی معاملات میں انگریزوں کے ماتحت ہونا

بھی منظور کر لیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد پھر جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ اور وہی پہلی جنگ کی سی کیفیت دُہرائی جانے لگی افغانوں نے برطانی سفیر سر لوئیس کیوگری (Sir Louis Covgiri) اور اس کے تمام ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور تمام افغانستان انگریزوں کے خلاف کھڑا ہو گیا۔ لڑائی دوبارہ شروع ہو گئی۔ جنرل رابرٹس نے کابل پر حملہ کیا اور معمولی سے مقابلہ کے بعد اسے فتح کر لیا اور جنرل سٹورٹ (Gen. Stewart) نے قندھار پر پھر قبضہ کر لیا۔ یعقوب خاں نے اپنے آپ کو انگریزوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ اب وہ شاہی قیدی بنا کر ہندوستان بھیج دیا گیا۔ اس موقع پر یعنی اپریل ۱۸۸۰ء میں لارڈ لٹن نے استعفا دے دیا۔ کیونکہ گلیڈ اسٹون اس وقت انگلستان کا وزیر اعظم ہو گیا تھا۔ اور وہ ڈزریلی کی افغانی پالیسی کے سراسر خلاف تھا ؀

اگرچہ جنگ افغانستان کے باقی واقعات لارڈ لٹن کے بعد لارڈ رپن کے زمانہ میں ہوئے۔ لیکن سلسلۂ بیان قائم رکھنے کے لئے ہم ان کو بھی یہیں درج کرتے ہیں ؀

کابل اور قندھار پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا لیکن افغانستان میں بدامنی پھیل گئی اور ملک میں نام کو بھی حکومت نہ رہی۔ رابرٹس نے بڑی مشکل سے کابل پر قبضہ قائم رکھا۔ شیر علی کے ایک فرزند ایوب خاں نے جو ہرات کا گورنر تھا۔ انگریزی فوج کو سخت شکست دی اور شکست خوردہ فوج کا قندھار میں محاصرہ کر لیا۔ اس وقت رابرٹس نے کابل اور قندھار کے درمیان کا راستہ ۲۲ دن میں طے کیا اور ایوب خاں کو شکست فاش دی۔ اس شاندار فتح نے جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ اور تھوڑے عرصہ بعد امن قائم ہو گیا۔

مگر سرکار انگریزی بھی اس گورکھ دھندے سے نکلنا چاہتی تھی۔ چنانچہ شیر علی کا ایک بھتیجا عبد الرحمٰن امیر بنایا گیا اور حکومتِ برطانیہ کی نئی پالیسی کے مطابق انگریزوں نے ۱۸۸۱ء میں افغانستان کو خالی کر دیا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ایوب خاں نے بغاوت کی۔ مگر امیر عبد الرحمٰن خاں نے اس کو شکست دی اور وہ فارس کو بھاگ گیا۔ اس کے بعد امیر عبد الرحمٰن خاں نے اپنی سلطنت کو مضبوط کیا اور نہایت قابلیت اور بہادری سے حکومت کرنے لگا۔ اور حکومتِ برطانیہ کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات قائم رہے ⁘

مؤرخ لارڈ لٹن کی افغانی پالیسی پر اعتراض کرتے ہیں مگر دراصل اس کی تمام ذمہ واری وزیری اور لارڈ سالسبری کے اوپر تھی۔ بہرحال کوئٹہ پر قبضہ ہو جانے سے حکومتِ برطانیہ کو بڑا فائدہ ہوا ⁘

شاہی خطاب کا قانون
۱۸۷۷ء

لارڈ نارتھ بروک نے تجویز پیش کی تھی کہ ملکہ معظمہ کو قیصرۂ ہند کا خطاب اختیار کر لینا چاہیئے۔ اب حکومتِ برطانیہ نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ اور یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو لارڈ لٹن نے دہلی میں ایک نہایت شاندار دربار منعقد کیا۔ جس میں ہندوستانی شرفا۔ رؤسا اور والیانِ ریاست کی ایک بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اور ملکہ وکٹوریہ کے قیصرۂ ہند ہونے کا اعلان کیا گیا ⁘

قحط
۱۸۷۶ء سے ۱۸۷۸ء تک

عین اس وقت جب کہ اس شاندار دربار کا جلوس دہلی میں منعقد کیا جا رہا تھا۔ دکن بمبئی اور مدراس کے علاقہ میں قحط تباہی پھیلا رہا تھا۔ اور اس کے اثرات وسط ہند۔ صُوبۂ ممالکِ متحدہ آگرہ و اودھ اور پنجاب تک پھیل گئے تھے۔ قحط متواتر دو سال تک جاری رہا۔ اور باوجودیکہ حکومت نے ہر قسم کی امداد پہنچائی اور کثیر روپیہ خرچ کیا۔ مگر پچاس لاکھ جانیں اس قحط کی نذر ہو گئیں ‌‌*

لارڈ لٹن نے ایک قحط کمیشن مقرر کیا۔ جس نے بڑی تحقیقات کے بعد قحط کے انسداد کے لئے خاص خاص اصول بنائے۔ جو آئندہ قحطوں میں بہت مفید ثابت ہوئے ان اصولوں کی کامیابی کا زیادہ تر دارومدار لارڈ لٹن کی کوششوں پر ہے ‌*

لارڈ لٹن نے دیگر محکموں میں بھی اصلاحات کیں۔ اس نے جہاں تک ہو سکا کوشش کی کہ ہندوستان میں آزاد تجارت قائم ہو صوبجاتی طرز حکومت کو کامیابی ہو۔ اور نمک کا محصول سب جگہ یکساں ہو جائے ‌*

ورنیکیولر پریس ایکٹ
۱۸۷۸ء

اس وقت انگلینڈ کی روس اور ٹرکی کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی اور ہندوستان کی دیسی زبانوں کے اخباروں نے برٹش گورنمنٹ کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی اور اپنی تحریروں سے بغاوت و بدامنی پھیلانی چاہی لارڈ لٹن نے ان کے اس جوش کو پامال کرنا نہایت ضروری

خیال کیا - چنانچہ اس نے ایک پریس ایکٹ نافذ کیا - جس کے رو سے ورنیکولر اخباروں کے تمام ایڈیٹروں کو نقد روپے کی شکل میں دینی پڑی - اور ان کے جملہ مضامین شائع ہونے سے پہلے گورمنٹ کے محاسب یعنی سینسر (Censor) کے سامنے منظوری کے لئے پیش ہوتے تھے - اس سے ہندوستانیوں میں ناراضی کا ایک طوفان برپا ہو گیا - اور وہ سخت برہم ہوئے - کیونکہ اس سے نہ صرف پریس کی آزادی پامال کی گئی - بلکہ انگریزی اور ورنیکولر پریس کے درمیان تفریق پیدا کر دی گئی تھی اس ایکٹ کو ۴ سال بعد لارڈ رپن نے منسوخ کر دیا +

اُنیسواں باب

لارڈ رپن - لارڈ ڈفرن

۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۸ء تک

لارڈ لٹن کے بعد لارڈ رپن وائسرائے مقرر ہوا - وہ نہایت فیاض طبع انسان تھا - لڑائی جھگڑوں سے بہت نفرت اور امن وامان پسند کرتا تھا - جنگِ افغانستان جو اس کے آنے سے پہلے ہی جاری تھی - اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے اسے البتہ لڑائیاں لڑنی پڑیں - ورنہ اپنا سارا عہدِ حکومت ملکی اور مجلسی اصلاحات اور رعایا کی بہتری کے معاملات میں صرف کر دیا - چونکہ لارڈ رپن انگلستان کے لبرل فریق کا ایک سربرآوردہ رکن تھا - اس لئے وہ ہندوستانیوں کی جائز خواہشات کے ساتھ ہمدردی کرتا تھا - جو اب مغربی تعلیم اور تہذیب سے متاثر ہو کر اپنے ملک کے انتظام میں کچھ حصہ مانگنے لگے تھے - ۱۸۸۲ء میں لارڈ رپن نے ورنیکولر پریس ایکٹ منسوخ کر دیا - جس پر گذشتہ چار سال میں بہت اعتراضات کئے گئے تھے +

حکومتِ خود اختیاری
۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۵ء تک

۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۵ء کے زمانہ میں حکومتِ خود اختیاری (لوکل سیلف گورنمنٹ) کے متعلق کئی قانون

منظور ہوئے۔ جن کے رو سے میونسپل کمیٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ قائم کئے گئے اور ہندوستانیوں کو اپنے مقامی (لوکل) معاملات کے انتظام کا موقع دیا گیا +

لارڈ رپن کو یقین تھا کہ ان قوانین کے ذریعہ سے ہندوستانی تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے معاملات کا انتظام کرنے کے قابل ہو سکینگے۔ اس طرح رپن نے ہندوستانیوں کے دل مٹھی میں لے لئے اور وہ اس کی اس طرح عزت کرنے لگے کہ پہلے کسی گورنر جنرل کو نصیب نہ ہوئی تھی +

دوسری اصلاحات

لارڈ رپن نے سر ولیم ہنٹر (Sir William Hunter) کی صدارت میں ایک تعلیمی کمیشن مقرر کیا۔ جس نے سر چارلس ووڈ کی ۱۸۵۴ء کی تجاویز پر غور کیا۔ چنانچہ تحقیقات کے بعد ابتدائی اور ثانوی مدارس کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ اور بہت سے مدارس کو سرکاری امداد بھی دی گئی +

لارڈ ولیم بینٹنک کے عہد میں میسور کا راجہ اپنی بدنظمی کی وجہ سے گدی سے اُتار دیا گیا۔ مگر وعدہ کیا گیا تھا کہ اس کی وفات پر گدی اس کے بیٹے کو دی جائیگی۔ ۱۸۸۱ء میں پچاس سال کے بعد لارڈ رپن کے ہاتھوں یہ وعدہ پورا کیا گیا۔ اس فیاضانہ کارکردگی سے رعایائے ہند اور خاص کر والیانِ ہند لارڈ رپن کے ثنا خواں بن گئے +

البرٹ بل ۱۸۸۳ء

۱۸۸۳ء میں وائسرائے کی کونسل کے قانونی ممبر مسٹر البرٹ (Ilbert) نے ایک بل (مسودہ قانون) پیش کیا۔ اس سے منشاء یہ تھا کہ

ہندوستانی مجسٹریٹوں کو یورپی لوگوں پر عدالتی اختیارات دیدئے جائیں - اس بل کے متعلق سخت ناگوار اختلاف رائے رونما ہوا یہاں تک کہ یورپی اور ہندوستانی باشندوں کے مابین قومی نفرت پیدا ہوگئی - انجام کار نئے قانون میں ہر دو اقوام کے خیالات کی رعایت کی گئی - اور قرار پایا کہ جب کسی یورپی باشندے کے مقدمہ کی سماعت کوئی ہندوستانی مجسٹریٹ کرے تو چند یورپی لوگوں کی ایک صلاح کار جماعت (جیوری) مقدمہ کے فیصلہ میں ہندوستانی مجسٹریٹ کو مدد دے +

لارڈ رپن نے ۱۸۸۴ء میں استعفا دے دیا - اس کی روانگی سے قبل اس کو بہت سے سپاسنامے پیش کئے گئے +

لارڈ ڈفرن
۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۸ء تک

لارڈ رپن کے بعد لارڈ ڈفرن وائسرائے مقرر ہؤا - وہ ایک اعلیٰ خاندان سے تھا - اس نے روس - ٹرکی اور مصر میں تاج برطانیہ کی نہایت مدبرانہ خدمات انجام دی تھیں اور کینیڈا کا گورنر جنرل بھی رہ چکا تھا - وہ پیدائشی سیاست دان اور مدبر تھا - اور زبردست طاقتِ گفتار اور قوتِ تقریر رکھتا تھا - بڑا صاحب تدبیر تھا - اس نے ہمیشہ بڑی احتیاط سے کام لیا اور اپنی حکومت کو جھگڑے فساد سے بچائے رکھا +

پچھلی جنگِ افغانستان کے بعد روس نے اپنی سلطنت کو ترقی دینی شروع کی - اور قریباً تمام وسطِ ایشیا اس کے قبضہ میں آگیا - اب روس نے افغانستان کی شمالی سرحد پر بھی حملے کرنے شروع کر دئے +

پنجدہ کا واقعہ
۱۸۸۵ء

۱۸۸۵ء میں پنجدہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس سے روس اور انگلستان کے درمیان جنگ کے آثار پیدا ہوگئے۔ روسی اور انگریزی افسروں کی ایک مشترکہ کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ تاکہ وہ افغانی علاقہ کی سرحد قائم کردے۔ جھگڑے کا خاص سبب ایک مقام پنجدہ نامی تھا۔ جو ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ روس اور افغان دونوں اس کے دعویدار تھے۔ جنگ ہونے میں کوئی کسر نہ تھی۔ لیکن مدبروں کی کوشش۔ وائسرائے کی حیرت انگیز قابلیت اور امیر کی عقلمندی سے یہ فتنہ دب گیا۔ اس وقت امیر عبدالرحمٰن نے ڈفرن سے راولپنڈی کے مقام پر ملاقات کی۔ جہاں اس کے اعزاز میں ایک شاندار دربار آراستہ کیا گیا۔ جس طرح لارڈ منٹو نے شیر علی کو اپنے اخلاق کا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اسی طرح ڈفرن نے امیر عبدالرحمٰن کے دل پر فتح پالی۔ امیر نے پنجدہ کی وجہ سے ایک زبردست جنگ میں پڑنا قرین مصلحت نہ سمجھا۔ غرض امیر نے پنجدہ روس کے حوالہ کر دیا۔ اور ایک سرحد جس پر ہر دو فریق رضامند ہو گئے۔ مقرر کر دی گئی۔ اور ہرات کی جانب جو ہندوستان کی کنجی سمجھی جاتی ہے۔ روس کی پیشقدمی روکنے کے لئے خاص حدود مقرر کر دی گئیں۔ جنگ تو ہوتے ہوتے رہ گئی۔ لیکن اس کی تیاریوں پر ہندوستان کا کئی لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ اور فوجی مصارف میں مستقل اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ انگریزی اور دیسی فوجوں میں تیس ہزار آدمی اور بھرتی کر لئے گئے۔ اس اندیشہ ناک وقت میں والیانِ ہند نے حکومتِ ہند کو ہر قسم کی مدد دی اور ہندوستان کی حفاظت کے لئے ہر ریاست میں

شاہی فوج کے رکھنے کا قاعدہ جاری ہوگیا۔ جس کے مصارف ریاست کے ذمہ ہوتے ہیں۔ آجکل یہ نئی حفاظتی فوجیں ریاستوں کی ذاتی فوجوں سے علیحدہ کردی گئی ہیں +

لارڈ ڈفرن اور امیر عبدالرحمٰن کی ملاقات سے دونو حکومتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے۔ لیکن اپنی رعایا کی طرح امیر بھی اپنے علاقہ میں کسی انگریز کی موجودگی پسند نہیں کرتا تھا +

برہما کی تیسری لڑائی ۱۸۸۵ء

اراکان اور تناسرم پہلی جنگ برہما کے بعد ۱۸۲۶ء میں انگریزوں کے قبضہ میں آگئے تھے۔ دوسری جنگ کے بعد ۱۸۵۲ء میں پیگو کا علاقہ بھی برطانی مقبوضات میں شامل ہوگیا تھا۔ لیکن اپر برہما اب تک خود مختار تھا +

۱۸۷۸ء سے تھیبا نامی ایک بے رحم شخص جو رعایا پر ظلم کرتا تھا۔ برہما میں راج کر رہا تھا۔ اس نے اپنی تخت نشینی کے وقت اپنے بہت سے رشتہ داروں کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس کا انتظام سلطنت نہایت خراب تھا۔ تمام ملک میں ایک باقاعدہ جماعت لٹیروں اور ڈاکوؤں کی پھرتی تھی۔ تھیبا نے انگریزوں کو تجارتی سہولتیں دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ انگریزی سفیر کی بے عزتی کی۔ جو اس کے دربار سے واپس بلا لیا گیا۔ اس نے فرانس۔ جرمنی اور اٹلی سے خط وکتابت شروع کی۔ اور وہ سہولتیں اور حقوق ان کو دینے کا وعدہ کیا جو انگریزوں سے چھین لئے تھے۔ اور جب تھیبا نے انگریز سوداگروں یعنی بمبئی ٹریڈنگ کمپنی پر پچیس لاکھ روپیہ جرمانہ کر دیا اور اس کے کچھ افسروں کو قید کر دیا تو اس کو متنبہ کیا گیا۔ مگر اس نے

اپنے غرور اور فوجی طاقت کے گھمنڈ میں اس تنبیہ کی مطلق پروا نہ کی۔ پس انگریزوں کو جنگ کرنی پڑی +

اس میں کوئی خاص مقابلہ نہیں ہوا۔ اور لڑائی چند ہی روز میں کامیابی کے ساتھ ختم ہوگئی۔ مانڈلے پر آسانی سے قبضہ ہوگیا۔ کھیبا نے خود کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ اب وہ تخت سے معزول کر دیا گیا +

یکم جنوری ۱۸۸۶ء کو اپر برہما انگریزی علاقہ میں شامل کر لیا گیا۔ لیکن وہاں امن و امان قائم کرنے میں سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ بے شمار ڈاکوؤں اور تھیبا کی فوج کے برخاست شدہ افسروں نے پوشیدہ طور سے لڑائیاں لڑیں۔ لیکن حکومتِ برطانیہ نے نہایت استقلال کے ساتھ ان کے خلاف کارروائی جاری رکھی۔ اور ملک میں سڑکیں۔ ریلیں اور قلعے بنا کر رفتہ رفتہ امن و امان قائم کر دیا +

گوالیار کے قلعہ کی واپسی ۱۸۸۶ء

گوالیار کا قلعہ عرصہ سے انگریزوں کے قبضہ میں تھا۔ اب وہ مہاراجہ سیندھیا کو واپس کر دیا گیا۔ تمام با اختیار راجاؤں کو اس فیاضانہ اقدام سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اور انہوں نے گورنر جنرل کی بہت تعریف و توصیف کی +

انڈین نیشنل کانگرس کا آغاز ۱۸۸۵ء

انڈین نیشنل کانگرس کا سب سے پہلا جلسہ بمبئی میں منعقد ہوا۔ اس میں مغربی تعلیم پائے ہوئے ہندوستانی شامل ہوئے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ کانگریس کے ذریعے ملک میں آزادی کی روح پھونک دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس

سرسید احمد خاں

لارڈ ڈفرن
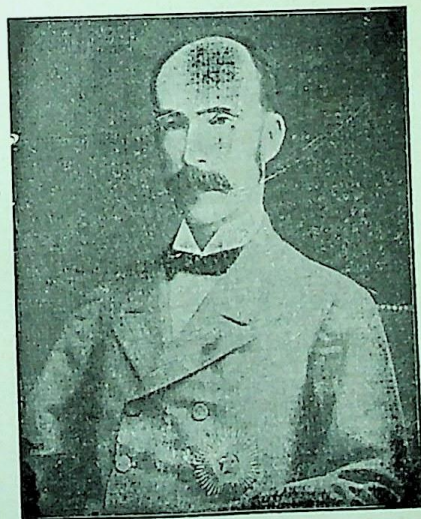
مارکوئس آف لینزڈون

امر کے لئے آواز بلند کی کہ ہندوستان کے ملکی معاملات میں ہندوستانیوں کو پہلے سے بڑھ کر اختیارات دیئے جائیں ؛

ملکہ وکٹوریہ کی جبلی سنہ ۱۸۸۷ء

سنہ ۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت کو پچاس سال گزر گئے۔ اس کی جُبلی تمام ملک میں نہایت شاندار طریقہ سے منائی گئی ؛

قانون لگان سنہ ۱۸۸۵ء و سنہ ۱۸۸۷ء

لارڈ ڈفرن نے بنگال اودھ اور پنجاب کے لئے تین خاص قانون زر لگان کے متعلق منظور کیئے ان کا مقصد یہ تھا کہ کاشتکاروں کو زمینداروں کی بیجا سختی - ناانصافی اور غیر مناسب بے دخلی اور اضافہ لگان وغیرہ مظالم سے محفوظ رکھا جائے ؛

لیڈی ڈفرن

لیڈی ڈفرن نے ہندوستانی عورتوں کی بہبودی کے لئے بہت سے کام کیئے - چنانچہ مشہور لیڈی ڈفرن ہسپتال فنڈ کھولا جس نے ہندوستانی عورتوں کی اہم خدمات انجام دی ہیں ؛

لارڈ ڈفرن نے سنہ ۱۸۸۸ء کے آخر میں استعفا دے دیا کیونکہ چار سال کی سخت محنت سے اس کی صحت بگڑ گئی تھی - وہ ہندوستان کے سب سے زیادہ کامیاب گورنر جنرلوں میں شمار کیا جاتا ہے ؛

بیسواں باب

لارڈ لینسڈون و لارڈ ایلگن

۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۹ء تک

لارڈ لینسڈون
۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۴ء تک

لارڈ ڈفرن کے بعد لارڈ لینسڈون وائسرائے مقرر ہؤا۔ وہ آئرلینڈ کے ایک معزز خاندان سے تھا۔ اور ہندوستان کے انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ اور گورنر جنرل کینیڈا کی حیثیت سے ملکی معاملات میں بڑا تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ لیکن خشک مزاج انسان تھا +

سرحدی معاملات

لارڈ لینسڈون نے سرحد ہند کی حفاظت کو خاص توجہ دی۔ اس کے ہمخیال لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہندوستان کی شمالی حد دریائے سندھ کو قرار دیا جائے۔ وہ بالکل عدم مداخلت کی پالیسی پر عامل رہا۔ اس کا خیال تھا کہ سرحدی فرقوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور ان سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے جائیں۔ مگر لارڈ لٹن کی پالیسی یہ تھی کہ شمالی سرحد اور آگے بڑھا دی جائے۔ تاکہ جنگجو آزاد قومیں جو افغانستان اور برطانی علاقوں کے درمیان آباد ہیں مطیع کر لی جائیں۔ اور برطانی سرحد افغانستان کی سرحد سے مل جائے۔

لارڈ لینسڈون نے محسوس کیا کہ سرحد کو محفوظ رکھنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہو سکتا ہے کہ مختلف آزاد قوموں کے بیرونی تعلقات پر حتی المقدور قابو رکھا جائے۔ لیکن ان کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ یہ پالیسی "حلقۂ اثر" (Spheres of Influence) قائم کرنے کے نام سے مشہور ہے۔ اس پالیسی کی تقلید میں لارڈ لینسڈون نے ۱۸۹۳ء میں ایک نہایت قابل افسر سر مارٹیمر ڈیورنڈ (Sir Mortimer Durand.) کو ایک عارضی سفارت پر کابل بھیجا۔ سر مارٹیمر نے افغانوں کی بہادری اور عزت پر بھروسہ کر کے تنِ تنہا افغانی علاقہ میں سفر کیا۔ اس کے سبب افغانوں کے دلوں سے وہ تمام بے اعتباری اور شکوک رفع ہو گئے جو ایک برطانوی افسر کی موجودگی سے پیدا ہوتے تھے۔ تمام جھگڑوں پر دوستانہ طریقہ سے بحث مباحثہ کیا گیا۔ اور ان کے اسباب کو دور کرنے کے لئے متفقہ کوششیں کی گئیں۔ اور لارڈ لینسڈون کی "حلقۂ اثر" قائم کرنے کی خواہش پوری ہو گئی۔ امیر نے منظور کر لیا کہ اس کا آفریدیوں۔ وزیریوں اور دوسری سرحدی قوموں کے معاملات سے کوئی واسطہ نہ ہو گا۔ چنانچہ اس نے اپنی جنوبی اور مشرقی سرحد دل ایک سرحدی خط کھینچ کر قائم کر دیا۔ یہ خط ڈیورنڈ لائن (Durand Line.) کے نام سے مشہور ہے ٭

ان رعایات کی وجہ سے امیر کا سالانہ وظیفہ جو خزانۂ ہند سے ملتا تھا۔ بارہ لاکھ کے بجائے اٹھارہ لاکھ سالانہ کر دیا گیا۔ اور اسے اجازت دی گئی کہ وہ آلاتِ حرب وغیرہ برطانی علاقہ سے گزار کر لے جا سکتا ہے ٭

ہندوستان کی تاریخ حصہ دوم

بغاوت منی پور ۱۸۹۱ء

آسام کی سرحد پر منی پور ایک پہاڑی ریاست ہے۔ ۱۸۹۰ء میں وہاں تخت کے لئے جھگڑا شروع ہوا۔ ملک میں ابتری پھیل گئی۔ اور وہاں کا سینا پتی (راجہ) خود مختار بن بیٹھا۔ جب آسام کا چیف کمشنر مسٹر کوئنٹن (Quinton.) تحقیقات کے لئے بھیجا گیا تو سینا پتی نے دغابازی سے اُس کو اور دوسرے برطانی افسروں کو بڑی بے رحمی سے مار ڈالا۔ خونریزی کے اس دہشت ناک جرم کی فوراً سزا دی گئی۔ انگریزی فوجوں نے دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا۔ سینا پتی اور اُس کے خونخوار ہمراہیوں کو پھانسی دی گئی۔ مگر ریاست انگریزی علاقہ میں شامل نہ کی گئی۔ بلکہ راجہ کے خاندان کا ایک لڑکا گدی نشین کیا گیا۔ اور ایک کمیشن راجہ کے بالغ ہونے تک ریاست کے انتظام کے لئے مقرر کیا گیا۔

قلات

بلوچستان کی ریاست قلات کا خان کچھ عرصہ سے اپنی رعایا پر ظلم کرنے لگا تھا۔ اُس نے اپنے وزیر کو بھی ۱۸۹۳ء میں قتل کر ڈالا۔ اس پر حکومت برطانیہ نے اُسے معزول کر کے اس کے لڑکے کو گدی پر بٹھا دیا۔

لارڈ کراس کا انڈین کونسل ایکٹ ۱۸۹۲ء

۱۸۶۱ء میں حکومتِ ہند کے انتظام میں ہندوستانیوں کو اُنکے نمائندوں کے ذریعہ کچھ حصہ دیا گیا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں انڈین کونسل ایکٹ پاس ہوا۔ جس کے رُو سے بنگال۔ بمبئی اور مدراس پریسیڈنسیوں میں

لیجسلیٹو کونسل قائم کی گئیں ۔ وائسرائے کی کونسل کی از سرِ نو ترتیب دی گئی ۔ اور یونیورسٹیوں ۔ میونسپل کمیٹیوں ۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں ۔ ایوانہاے تجارت اور بڑے بڑے زمینداروں کو وائسراے کی کونسل اور صوبجاتی کونسلوں میں اپنے نمائندے بھیجنے کا اختیار دیا گیا ؂

ممبروں کو سالانہ بجٹ پر بحث کرنے کے لئے بلایا جاتا تھا اور وہ انتظامی معاملات کے متعلق سوال اور اعتراض کر سکتے تھے ؂

لارڈ ایلگن دوئم

۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۹ء تک

۱۸۹۴ء میں لارڈ لینسڈون کی جگہ لارڈ ایلگن گورنر جنرل مقرر ہوا ۔ یہ ایلگن اوّل کا بیٹا تھا ۔ لارڈ ایلگن دوئم کے عہدِ حکومت کے پہلے سال میں رُوس کے ساتھ دوستانہ معاہدہ ہوا ۔ جس کے رُو سے روس نے دریاے اوکسس (جیحون) کو اپنی جنوبی حد قرار دیا ۔ اور ایک کمیشن نے افغانی سرحد کا معاملہ بھی طے کر دیا ؂

محکمہ جنگ میں اصلاحات ۱۸۹۵ء

اس وقت تک تینوں پریذیڈنسیوں میں ایک ایک فوج الگ الگ تھی ۔ اور ہر ایک علیحدہ کمانڈر انچیف کی ماتحتی میں تھی ۔ اس ناقص طریق میں ترمیم کی گئی ۔ اور ہندوستان کی تمام فوجیں ایک ہی کمانڈر انچیف کے ماتحت کر دی گئیں ۔ جس کی مدد کے لئے فوج کے خاص خاص حصے ماتحت

جرنلوں کے سپرد کر دئے گئے ÷

چترال اور نزاہ لارڈ لینسڈون کے زمانہ میں امیر افغانستان کے ساتھ عہدنامہ کے بموجب چترال انگریزی دائرۂ اقتدار میں آگیا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں مہترِ چترال مار ڈالا گیا۔ اور تخت کے لئے جھگڑا شروع ہؤا۔ اور چترال میں بدامنی پھیل گئی۔ برطانی ایجنٹ کو جو چترال کے قلعہ میں مقیم تھا ایک دعویدار نے محصور کرلیا۔ لیکن مختصر سی لڑائی کے بعد چترال پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور مخالف سرداروں کو جلاوطن کر دیا گیا۔ چترال سے پشاور تک سڑک بنا دی گئی۔ تاکہ اس پر فوج نقل و حرکت کرسکے ÷

۱۸۹۷ء میں آفریدی۔ سواتی۔ مسعودی اور بارک زئی وغیرہ قبائل نے بغاوت کی اور درۂ خیبر کی راہ بند کر دی غالباً انگریزوں کے چترال پر قبضہ کرنے اور قبائل کے علاقہ تک سڑکیں اور ریلیں بنائے جانے کی وجہ سے یہ بغاوت رونما ہوئی تھی۔ ان لوگوں کو خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ حکومتِ برطانیہ ان کو اپنے علاقہ میں جذب کرنا چاہتی ہے ÷

پس سرحدی قوموں سے جنگ کرنے کے لئے غیر معمولی انتظامات کئے گئے۔ اور بڑی خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ کیونکہ مسعودی اور آفریدی جان توڑ کر لڑے۔ انجام کار سرحدی قوموں کو شکست ہوئی۔ لیکن پھر بھی انگریز اُنہیں دشوار گزار گھاٹیوں اور پہاڑوں کی وجہ سے اچھی طرح مغلوب نہ کر سکے ÷

طاعون ۱۸۹۶ء

۱۸۹۶ء میں بمبئی میں خوف ناک اور مہلک مرض طاعون کا ظہور ہوا غالباً یہ وبا چین سے بمبئی میں آئی اور جلد ہی تمام ملک میں پھیل گئی ÷

شروع میں لوگ اس کے انسداد یا علاج سے ناواقف تھے۔ بیماری موت کا قاصد سمجھی جاتی تھی۔ حکومت نے اس کے انسداد کے لئے زبردست تدبیریں اختیار کیں۔ مگر عام لوگ انہیں شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور بعض مقامات پر تو سخت جھگڑے بھی رونما ہوئے۔ مگر رفتہ رفتہ لوگوں میں پھر اعتماد پیدا ہوگیا اور وبا دُور ہوگئی ÷

قحط ۱۸۹۶-۹۷ء

ابھی پلیگ سے نجات نہ ملی تھی کہ قحط نمودار ہوگیا۔ جو دُور دراز کے علاقوں تک پھیل گیا۔ لیکن اس کا زیادہ اثر صوبہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ۔ بہار اور وسط ہند پر ہوا۔ اور حکومت کی انتہائی کوششوں کے باوجود کئی لاکھ آدمی اس قحط کے سبب مر گئے ÷

۱۸۹۷ء میں ایک زلزلہ بھی آیا۔ جس سے جان اور مال کا سخت نقصان ہوا ÷

لارڈ ایلگن نے ان مصائب کا بڑی بہادری اور ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ وہ ۱۸۹۹ء میں ہندوستان سے روانہ ہوا۔ اور اس کی جگہ لارڈ کرزن ہندوستان آیا ÷

اکیسواں باب

لارڈ کرزن

سنہ ۱۸۹۹ء سے سنہ ۱۹۰۵ء تک

جب جنوری سنہ ۱۸۹۹ء میں لارڈ کرزن ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہوا۔ تو اس کی عمر صرف ۴۰ سال کی تھی۔ لارڈ ڈلہوزی کے سوا وہ سب گورنر جنرلوں سے کم عمر تھا۔ لارڈ کرزن یونیورسٹی کا ایک ممتاز طالب علم رہ چکا تھا۔ اور انگلستان میں اپنے وقت کے سب سے قابل اور ہونہار شخصوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کی تقریر نہایت فصیح اور پُر زور ہوتی تھی۔ اور ہر چیز کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ بہت محنتی تھا۔ اور سیرت کے متعلق نہایت محکم فیصلے کر سکتا تھا۔ نئی نئی باتیں اختراع کرتا تھا۔ اور اپنے فرائض منصبی کا خیال بہت رکھتا تھا۔ لارڈ کرزن ملکی نظم و نسق میں اعلےٰ قابلیت رکھتا تھا۔ کام کرنے میں ایسا مستعد تھا کہ کوئی کام اس کی نگرانی سے نہ بچ سکتا تھا۔ لیکن اس میں چند نقائص بھی تھے۔ انگریزوں کی فوقیت کے لئے بے چین رہتا تھا۔ اور ہر کام اپنی زیر نگرانی انجام دینا چاہتا تھا۔ انتہا درجہ کا خود پسند اور نمائشی باتوں کا بڑا شوقین

ہندوستان
لارڈ کرزن کے عہد میں
انگریزی مقبوضات
پیمانہ انگریزی میلوں میں
افغانستان
بلوچستان
کشمیر
پنجاب
راجپوتانہ
اجمیر
تبت
نیپال
بنگال
آسام
برما
سیام
چین
ممالک متوسط
کراچی
بمبئی
حیدرآباد
میسور
مدراس
خلیج بنگالہ
بحیرۂ عرب
جزائر انڈمان
جزائر نکوبار
لنکا

تھا۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ فارس۔ چین۔ جاپان اور ترکستان وغیرہ کی سیر و سیاحت کرچکا تھا۔ اور ان ملکوں کے معاملات کو اُس نے نظرِ غور سے ملاحظہ کیا تھا۔ اُس کو بحیثیت ماتحت وزیر خارجہ اور نائب وزیر ہند بڑا سیاسی اور انتظامی تجربہ حاصل تھا؛

اس کا عہد مختلف قسم کی اصلاحات اور عام طور پر نظامِ حکومت کے درست کرنے کے لیئے مشہور ہے؛

لارڈ کرزن کی خارجی پالیسی

یہاں آتے ہی اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ شمالی مغربی سرحد کی جنگوں کا جن پر بیشمار روپیہ صرف ہوتا رہتا ہے۔ خاتمہ کر دیگا۔ پس تمام سرحدی فوجی چوکیوں سے جو ادھر ادھر منتشر اور ایک دوسری سے بے تعلق تھیں۔ انگریزی فوجیں واپس بُلا لیں۔ اور رفتہ رفتہ درۂ خیبر۔ قرم کی گھاٹی اور وزیرستان وغیرہ سے بھی فوجیں واپس بُلا لیں۔ اور ان کی جگہ مقامی قبائل سے سپاہی بھرتی کرکے انہیں قواعد وغیرہ سکھلا کر انگریزی افسروں کے تحت میں وہاں متعین کر دیا۔ ان قوموں کو اپنے اندرونی معاملات طے کرنے کی کامل آزادی عطا کی گئی۔ لیکن ہندوستانی سرحد کی طرف انگریزی فوجیں بالکل مستعد رہتی تھیں۔ فوجی آمد و رفت وغیرہ کے لئے ریلیں بنائی گئیں۔ تاکہ ان قوموں کو ہمیشہ اس بات کا علم رہے کہ اگر وہ برطانی علاقہ پر حملہ کرینگی یا کسی اور قسم کی بغاوت کرینگی۔ تو انگریزی فوجیں ان کی سرکوبی کے لئے فوراً آن موجود ہونگی؛

شمالی مغربی سرحدی صوبہ ۱۹۰۱ء

اب تک شمالی مغربی سرحد کے علاقہ کا انتظام حکومت پنجاب کے ہاتھ میں تھا۔ مگر لارڈ کرزن نے فیصلہ کیا کہ وہاں کے قوانین اور قواعد ایک پُرامن صوبہ کے قواعد وضوابط سے بالکل مختلف قائم کئے جائیں۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء میں دریائے سندھ کے پار کے علاقہ کو شمالی مغربی سرحدی صوبہ کے نام سے ایک علیحدہ صوبہ بنا دیا۔ اور اس کا انتظام ایک چیف کمشنر کے سپرد کیا۔ جو براہِ راست حکومت ہند کے ماتحت رکھا گیا۔ اور شمالی مغربی صوبہ کا نام صوبۂ ممالکِ متحدہ آگرہ واودھ میں تبدیل کیا گیا۔

امیر حبیب اللہ خان

حکومت برطانیہ کا صادق دوست عبدالرحمٰن امیر افغانستان بڑا طاقتور اور لائق حکمران تھا۔ ۱۹۰۱ء میں جب وہ فوت ہوگیا۔ تو اس کا بیٹا حبیب اللہ خاں امیر کابل ہؤا۔ لارڈ کرزن نے معمولی سی ردوکد کے بعد اس سے بھی دوستانہ تعلقات قائم کر لیئے۔

خلیج فارس

کچھ مدت سے اس قسم کے آثار نظر آرہے تھے کہ ایران کی حکومت روس کا اثر بہت جلد اور پورے طور پر قبول کریگی۔ اور انگریز چاہتے تھے کہ کم از کم ایران کا جنوبی حصہ ہمارے حلقۂ اثر میں رہے۔ چنانچہ انگریزوں نے خلیج فارس سے بحری ڈاکوؤں کی بیخ کنی کر کے امن وامان قائم کیا تھا۔ جابجا روشنی کا انتظام کیا تھا۔ اور کامل حفاظت کے لئے پہرے متعین کر رکھے تھے۔

غرض خلیج فارس کچھ عرصہ سے انگریزوں کے زیر اثر تھی۔

اور بہت سود مند ثابت ہو رہی تھی - مگر یورپین طاقتیں خصوصاً فرانس - روس اور ٹرکی یہاں انگریزی اقتدار کو دیکھ کر حسد کرنے لگی تھیں - ان طاقتوں نے خلیج کے ساحلوں پر کوئلہ کے گودام قائم کرنے کی کوششیں کیں - تاکہ اپنے قدم خلیج میں جم جائیں - لیکن حکومت برطانیہ نے بیرونی طاقتوں کو خلیج سے نکال باہر کرنے کی زبردست کوشش کی لارڈ کرزن خود وہاں ۱۹۰۳ء میں گیا - اور انگریزی اقتدار کی حفاظت کے لئے معقول تدبیریں عمل میں لایا ؀

جنگ تبت ۱۹۰۴ء

تبت ایک عرصہ سے چین کے ماتحت تھا - مگر اب وہاں روسی طاقت زور پکڑ رہی تھی - جب دلائی لامہ نے جو تبت کے بودھ لوگوں کا سب سے بڑا سردار اور حاکم تھا - ہندوستان سے تمام تعلقات منقطع کر دئے - اور روسیوں کے ساتھ غیر معمولی مہربانی کا برتاؤ شروع کیا تو لارڈ کرزن نے جو انگریزی رسوخ اور اقتدار کو تبت میں بھی قائم رکھنے کا بیحد خواہشمند تھا - حکومت برطانیہ کی منظوری سے سر فرانسس ینگ ہسبینڈ (Sir Francis Young Husband) کی ماتحتی میں ایک سفارت تبت کو روانہ کی - تبتی جنگ پر آمادہ ہوئے - چنانچہ پایہ تخت لاسہ پر فوجکشی کی گئی اور اگست ۱۹۰۴ء میں انگریزی فوجیں لاسہ میں داخل ہو گئیں - اور اس پر قبضہ کر لیا - دلائی لامہ بھاگ گیا - روسی اقتدار جس کا خدشہ تھا - خاتمہ ہو گیا - انگریزوں کو کچھ تجارتی حقوق مل گئے - اور تبت پر چین کے شہنشاہی حقوق تسلیم کر لئے گئے - اس گراں قیمت مہم سے انگریزوں کو صرف یہ فائدہ ہوا کہ تبت

کے متعلق جغرافیائی معلومات میں اضافہ ہوگیا +

مرض طاعون اور قحط

اگرچہ طاعون کی روک تھام اور علاج کے لئے حکومت کی انتہائی کوششوں کے باوجود یہ وبا برابر ترقی کرتی رہی۔ اور ہر سال ہزاروں آدمی اس کی نذر ہوتے رہے +

۱۸۹۹ء و ۱۹۰۰ء کے درمیان ملک میں ایک سخت خوفناک قحط نمودار ہوا۔ حکومت نے بہت سے امدادی کام نہایت اعلےٰ پیمانہ پر جاری کئے۔ چنانچہ ایک ہی وقت میں ۵۰ یا ۶۰ لاکھ قحط زدہ لوگوں کو امداد دی جاتی تھی۔ لیکن پھر بھی بہت سے انسان بھوکوں مر گئے +

زرِ لگان اور قانون تحفظ اراضی

زرِ لگان کے معاملہ کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد جب لارڈ کرزن کو یقین ہوگیا کہ موجودہ طریقۂ بندوبست کی چند خرابیاں فوراً دُور کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس نے زرِ لگان کی پالیسی ۱۹۰۲ء میں بدل دی۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر پیداوار نہ ہو تو محصول معاف کر دیا جائے یا اس میں تخفیف کر دی جائے +

ہندوستان میں یہ ایک عام واقعہ ہے۔ کہ کاشتکار ساہوکاروں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ کبھی تو زراعت کے کاروبار کے لئے لیکن اکثر فضول خرچیوں کے لئے مثلاً (شادی اور موت کی رسوم۔ مقدمہ بازی وغیرہ) کی خاطر قرض لیتے ہیں۔ مگر قرض ادا نہیں کر سکتے۔ اسلئے ساہوکار ان کی موروثی زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں +

۱۹۰۰ء میں لارڈ کرزن کی حکومت نے اس کے انسداد کیلئے

پنجاب لینڈ ایلینیشن ایکٹ قانون انتقال اراضی (Punjab Land
Alienation Act 1900) منظور کیا۔ جو صرف پنجاب کے لئے تھا
جس کی رو سے کوئی ساہوکار یا غیر زراعتی جماعت کا شتکاروں کی
زمین پر قرضہ کے عوض قبضہ نہیں پا سکتی۔ اور نہ غیر زراعت
پیشہ لوگ آئندہ کاشتکاروں سے زمین خرید سکتے ہیں ✣

لارڈ کرزن نے کاشتکاروں میں کفایت شعاری اور امداد باہمی
کا طریقہ رائج کرنے کے خیال سے تمام ملک میں زراعتی بینک
اور انجمن ہائے امداد باہمی قائم کیں۔ ان بینکوں سے کاشتکاروں
کو بہت کم سود پر قرضہ ملتا ہے۔ ان بینکوں اور انجمنوں
سے ملک کو غیر معمولی فائدہ پہنچ رہا ہے اور زراعت پیشہ لوگوں
کی حالت بہتر ہونے لگی ہے ✣

تعلیم

لارڈ کرزن اس وقت کی موجودہ طرز تعلیم سے مطمئن
نہ تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس سے دماغی نشو
و نما نہیں ہوتی۔ اور نہ یہ ٹھوس تعلیم ہے۔ اور صرف ایک
رسمی چیز رہ گئی ہے۔ اس کا مقصد گریجویٹ پیدا کرنا ہے
جو صرف سرکاری ملازمتوں کے قابل ہوتے ہیں۔ اس وقت
یونیورسٹیاں بھی محض امتحان لینے والی جماعتوں کی حیثیت
رکھتی تھیں۔ اور یونیورسٹی کے حقیقی اغراض سے ناآشنا
تھیں۔ چنانچہ موجودہ طرزِ تعلیم کی تحقیقات کے لئے ایک
کمیشن مقرر کیا گیا۔ اس کی سفارشات کے بموجب ۱۹۰۴ء
میں یونیورسٹیوں کے متعلق ایک قانون منظور ہوا۔ جس
کی رو سے یونیورسٹیوں کے نظام ترکیبی میں اصلاحات کی
گئیں۔ تعلیمی کام بھی ان کے سپرد کیا گیا۔ مگر یونیورسٹیوں

کے انتظامات میں گورنمنٹ کے اختیارات بڑھا دئے گئے۔ مختلف قسم کی تعلیم کی ترقی اور توسیع کے لئے سرکاری امداد میں اضافہ ہؤا۔ زراعتی تعلیم کو ترقی دی گئی اور ایک شاہی زراعتی محکمہ قائم کیا گیا۔ جس کا ایک اہم فرض تحقیقات کا کام قرار پایا۔

آثار قدیمہ کی حفاظت

لارڈ کرزن کی حکومت نے آثار قدیمہ کی حفاظت کے لئے ایک قانون وضع کیا۔ اور محکمہ آثارِ قدیمہ بھی قائم کیا۔ جس کا کام پرانی تاریخی عمارات کی تلاش اور حفاظت قرار دیا گیا۔ اس محکمہ کی تحقیقات کے طفیل سے قدیم ہندوستان کے تاریخی معلومات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ ان خدمات کے لئے ہندوستان لارڈ کرزن کا بیحد شکر گزار ہے +

متفرق اصلاحات

لارڈ کرزن نے محکمۂ پولیس میں بھی اصلاحات کیں۔ اس نے ٹرانسپورٹ سروس کو ترتیب دے کر اور توپ خانہ کو مضبوط کر کے ہندوستانی فوجوں کی اہمیت بڑھا دی۔ نمک کا محصول کم کیا گیا۔ انکم ٹیکس سے بری ہونے کی حد بڑھا دی گئی ریلوں میں توسیع ہوئی۔ اور آبپاشی کے لئے نئی تجاویز پر غور کیا گیا۔ اور یہ کام وائسرائے کی انتظامیہ کونسل کے چھٹے ممبر کے سپرد کیا گیا +

ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ۱۹۰۱ء

جنوری ۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہو گیا۔ ہندوستان بھر میں کہرام مچ گیا۔ جس سے ثابت ہؤا کہ ہندوستانیوں کے دلوں میں ملکۂ مرحومہ کی کس قدر عزت اور محبت تھی +

ملکۂ وکٹوریا

ایدورد هفتم

بندوبست برار ۱۹۰۲ء

لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں نظام حیدر آباد نے انگریزی فوج کے مصارف کے لئے برار کا علاقہ حکومت ہند کے زیر انتظام کر دیا تھا۔ ۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن نے نظام سے ایک معاہدہ کیا جس کے رُو سے برار مستقل طور پر حکومت ہند کے قبضہ میں آگیا مگر اس چھوٹے سے صوبہ پر نظام کی برائے نام نوابی قائم رکھی گئی۔

دربار دہلی ۱۹۰۳ء

۱۹۰۳ء میں ایک شاہی دربار منعقد ہوا۔ جس میں لارڈ کرزن نے شاہ ایڈورڈ ہفتم کے قیصر ہونے کا اعلان کیا۔ ایسا پُرشکوہ دربار پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے ہندوستانیوں کے دلوں میں اُس عظیم الشان اور وسیع سلطنت انگلشیہ کا نقشہ کھینچ دیا۔ جس میں آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا۔

تقسیم بنگال

۱۹۰۴ء میں لارڈ کرزن کے عہد میں توسیع ہوگئی کچھ عرصہ سے یہ بات محسوس کی جارہی تھی۔ کہ صوبۂ بنگال اس قدر بڑا ہے کہ ایک لفٹنٹ گورنر اس کا انتظام بخوبی نہیں کرسکتا۔ بنگال کا رقبہ ایک نوے ہزار مربع میل اور آبادی تقریباً ۷$\frac{۱}{۲}$ کروڑ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دُور دراز مشرقی اضلاع سے غفلت کی جانے لگی۔ اور ان کا انتظام خراب ہوگیا۔ بڑے بحث مباحثہ اور تحقیقات کے بعد لارڈ کرزن نے مشرقی بنگال اور آسام کا ایک نیا صوبہ بنا کر بنگال کی تقسیم کردی۔ تقسیم بنگال پر بنگالیوں نے بہت اعتراض کیا۔ اور اس کے خلاف ایک سخت تحریک شروع کر دی۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس تقسیم سے ان کی قومی ہستی مٹ جائیگی۔ انجام کار ۱۹۱۱ء میں شہنشاہ جارج پنجم نے

اس تقسیم کو منسوخ کر دیا - اس کا ذکر آگے چل کر کیا جائیگا

کرزن اور کچنر کا اختلاف

بعض فوجی اصلاحات اور وائسرائے کی کونسل کے فوجی ممبر کی حیثیت کے متعلق جو وائسرائے کا تمام فوجی معاملات میں مشیر خاص تھا لارڈ کچنر اور لارڈ کرزن کے درمیان سخت اختلاف رائے ہوگیا لارڈ کچنر ویسا ہی زبردست کمانڈر انچیف تھا - جیساکہ کرزن زبردست وائسرائے تھا - لارڈ کرزن کا خیال تھا - کہ محکمۂ فوج ہمیشہ سول حکام کے ماتحت ہونا چاہیئے - اس لئے اگر فوجی ممبر کا عہدہ اُڑا دیا جائیگا - تو کمانڈر انچیف خود مختار ہو جائیگا - اور اس کو قابو میں رکھنا مشکل ہوگا برخلاف اس کے لارڈ کچنر کا خیال تھاکہ کمانڈر انچیف کی ہتک کی گئی ہے - کیونکہ وہ وائسرائے کی کونسل کا غیر معمولی ممبر تو قرار دیا گیا ہے - مگر اُس سے کم رتبہ والے شخص یعنی فوجی ممبر کو پورے اختیارات ممبری حاصل ہیں - کیونکہ وہ کمانڈر انچیف کی تجاویز وائسرائے کے سامنے پیش کرنے وقت ان پر اعتراض کر سکتا تھا - حکومت برطانیہ نے اس معاملہ میں لارڈ کچنر کی طرفداری کی - اور اس پر لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں استعفا دے دیا +

اگرچہ لارڈ کرزن کے بعض کام مثلاً یونیورسٹی ایکٹ اور تقسیمِ بنگال سخت قابل اعتراض تھے - لیکن دراصل اس کا درجہ ہندوستان کے شاندار گورنر جنرلوں میں ہے +

بائیسواں باب

لارڈ منٹو دوم و لارڈ ہارڈنگ

۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۹ء تک

لارڈ کرزن کے بعد لارڈ منٹو جو لارڈ منٹو اوّل کا پوتا تھا۔ ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہوا۔ اس سے پہلے یہ کینیڈا کا گورنر جنرل رہ چکا تھا۔ اس کے تقرر کے وقت انگلستان میں لبرل (Liberal) وزارت برسرِ اقتدار ہوگئی اور مشہور لبرل مُدبّر مارلے (Morley) وزیر ہند مقرر ہوا۔ ان واقعات سے ہندوستانیوں کے دلوں میں بہت سی اُمیدیں پیدا ہوگئیں۔ لیکن بدقسمتی سے لارڈ کرزن کی بعض اصلاحات نے سخت مخالفت پیدا کر رکھی تھی اور اس لئے چند مسئلے جن سے حکومت اور رعایا کے مابین جھگڑے پیدا ہو گئے تھے۔ نئے گورنر جنرل کو حل کرنے تھے۔ اور جو لارڈ کرزن کی جانب سے اُسے گویا وراثت میں ملے تھے مثلاً تقسیم بنگال اور یونیورسٹی ایکٹ نے لوگوں میں بڑی بے چینی پیدا کردی۔ جس سے ہندوستان میں بعض انقلاب پسند جماعتیں رونما ہوئیں ان کی انقلابی کارروائیوں نے اُن اُمیدوں پر پانی پھیر دیا جو لبرل حکومت کے ساتھ وابستہ کی گئی تھی۔ ایک طرف یہ لازم تھا۔ کہ

ہندوستانیوں کو اپنے ملک کی حکومت میں رفتہ رفتہ اور پہلے سے بڑھ کر حصّہ دیا جائے۔ اور اس کے متعلق رعایا کی کوششیں قانون کے دائرے کے اندر ہیں۔ گویا آئینی ازتقاء بروئے قانون ہو۔ اس قسم کی ترقی کے لئے کہ امن و امان کی فضا اور حکومت اور رعایا کے مابین اعتبار کی ضرورت تھی۔ مگر اس کے خلاف لارڈ منٹو کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ اُن لوگوں کے خلاف ورزی کر رہے تھے۔ اور دوسرے لوگوں کو جرائم کی ترغیب دے رہے تھے۔ بنگالیوں کو اُمید تھی۔ کہ لارڈ مارلے تقسیم بنگال کو منسوخ کر دے گا۔ لیکن اس نے ایک طے شدہ مسئلہ قرار دیا اور دخل دینے سے انکار کیا ؎

خارجی پالیسی

نئی گورنمنٹ کی پُر امن حکمت عملی سے فارس افغانستان اور تبت کے متعلق اپنی ایشیائی پالیسی کا پیچیدہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل کرنا چاہتی تھی ؎

چنانچہ ۱۹۰۶ء کے عہدنامہ کے بموجب تبت پر چین کا اقتدار تسلیم کیا گیا اور انگلستان نے تبت کے اندرونی معاملات میں بالکل دخل نہ دینے کا وعدہ کیا۔ بشرطیکہ چین دوسری طاقتوں کی مداخلت سے بھی تبت کو محفوظ رکھے ؎

۱۹۰۸ء میں انگریزی فوجیں چمبی گھاٹی سے واپس بُلالی گئیں اس سے ایک سال پہلے روس اور انگلستان کے درمیان ایک معاہدہ ہوچکا تھا۔ جس کے رو سے دونوں ملکوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم تبت کے معاملات میں دخل انداز نہ ہوں گے۔ دلائی لامہ معزول کیا گیا۔ اور تمام اختیارات چینی ریزیڈنٹ کے چلے گئے۔ دلائی لامہ نے حکومت ہند سے مدد کی درخواست کی۔ لیکن چین اور روس کے معاہدہ کے بموجب انگریزوں سے

امداد نہیں دے سکتے تھے۔ غرض لارڈ مارلے کی اس پالیسی کے طفیل تبت میں روسی مداخلت کا اندیشہ جاتا رہا ٭

افغانستان کے متعلق بھی ۱۹۰۷ء کے معاہدہ کے بموجب روس اور انگلستان میں فیصلہ ہوگیا۔ کہ وہ بظاہر یا خفیہ طور پر کسی طرح بھی افغانستان کے معاملات میں دخل انداز نہ ہونگے ٭

اسی طرح فارس کے متعلق روس اور انگلستان کا رویہ واضح کر دیا گیا۔ اور یہ طے پایا کہ یہ دونو یورپی طاقتیں اپنے اپنے حلقۂ اثر میں محدود رہیں۔ یعنی روس شمالی ایران میں اور برطانیہ جنوب مشرق میں ٭

اندرونی معاملات

کچھ عرصہ سے مغربی تعلیم لوگوں کے دلوں میں آزادی کی روح پھونک رہی تھی۔ چنانچہ اب تعلیم یافتہ جماعت نے بالخصوص اپنی مادرِ وطن کی خدمات اور انتظام حکومت میں پہلے سے بڑھ کر حصہ دار بننے اور سیاسی حقوق حاصل کرنے کے لئے آواز بلند کی۔ ۱۹۰۵ء میں جاپان نے روس کی زبردست فوجوں کو شکست دی تھی۔ جب سے ہندوستانیوں کے دلوں میں آزادی کی تحریک خاص طور پر موجزن ہونے لگی تھی۔ پھر بھی عام طور پر لوگ اپنی سیاسی ترقی کی کوششوں کو قانون کے اندر رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے بعض انقلاب پسند لوگ بھی پیدا ہوگئے۔ انہوں نے جوش میں آکر کہیں کہیں بغاوت اور خونریزی اختیار کی ٭

اس پر لارڈ منٹو اور وزیر ہند نے خوب غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ ہندوستان کو کچھ اصلاحات دی جانی چاہئیں۔ اس

خیال سے نہیں کہ وہ لوگوں کی بغاوتوں سے ڈر گئے تھے۔ بلکہ ان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ملکی نظام کی ترقی کے واسطے ہندوستانیوں کو کچھ حقوق دے دئے جائیں چنانچہ بعض حقوق دئے گئے۔ جن کا ذکر ابھی کیا جائیگا۔ لیکن ساتھ ہی بغاوت بدامنی اور تشدّد کے انسداد کے لئے بھی فوری کارروائیاں عمل میں لائی گئیں۔ مثلاً چند قانون منظور ہوئے۔ جن کے رُو سے اخباروں کو اشتعال انگیز مضامین شائع کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ جلسوں وغیرہ پر پابندیاں عاید کر دی گئیں۔ اور حکومت کے خلاف سازش کے جرائم کے فیصلہ کے لئے عدالتوں کو کامل اختیارات دیدئے گئے۔ جن کی اپیل نہیں ہو سکتی تھی۔ اور قیام امن کے لئے ان قوانین کی ضرورت بھی تھی ✣

مارلے اور منٹو کی اصلاحات ۱۹۰۹ء

پارلیمنٹ نے انڈین کونسلز ایکٹ ۱۹۰۹ء وضع کیا۔ جس سے ۱۸۹۲ء کے ایکٹ میں بھی ترقی ہو گئی۔ نئے قانون سے منشا یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو حکومت کے کاموں میں زیادہ حصّہ دیا جائے۔ وائسرائے کی مرکزی لیجسلیٹو کونسل اور صوبجاتی قانونی کونسلیں از سرِ نو مرتّب کی گئیں۔ ان میں ممبران کا معقول اضافہ کیا گیا۔ منتخب شدہ ممبروں کی تعداد بڑھا دی گئی۔ اور انہیں بحث و مباحثہ کے اختیارات دئے گئے۔ مدراس اور بمبئی کی ایگزیکٹو (انتظامیہ) کونسلوں میں ایک ایک ہندوستانی ممبر کا اضافہ کر دیا گیا۔ اور وائسرائے کی ایگزکٹو کونسل میں بھی ایک ہندوستانی ممبر مقرر کیا گیا۔ یہ ممبر لارڈ سنہا تھا۔ وزیر ہند کی کونسل میں دو نشستیں ہندوستانیوں کے

لئے محفوظ کردی گئیں۔ لیجسلیٹو کونسلوں میں بعض اقلیتوں (تھوڑی آبادی والی جماعتوں) مثلاً مسلمانوں کی نیابت کے لئے اور چائے اور پٹسن کے کارخانہ داروں۔ انڈین چیمبرس آف کامرس اور زمینداروں کے حقوق کی نمائندگی کے لئے بھی انتظام کیا گیا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ ملک کے مختلف فرقوں اور جماعتوں کے حقوق کی حتی المقدور کافی نمائندگی ہو جائے۔ اصلاحات کی یہ پہلی قسط در اصل آئندہ ترقی کا پیش خیمہ تھی۔ مگر اکثر ہندوستانی مدبّروں نے اسے ناکافی قرار دیا۔ اور اس لئے اُن کا اطمینان نہ ہُوا ۔

شہنشاہ ایڈورڈ کی وفات

مئی ۱۹۱۰ء میں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہوگیا۔ جس سے ہندوستانی رعایا کے دلوں پر بڑا صدمہ ہُوا ۔

لارڈ ہارڈنگ دُوم ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۶ء تک

لارڈ منٹو کی جگہ لارڈ ہارڈنگ نومبر ۱۹۱۰ء میں ہندوستان آیا۔ یہ اُس لارڈ ہارڈنگ کا پوتا تھا۔ جس کے زمانہ میں سکھوں کی پہلی جنگ ہوئی تھی۔ نیا وائسرائے اس سے پہلے برطانیہ کے دفتر خارجہ میں کام کر کے اپنی قابلیت۔ خوش خلقی اور ہمدردی کے لئے مشہور ہو چکا تھا ۔

بیرونی معاملات

چین میں انقلاب برپا ہونے کی وجہ سے تبت میں چینی ریزیڈنٹ کے اختیارات ختم ہو گئے اور ۱۹۱۱ء میں پھر دلائی لامہ بحال ہوگیا ۔

لارڈ ہارڈنگ کے عہد کا دوسرا اہم خارجی واقعہ وہ مسئلہ تھا۔ جو جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کی بے بسی اور مظلومی

نے پیدا کر دیا تھا۔ اس وقت وائسرائے نے ہندوستانیوں کے حقوق پر زور دینے کی ہمدردانہ خدمت انجام دی۔ چنانچہ اس کی کوشش سے ستم رسیدہ ہندوستانیوں کے جذبات نے تسکین پائی۔ اور جنوبی افریقہ کے یورپی نوآبادکاروں نے وہاں کی ہندوستانی آبادی اور ان کی جائداد وغیرہ پر پابندی کم کر دیں ۔

جشن تاجپوشی دسمبر ۱۹۱۱ء

دسمبر ۱۹۱۱ء میں شاہ برطانیہ یعنی شہنشاہ ہند جارج پنجم یہاں تشریف لائے۔ تاریخ میں یہ اپنی قسم کا پہلا عظیم الشان واقعہ تھا۔ ملک معظم کی تاجپوشی کی رسم انتہائی شان و شوکت اور جوش عقیدت کے ساتھ دربار دہلی میں ۱۲ دسمبر کو ادا کی گئی۔ اس وقت ہندوستان کی رعایا۔ راجاؤں۔ نوابوں۔ اور رئیسوں نے وفاداری اور اطاعت کا اظہار بڑی سرگرمی سے کیا اور بعض نہایت اہم اعلانات شہنشاہ کی طرف سے کئے گئے۔ یعنی :-

تقسیم بنگال کی تنسیخ کر کے مشرقی بنگال اور بنگال خاص پھر ملا دئے گئے۔ اور انتظام حکومت ایک گورنر کے سپرد ہوا۔ آسام پھر ایک چیف کمشنر کے ماتحت کر دیا گیا۔ بہار اڑیسہ اور چھوٹا ناگپور کو ملا کر ایک نیا صوبہ بنایا گیا۔ اور ہندوستان کا دارالسلطنت کلکتہ سے دہلی میں منتقل کر دیا گیا ۔

نئی دہلی

اب پایہ تخت ہند کے لئے ایک نئی دہلی بسانے کی تجویز کی گئی۔ چنانچہ پہلے تخمینہ یعنی چھ کروڑ روپے سے کہیں زیادہ روپیہ اس کی تعمیر پر صرف ہو چکا ہے اور مغربی وضع کا ایک شاندار شہر تیار ہو گیا ہے ۔

وائسرائے پر بم

جب لارڈ ہارڈنگ دسمبر ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے جدید پایہ تخت دہلی میں داخل ہوئے۔ تو کسی نے چاندنی چوک میں اُن پر بم پھینکا۔ بڑی خیریت ہوئی کہ وہ اور ان کی بیگم سلامت رہے۔ البتہ لارڈ ہارڈنگ کو معمولی زخم آئے اور جلد ہی صحت یاب ہو گئے ؛

جنگ عظیم ۱۹۱۴ء

۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کے ولیعہد کو دوران سیاحت میں سرویا کے کسی باشندے نے قتل کر دیا۔ شہنشاہ آسٹریا کو اس حادثہ سے غیر معمولی صدمہ ہوا۔ اور اس نے سرویا کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ جس نے چند ہی دنوں میں اتنی اہمیت اختیار کر لی کہ دنیا کے بہت کم حصے اس کے تباہ کن اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ ایک طرف جرمنی۔ آسٹریا۔ ترکی۔ بلغاریہ وغیرہ تھے۔ اور دوسری طرف اتحادی تھے۔ جن میں انگلستان۔ فرانس روس۔ اٹلی۔ بلجیم۔ یونان اور دوسری کئی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں شامل تھیں۔ جرمنی نے اس جنگ کے لئے خفیہ طور پر زبردست تیاریاں کی تھیں۔ اور اُسے وثوق تھا کہ اتحادی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ جنگ شروع ہوتے ہی ہندوستان میں عام بغاوت رونما ہو جائیگی۔ اور حکومت برطانیہ ایسی مشکلات میں مبتلا ہو جائے گی کہ ان سے نپٹ نہ سکیگی لیکن اس وقت ہندوستان کا وائسرائے لارڈ ہارڈنگ تھا۔ جس نے اپنے حسن اخلاق اور خوش معاملگی سے ہندوستانیوں کے دلوں پر گویا قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان کے متعلق جرمنی کی تمام توقعات غلط ثابت ہوئیں

اور ہندوستانیوں نے نہایت جرأت اور پامردی کے ساتھ برطانیہ کی حمایت کی۔ یہی نہیں کہ ہندوستان کے کئی لاکھ آدمیوں نے جنگ میں حصّہ لیا۔ بلکہ کثیر روپیہ بھی حکومت کو بطور امداد دیا۔ صرف والیان ریاست کی امداد اور رعایا کے چندوں کا اندازہ پچاس لاکھ پونڈ لگایا جاتا ہے ٭

ہندوستان کے بہادر سپاہیوں نے برطانی افواج کے دوش بدوش مصر۔ فرانس۔ گیلی پولی۔ فلسطین اور عراق میں وہ داد شجاعت دی۔ کہ ملک کا بچّہ بچّہ اُن کے کارناموں پر فخر کرنے لگا۔ اور خود ہندوستانی سپاہیوں کو جو اب تک اپنی ہستی کو فراموش کئے ہوئے تھے۔ اپنی اہمیت اور قدر و قیمت معلوم ہوگئی۔ اور انجام کار انگریزوں اور اُن کے اتحادیوں نے فتح پائی ٭

قانون تحفظ ہند

اگرچہ لارڈ ہارڈنگ کی ہردلعزیزی نے باغیانہ تحریکوں کا بڑی حد تک خاتمہ کر دیا تھا۔ پھر بھی سازش کا کسی قدر عنصر ملک میں موجود تھا۔ جو دورانِ جنگ میں غیر ممالک سے ساز باز کرتا رہا لیکن ان کی سازشوں کا کوئی بُرا نتیجہ نہ نکلا۔ پھر بھی ۱۹۱۵ء میں باغیانہ سرگرمیوں کا خاتمہ کرنے کے لیے "قانون تحفظ ہند" کے نام سے ایک قانون وضع کیا گیا اس کے رُو سے حکّام کو باغیانہ تحریکوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے غیر معمولی اختیارات دیئے گئے ٭

تیئسواں باب

لارڈ چیمسفورڈ

۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۱ء تک

لارڈ چیمسفورڈ
۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۱ء تک

۱۹۱۶ء میں لارڈ ہارڈنگ کے بجائے لارڈ چیمسفورڈ ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہوا جنگ عظیم ابھی پوری شدّت سے جاری تھی - چیمسفورڈ نے آتے ہی جنگی معاملات کی طرف توجہ دی - چنانچہ ہندوستان سے بہت سی فوج اور سامانِ جنگ روانہ کیا - ہندوستان کی وفاداری کا برطانوی حکومت پر اس قدر گہرا اثر ہوا - کہ مسٹر مانٹیگو (Mr. Montagu) وزیر ہند نے ۲۰ - اگست ۱۹۱۷ء کو ایک اعلان کیا کہ ہندوستانیوں کو حکومت کے ہر شعبہ میں شریک ہونیکا بڑا موقع دیا جائیگا - اور ہندوستان کو زیر سایہ برطانیہ رفتہ رفتہ سیاسی اختیارات دے دے کر اس قابل بنا دیا جائیگا کہ وہ انجام کار حکومت خود اختیاری کی ذمّہ داریوں کو سنبھال سکینگے ٭

یہ اعلان اس وقت تک اپنی قسم کے باقی سب اعلانات سے زیادہ اہم تھا - کیونکہ اس سے برطانیہ کی ہندوستانی پالیسی بالکل بدل گئی ٭

مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ

اس اعلان کو کامیاب بنانے اور اس

کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے مانٹیگو وزیر ہند خود ہندوستان آیا۔ اور اس نے یہاں کے ہر طبقہ کے ذمہ دار آدمیوں سے مل کر اور وائسرائے ہند سے مشورہ کرکے ۸۔ جولائی ۱۹۱۸ء کو ایک مشترکہ رپورٹ شائع کی۔ جسے "مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ" کہتے ہیں۔ اس کی بنا پر پارلیمنٹ نے حکومت ہند کے لئے ایک نیا قانون بنام گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء وضع کیا۔ اس کے رو سے ہندوستانیوں کو گورنری کا عہدہ بھی ملنے لگا۔ چنانچہ لارڈ سنہا صوبہ بہار کا گورنر مقرر ہوا۔ یہ سب سے پہلا ہندوستانی گورنر تھا۔

کانگرس کا مطالبہ

ہندوستان کی مشترکہ قومی انجمن یعنی انڈین نیشنل کانگرس مانٹیگو اور چیمسفورڈ اصلاحات سے مطمئن نہیں ہوئی۔ اُس نے اپنے ۱۹۱۸ء کے اجلاس میں ان اصلاحات کو مایوس کن اور غیر تسلی بخش قرار دیا۔ اور ہندوستان کے لئے سوراج کا مطالبہ کیا۔

رولٹ کمیشن

ہندوستان کی باغیانہ تحریکات کی تفتیش اور ان کے انسداد کی تدابیر پر غور کرنے کے لئے زیر صدارت جسٹس رولٹ (Rowlatt) ایک کمیشن متعین کیا گیا۔ اس نے مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ کی اشاعت کے کچھ ہی دنوں بعد اپنی رپورٹ اور سفارشات شائع کر دیں۔ ان کی بنا پر مارچ ۱۹۱۹ء میں ایک قانون رولٹ ایکٹ کے نام سے منظور کیا گیا۔ اس رو سے حکومت کو باغیانہ سرگرمیوں کا فوری انسداد کرنے کے لئے غیر معمولی اختیارات مل گئے۔ مگر اس کے خلاف تمام ہندوستان میں ایک شور مچ گیا۔

مارشل لاء

ملک میں سب جگہ بے چینی کی لہر دوڑ گئی - چونکہ پنجاب میں اس قانون کے خلاف سب سے زیادہ سرگرمی کا اظہار کیا جا رہا تھا - اور کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی بغاوتیں سی رونما ہوئی تھیں - اس لئے اپریل ۱۹۱۹ء میں لاہور - امرتسر - لائل پور - گوجرانوالہ اور گجرات کے اضلاع میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا ؛

تحریک عدم تعاون

اسی اثنا میں ایک اور واقعہ پیش آگیا جس کا تعلق خاص مسلمانوں سے تھا یعنی جنگ عظیم کے بعد ترکی کے ساتھ جو شرائط طے ہوئیں - ان سے ہندوستان کے مسلمان بالکل مطمئن نہیں تھے - اور ان میں خلیفۃ المسلمین کی حیثیت کو برقرار کرانے کے لئے سخت اضطراب پیدا - اور ایک تحریک بنام تحریک خلافت جاری ہو گئی - اس کے علاوہ ہندوستان کے تمام فرقوں کے بعض لوگوں میں تحریک عدم تعاون بھی جاری ہو گئی ؛

مہاتما گاندھی اور علی برادران نے ان دونو تحریکوں کی رہنمائی شروع کی - عوام کو تلقین کی گئی کہ انگریزی حکومت کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کریں - ولایتی کپڑے کا استعمال ترک کر دیں - سرکاری ملازمتیں چھوڑ دیں - کونسلوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے - خطابات واپس کر دئے جائیں - سرکاری عدالتوں کے ذریعہ چارہ جوئی نہ کی جائے - اور مدرسوں میں حکومت سے کوئی امداد نہ لی جائے ؛

افغانستان کی تیسری جنگ ۱۹۱۹ء

جنگ عظیم کے زمانہ میں امیر حبیب اللہ خان غیر جانبدار رہا تھا - اُس نے جرمنی اور

ترکی کے وفد کو ناکام واپس کر دیا تھا۔ امیر حبیب اللہ کا یہ فعل اُس کی افغان رعایا کو پسند نہ آیا۔ اور انہوں نے سازش کر کے اسے قتل کر دیا۔ اب اس کا چھوٹا بیٹا امان اللہ خاں کابل کا امیر ہوا۔ چونکہ امان اللہ خاں نے اپنے چچا نصر اللہ خان کو حبس دوام کی سزا دے دی تھی۔ اور افغانستان کے مُلّا اُس کے حامی تھے۔ اور عوام پر ان لوگوں کا بہت اثر تھا۔ اس لئے ملک میں شورش کے آثار پیدا ہوگئے۔ امان اللہ خاں نے اس اندرونی شورش کو دبانے کے لئے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ تاکہ افغانوں کی توجہ اندرونی جھگڑوں کی طرف سے ہٹ کر انگریزوں کی طرف پھر جائے ٭

مئی ۱۹۱۹ء میں امیر کی فوجوں نے انگریزی علاقہ پر حملہ کر دیا۔ انگریزی افواج بھی مقابلہ کے لئے بڑھیں۔ اور ڈکہ پر قبضہ کر لیا۔ انگریزی ہوائی جہازوں نے کابل اور جلال آباد پر بم گرائے۔ شمال میں انگریزوں کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ لیکن جنوب میں وہ کامیاب نہ ہوئے۔ مشہور افغانی جرنل نادر خاں نے تھل پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد صلح کی گفتگو شروع ہوگئی۔ اور جنگ کا خاتمہ ہوگیا ٭

۸۔ اگست ۱۹۱۹ء کو راولپنڈی میں صلح نامہ مرتب ہوا۔ اس کے رُو سے افغانستان کامل طور پر خود مختار حکومت تسلیم کر لیا گیا۔ انگریزوں کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے امیر افغانستان کو انگریز جو وظیفہ دیا کرتے تھے۔ بند کر دیا گیا۔ شاہ افغانستان کو دوسری سلطنتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہوگیا۔ انگریزوں نے افغانستان کی خارجی پالیسی پر

قابض ہونے کے عوض میں جو رعائتیں امیر افغانستان کو دے رکھی تھیں۔ اب واپس لے لیں۔ مثلاً اب شاہ افغانستان کو ہندوستان کے راستہ سے سامان حرب منگوانے کا حق باقی نہیں رہا۔ مگر افغانستان اپنے اندرونی اور بیرونی دونو معاملات میں بالکل آزاد ہوگیا ہے ؞

نئی یونیورسٹیاں

اگرچہ لارڈ چیمسفورڈ کے عہد حکومت میں جنگ یورپ اور جنگ افغانستان کی مصروفیتوں کی وجہ سے کسی دوسرے مسئلہ کو توجہ دینا بہت دشوار تھا مگر اس کے باوجود لارڈ چیمسفورڈ نے ہندوستان میں دو نئی یونیورسٹیاں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ اور ڈھاکہ یونیورسٹی قائم کر کے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیا ؞

اپریل ۱۹۲۱ء میں لارڈ چیمسفورڈ کے عہدہ کی مدت ختم ہوگئی اور وہ انگلستان واپس چلا گیا ؞

قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء

یہ مشہور و معروف قانون حکومت ہند کی آئینی ترقی یا یوں کہیں کہ نظام حکومت ہند کے آئین ترکیبی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے پارلیمنٹ برطانیہ نے اہل ہند کو اپنے ملک کی حکومت میں نہایت شاندار حصہ دیا۔ بلکہ ایک پہلو سے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حکومت ہند ایک خاص حد تک جمہوری حکومت بنا دی گئی۔ یعنی وہ حکومت جس میں عام اہل ملک کے نمائندے مجالس قانون ساز اور مجالس انتظامیہ میں کام کریں۔ اس قانون پر عملدرآمد کا آغاز ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ اس کے رو سے قرار پایا کہ :-

(۱) وائسرائے کی قانون ساز مجلس جو پہلے امپیریئل لیجسلیٹو کونسل کہلاتی تھی۔ اب آئندہ انڈین لیجسلیچر کہلائے۔ اور اس کے دو حصّے ہوں۔ ایک "کونسل آف سٹیٹ" یعنی شاہی کونسل اور دوسری "لیجسلیٹو اسمبلی" یعنی مجلس قانون ساز مرکزی اسمبلی ؛

(۲) اسمبلی کے ممبروں کی تعداد ۱۴۳ مقرر کی گئی۔ ان میں سے ۱۰۳ کو عام رعایا کے رائے دہندگان خود انتخاب کرتے ہیں۔ اور ۴۰ کو وائسرائے خود چُنتا ہے۔ یہ ممبر زیادہ تر حکومت کے اعلےٰ افسروں اور انتظامیہ کونسل کے ممبروں اور غیر سرکاری سرکردہ لوگوں پر مشتمل ہوتے ہیں ؛

(۳) کونسل آف سٹیٹ کے ساٹھ ممبر مقرر ہوئے۔ ۳۳ کو حسب قاعدہ مذکورہ بالا رعایا انتخاب کرتی ہے اور ۲۷ کو وائسرائے چنتا ہے ؛

(۴) اسمبلی اپنا صدر (پریذیڈنٹ) اپنے ایک ممبر کو دیگر ممبروں کی کثرت رائے سے انتخاب کرتی ہے۔ اور کونسل آف سٹیٹ کا صدر وائسرائے چنتا ہے۔ مگر اسی کونسل کے ممبروں میں سے ؛

(۵) کونسل آف سٹیٹ کی مدتِ زندگی پانچ سال اور اسمبلی کی تین سال ہوتی ہے۔ مگر ضرورت ہو تو وائسرائے اس کی توسیع کرنے کا مجاز ہے ؛

(۶) یہ دونو مجلسیں ملک بھر کے لئے نئے قوانین بناتی ہیں۔ اور انتظامیہ کونسل کے کام کی ایک خاص حد تک نگرانی کرتی ہیں

(۷) وائسرائے کو اختیار حاصل ہے کہ اگر چاہے تو ضروریات ملکی اور قیام امن وغیرہ کی خاطر کسی قانون کو مسترد کردے یا کونسلوں کی مرضی کے بغیر ہی کوئی ہنگامی قانون جسے (Ordinance.)

آرڈیننس کہتے ہیں - چھ ماہ کے لئے جاری کر دے ؛
(۸) والسرائے کی انتظامیہ کونسل (ایگزیکٹو کونسل) میں ہندوستانی ممبروں کی تعداد میں بقدر تین اضافہ کیا گیا - اور حکومت کے کاروبار کو کئی مختلف محکموں میں منقسم کر کے ایک ایک ممبر کو خاص خاص محکموں کا کام تفویض کیا گیا - عام حالتوں میں ہر ممبر اپنے محکموں کا کام خود کرتا ہے - مگر اہم معاملات والسرائے کی اس انتظامیہ کونسل میں پیش ہوتے ہیں - اور ان کے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے - مگر یہاں بھی والسرائے اس امر کا پابند نہیں کہ کونسل کی کثرت رائے پر عمل کرے ؛ والسرائے اور اس کی ایگزیکٹو کونسل کو "گورنر جنرل معہ کونسل" کہتے ہیں - اور انتظامیہ امور کی نسبت جن احکام کا فیصلہ کیا جاتا ہے "گورنر جنرل معہ کونسل" کے نام سے جاری کئے جاتے ہیں ؛

انتظامیہ کونسل کے لئے لازم ہے کہ اس کے ممبر آٹھ سے کم نہ ہوں - اور نہ بارہ سے زیادہ - اور ہر حالت میں تین ممبر ضرور ہندوستانی ہوں ؛

(۹) انتظامیہ کونسل کے ممبر جن محکموں کا انتظام کرتے ہیں ان میں سے زیادہ اہم حسب ذیل ہیں :-

(۱) محکمۂ خارجہ کا انتظام گورنر جنرل نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے - یعنی بیرونی حکمت عملی - سرحدی قبائل اور ہندوستانی دیسی ریاستیں ؛

(۲) ہوم ڈیپارٹمنٹ - ملک کے اندرونی انتظامات اور صوبجاتی حکومتوں کے کاروبار کی نگرانی - اس کا ذمہ دار ہوم ممبر ہے ؛

اسی طرح (۳) مالگذاری اور زراعت - انسداد قحط۔ رفاہ عام کی تعمیرات (۴) تجارت اور صنعت و حرفت۔ (۵) محکمۂ قانون - برائے تدوین و تشریح قانون (۶) محکمۂ فوج۔ (۷) محکمۂ تعلیم - (۸) محکمہ مالیات وغیرہ - سب کے لئے الگ الگ ممبر ہیں ÷

(۱۰) غرض حکومت ہند چار قسم کے افسروں کے تحت میں ہے (۱) وائسرائے - (۲) ایگزیکٹو کونسل - (۳) کونسل آف سٹیٹ اور (۴) لیجسلیٹو اسمبلی - مگر سب کا حاکم اعلےٰ وائسرائے ہے - جو خود وزیر ہند یعنی سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا کے ماتحت ہے - یہ وزیر ہند انگلستان میں رہتا ہے - اور وہاں کی انتظامیہ حکومت یا کابینہ (Cabinet) کا ایک ممبر ہے - اور ہندوستانی معاملات کے لئے وزیر اعظم کے سامنے جواب دہ ہے ÷

(۱۱) صوبجاتی حکومتوں کو پہلے کی نسبت زیادہ اختیارات دیدئے گئے ہیں - اور اب ان کو ایک خاص حد تک مرکزی حکومت سے آزادی مل گئی ہے ÷

(۱۲) ہر صوبہ ایک گورنر کے ماتحت رکھا گیا ہے - جس کی امداد دو کونسلیں کرتی ہیں - یعنی (۱) ایگزیکٹو کونسل - اور (۲) لیجسلیٹو کونسل یعنی قانون ساز مجلس ÷

(۱۳) قانون ساز مجلس میں زیادہ سے زیادہ بیس فی صدی ممبروں کو گورنر حکومت کے ملازمین میں سے مقرر کرتا ہے - اور کم سے کم ستر فیصدی ممبروں کو رعایا کے رائے دہندگان چنتے ہیں - باقی دس فی صدی

کے قریب غیر سرکاری ممبر ہوتے ہیں۔ جنہیں گورنر مقرر کرتا ہے ❊

(۱۴) انتظامیہ کونسل کے ممبران کو ملک معظم مقرر فرماتے ہیں مگر انتظام کے لیئے نہ صرف انتظامیہ کونسل کام کرتی ہے بلکہ اس کے علاوہ وزیر بھی ہوتے ہیں۔ جو انتظامیہ کونسل کے ممبر نہیں۔ بلکہ براہ راست گورنر کے ماتحت ہوتے ہیں انتظام کے اس طریق کو ڈائیآرکی (Diarchy) کہتے ہیں چنانچہ تمام محکمے دو حصوں میں تقسیم کیئے جاتے ہیں۔ یعنی محکمہ جات مخصوصہ اور محکمہ جات منتقلہ۔ پہلے قسم کے محکمے کا نام انتظامیہ کونسل کے ممبروں کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم کے محکموں کا انتظام وزیر کرتے ہیں ❊

(۱۵) وزیروں کے متعلق لازم ہے کہ گورنر ان کو ان ممبروں میں سے چنے جنہیں عام رعایا کے رائے دہندگان نے منتخب کیا ہے ❊

(۱۶) محکمہ جات مخصوصہ کے متعلق انتظامیہ کونسل کے اختیارات وزیروں کی نسبت بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ اس کونسل کو قانون ساز مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا پڑتا۔ لیکن اس کے خلاف وزیروں کا یہ حال ہے کہ یہ اپنے ہر کام کے لئے لیجسلیٹو کونسل (قانون ساز مجلس) کے لئے جوابدہ ہیں۔ چنانچہ یہ مجلس چاہے تو کثرت رائے کے ساتھ فیصلہ کر کے کسی وزیر کو استعفا دینے پر مجبور کر دے ❊

(۱۷) حفظ امن۔ پابندی قانون۔ پولیس۔ مالیات۔ مالگزاری وغیرہ محکمہ جات مخصوصہ میں شامل ہیں ❊

(۱۸) تعلیم - مقامی حکومت خود اختیاری (لوکل سیلف گورنمنٹ) صحت عامہ - زراعت اور صنعت و حرفت وغیرہ محکمہ جات منتقلہ میں شامل ہیں ؛

(۱۹) رائے دہندگی کے حق کے لئے خاص شرطیں مقرر کر دی گئی ہیں ؛

(۲۰) الغرض یہ امر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے - کہ قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء کے ذریعے انگریزوں نے یقیناً بہت سے اختیارات متعلقہ حکومت ہندوستانیوں کو دے ڈالے - اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان اختیارات نے اُن کو کامل حکومت خود اختیاری تو نہیں دی - مگر اس کی ایک معقول بلکہ زبردست قسط ضرور دے دی ؛

لارڈ ریڈنگ ۱۹۲۶-۲۱ء

لارڈ چیمسفورڈ کی جگہ لارڈ ریڈنگ ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہوا - وہ انگلستان کی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس رہ چکا تھا - اور اپنی قابلیت - دانشمندی اور تدبر کے لئے خاص طور پر شہرت رکھتا تھا - وہ ایسے وقت ہندوستان کا وائسرائے بنایا گیا تھا - جب ملک میں انگریزی حکومت کے خلاف جذبات پھیلے ہوئے تھے اور تحریکِ عدم تعاون نہایت زوروں پر تھی - غالباً پارلیمنٹ نے ایسے نازک وقت میں لارڈ ریڈنگ کو اسی لئے ہندوستان کا وائسرائے بنایا کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور دور اندیشی سے کام لے کر اس تحریک پر فتح پائے - چنانچہ لارڈ ریڈنگ نے نہایت دانشمندی کے ساتھ حکومت کی - اور انجام کار تحریکِ ترک موالات کا خاتمہ ہو گیا ؛

پرنس آف ویلز کی تشریف آوری

لارڈ ریڈنگ کے ابتدائی دور یعنی نومبر ۱۹۲۱ء میں شہزادہ ویلز ہندوستان تشریف لائے - رعایا نے انکا استقبال کیا - اور ان کے آنے پر طرح طرح کے جلسے منعقد کئے گئے ؛

موپلوں کی بغاوت

اسی زمانہ میں ہندوستان کے جنوبی مغربی ساحل پر موپلوں نے بغاوت کر دی - اس کو فوجی طاقت سے دبا دیا گیا - اور بہت سے موپلے گرفتار کر کے جزائر انڈمان بھیج دئے گئے ؛

تخفیفِ مصارف کی کمیٹی

لارڈ ریڈنگ کے عہد میں حکومت ہند کے مصارف میں تخفیف کرنے کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی - اس کے صدر لارڈ انچکیپ (Lord Inchcape) تھے - اس نے حکومت کے مختلف محکموں اور شعبوں کے مصارف کی کافی تحقیق کی - اور اپنی رپورٹ میں افواج ہند اور دفاترِ حکومت ہند وغیرہ کے مصارف میں تخفیف کرنے کی سفارش کی ؛

چوبیسواں باب

لارڈ ارون

۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۱ء تک

لارڈ ریڈنگ کے بعد ۱۹۲۶ء میں لارڈ ارون ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوا۔ شرافت، ملنساری اور تدبر ملکی کے علاوہ اس کی طبیعت کا خاص جوہر یہ تھا کہ بڑا غریب نواز واقع ہوا تھا۔ وہ انگلستان میں قدامت پسند فریق کنسرویٹو پارٹی (Conservative Party.) کا ایک لائق رکن تھا اور حکومت کے نظم و نسق کے مختلف شعبوں میں اکثر اوقات اپنی کارکردگی کا ثبوت دے چکا تھا۔ جب جنگ عظیم (۱۸-۱۹۱۴ء) کے بعد یورپ میں یونان اور ترکی کے مابین جنگ ہوئی تو لارڈ ارون نے حکومتِ برطانیہ کو غیر جانبدار (نیوٹرل .Neutral) رہنے کا مشورہ دیا۔ اور اس طرح گویا ہندوستان کی رائے عامہ کی بھی نمائندگی اور تائید کی۔

زراعتی کمیشن

لارڈ ارون ایک اعلےٰ درجہ کا ماہر زراعت تھا اور ہندوستان میں آنے سے پہلے حکومت برطانیہ میں وزیر زراعت کے عہدے پر مامور رہ چکا تھا۔ اسے ہندوستان جیسے زراعتی ملک کی زراعتی ترقی اور کسانوں

اور طبقہ غربا کے سود و بہبود کے علاوہ دوسرے لوگوں کی بہتری کا بھی خاص خیال تھا۔ اسی خیال کو اس نے عمل کا لباس یوں پہنایا کہ ایک "شاہی زراعتی کمشن" (رائل کمشن ان ایگریکلچر Royal Commission on Agriculture.) مقرر کیا۔ کمشن نے زراعت کے متعلق بڑی تن دہی اور غور و فکر سے تحقیقات کی۔ اور ہندوستان میں ترقیِ زراعت کے وسائل پر ایک رپورٹ ۱۹۲۸ء میں پیش کی ٭

لارڈ اروِن کی حکومت نے کمشن کی اکثر سفارشات منظور کیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں "جماعت شہنشاہی برائے تحقیقات زراعت" (امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ Imperial Council of Agricultural Research.) قائم کی۔ اور اس کا فرض منصبی یہ ٹھیرایا کہ ہندوستان کے جملہ حالات متعلقہ کو مدنظر رکھ کر اور اس ملک کی زراعتی کیفیت کی تحقیقات کرنے کے بعد ایسے عملی طریقوں کی سفارش کرے۔ اور ان کو کامیاب بنانے کی راہ دکھائے۔ جس سے ہندوستان کی زرعی پیداوار کو اوصاف اور مقدار ہر دو لحاظ سے ترقی ہو۔ اور زراعت پیشہ آبادی خوشحال ہو۔ اس کے علاوہ سلطنتِ برطانیہ کے دیگر ملکوں کے اندر جو زراعتی ترقی کا کام ہو رہا ہے۔ اُس کے اور ہندوستان کے اسی قسم کے کام کے مابین باہمی رابطہ (کوآرڈی نیشن Co-ordination) اور تعاون پیدا کرے۔ اور سب کو ایک دوسرے کے لئے مفید بنانے کے کارگر وسیلے سوچے۔ یہ کونسل جب سے اب تک اپنا کام بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے کر رہی ہے۔ اور اس کی ہستی ہندوستان کے

لئے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے ۔

افغانستان میں انقلاب ۱۹۲۹ء

امیر امان اللہ خاں انگریزوں کے ساتھ صلح کرنے کے بعد اپنے ملک میں بڑی عمدگی اور رعایا پروری سے حکومت کرنے لگا - اس کی یہ خواہش تھی کہ جہاں تک ہو سکے اور پھر جس قدر ہو سکے اپنے پس رو ملک کو یورپ کی ولایتوں کا ہم پلہ بنائے - اس نے یورپ کا سفر بھی اسی غرض سے کیا کہ وہاں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یورپ کے مہذب اطوار اپنے ہاں جاری کرے - سفر یورپ کے دوران میں امان اللہ خاں کے ہمراہ اس کی ملکہ ثریا بیگم بھی تھی اس نے یورپ جا کر پردہ اٹھا دیا - جب یہ خبر افغانستان آئی تو افغان رعایا بہت ناخوش ہوئی - بہر حال امان اللہ خان نے واپس آکر بہت سی آئینی اور سیاسی ، مالی اور تعلیمی اور معاشرتی اصلاحات جاری کیں - مگر ان میں عورتوں کو پردہ ترک کرنے کی اجازت اور ترک پردہ کی حوصلہ افزائی شامل تھی - نیز بعض صورتوں میں یورپی لباس پہننے کا حکم دیا گیا ان دو امور کو رعایا نے عام طور پر بُرا سمجھا اور بالخصوص دینی رہبروں اور ملاؤں نے ان احکام کے خلاف لوگوں کو بہت بھڑکایا اور کہا کہ یہ نئی باتیں قانون اسلام کے خلاف ہیں - اس پر ایک گروہ سازش کرنے والوں کا پیدا ہو گیا - اور ایک شخص حبیب اللہ خاں عرف "بچہ سقہ" جو پہلے ڈاکو تھا اس کی سرکردگی میں بغاوت ہوئی - امان اللہ خان تاج و تخت سے دستبردار ہوا اور اسے افغانستان سے بھاگ کر یورپ

میں پناہ لینی پڑی۔ بچہ سقہ شاہ افغانستان بن گیا۔ مگر اس کی حکومت چند ماہ سے زیادہ دیر پا نہ رہی۔ جنرل نادر خاں جس نے اس سے پہلے افغانستان کے حق میں بڑے کارہائے نمایاں کئے تھے۔ یورپ سے آیا اور افغانوں کا ایک لشکر لے کر کابل پر چڑھ دوڑا۔ بچہ سقہ نے شکست کھائی۔ اور وہ ہلاک کیا گیا۔

اب نادر خاں نے نادر شاہ کے لقب سے خود افغانستان کا تخت سنبھالا۔ امان اللہ خاں کے جن احکام سے لوگ ناراض تھے ان کو منسوخ کیا۔ اور ایک نہایت اچھی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ تھوڑے عرصے کے بعد نادر شاہ ایک افغان کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کا بیٹا ظاہر شاہ تخت نشین ہوا۔ وہی آج کل (۱۹۳۸ء) افغانستان کا حکمراں ہے۔ اور اس کی حکومت کے ماتحت ملک ترقی کی راہ پر تیز گام ہے۔

تاریخ ہندوستان شاہد ہے کہ ہمارے ملک کی حکومت کو ہمیشہ سے اپنے ہمسایہ افغانستان کے کوائف سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ مذکورہ تغیر و تبدل کے دوران میں حکومت برطانیہ اور حکومت ہند بالکل غیر جانبدار رہیں۔ اور آج کل حسب معمول ہندوستان اور افغانستان کے مابین سیاسی اور تجارتی تعلقات خوشگوار ہیں۔

جنوبی افریقہ میں ہندوستانی وفد

براعظم افریقہ کے چند جنوبی علاقے بھی "برٹش کامن ویلتھ آف نیشنز" (British Commonwealth of Nations.) "سلطنت مشترکہ اقوام برطانیہ" میں شامل ہیں

یہ سب مجموعی طور پر دیونین آف ساؤتھ ایفریقہ (Union of South Africa.)۔ مملکت متحدہ جنوبی افریقہ" کہلاتے ہیں۔ یہاں بہت سے ہندوستانی نوآباد کار بھی بود و باش رکھتے ہیں۔ اور مختلف پیشوں کے وسیلے سے روزی کماتے ہیں۔ لارڈ ارون کے وقت میں ان لوگوں اور یونین کے یورپی باشندوں کے مابین تعلقات جو ایک مدت سے خراب چلے آتے تھے۔ بد سے بدتر ہونے لگے۔ کیونکہ ہندوستانیوں کے اکثر و بیشتر سیاسی اور اقتصادی حقوق محفوظ نہ تھے۔ ان لوگوں نے ہندوستان کی حکومت کی خدمت میں اپنی شکایات پیش کیں۔ اس پر لارڈ ارون نے فیصلہ کیا کہ حکومت ہند اپنے چند سرکردہ مدبرین کا ایک وفد (ڈیپوٹیشن .Deputation) جنوبی افریقہ بھیجے۔ اور ہندوستان کے مندوبین ڈیلیگیٹ (.Delegates) وہاں جاکر حکومت یونین کے نمائندوں کے ساتھ رو در رو گفتگو کرکے کسی خوشگوار نتیجہ پر پہنچیں + پس گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل (Executive Council) "مجلس منتظمہ" کے ایک ممبر سر محمد حبیب اللہ کی سرکردگی میں سات ارکان کا ایک وفد بھیجا گیا اور ہر دو ممالک کے ڈیلیگیٹوں کی ایک کانفرنس شہر کیپ ٹاؤن (.Cape Town) میں منعقد ہوئی۔ جو ۱۷ دسمبر ۱۹۲۶ء سے ۱۱ جنوری ۱۹۲۷ء تک بحث کرتی رہی۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ ہر دو حکومتوں کے نمائندوں نے چند سفارشات منظور کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آگے چل کر ان کی بنا پر ہندوستان اور یونین آف ساؤتھ افریقہ نے ایک عہدنامہ باہمی کر لیا۔ اس کے رو سے منجملہ دیگر امور

قرار پایا کہ :-

(۱) ہردو حکومتیں اس امر کو تسلیم کرتی ہیں کہ یونین آف ساؤتھ افریقہ کی گورنمنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ ہر جائز طریق سے اپنی مملکت کے اندر مغربی طرز زندگی کو مروج کرے ۔

(۲) یونین کی حکومت اپنی مملکت کے تمام ان ہندوستانی باشندوں کو مغربی طرز زندگی اختیار کرنے کی اجازت دیگی جو اسے پسند کریں اور اختیار کرنا چاہیں ۔

(۳) یونین کی حکومت ان تمام ہندوستانیوں کو جنوبی افریقہ سے ترک وطن کرنے میں مدد دیگی - جو افریقہ چھوڑنا چاہیں ۔

(۴) اسی طرح حکومت ہند بھی واپس آنے والے ہندوستانیوں کی مدد کریگی ۔

(۵) مندرجہ بالا امور میں کامیابی حاصل کرنے میں یونین کی امداد کے لئے حکومت ہند اپنا ایک نمائندہ مقرر کریگی جو افریقہ میں رہیگا اور وہاں کے ہندوستانیوں کے حقوق کا نگراں بھی ہوگا ۔

ان کے علاوہ چند دوسری شرائط تھیں - ہندوستان کا نمائندہ مقرر کیا گیا جواب بھی کیا جاتا ہے - اس عہدنامہ کے بعد تعلقات باہمی کا میلان بہتری کی صورت اختیار کرنے کی جانب ہونے لگا ۔

لارڈ اروِن اور سیاسی بے چینی

لارڈ اروِن ایسے وقت میں ہندوستان کا گورنر بنا کہ یہاں سیاسی ہیجان و اضطراب زوروں پر تھا - اور ہندوستان کے

لوگ زیادہ سے زیادہ حکومت ذمہ دار کے طلبگار تھے - اور
یوں بھی ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے مابین فرقہ دار
کشیدگی موجود تھی - جس کے سبب آئے دن بلوے تک ہو جاتے
تھے اور سر پھوڑنے کی نوبت پہنچتی تھی - حکومت برطانیہ نے
لارڈ ارون جیسے کہنہ مشق مدبر اور کاروبار ملکی کے ماہر کو
اسی لئے انتخاب کیا تھا کہ وہ اپنی تدبیر و حکمت و دانش سے
ہندوستان کی گتھی سلجھائیگا - چنانچہ اس نے اس معاملہ میں
دیانتداری اور دور اندیشی سے کام کیا - اور اس کی کوششیں
کچھ نہ کچھ کامیاب بھی ہوئیں ۔

جدید آئینی اصلاحات کا آغاز

ہم دیکھ چکے ہیں کہ قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء
کے روسے برطانوی پارلیمان نے ہندوستان میں ایک معقول
حد تک ذمہ دار یا نیابتی حکومت قائم کی - جس کا عمل دخل
۱۹۲۱ء سے ہوگیا - اس کے بعد حکومت اختیاری کی اس سے
بھی بڑھ کر قسط قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے رو سے
دی گئی - واضح ہو کہ یہ قانون یکلخت وضع نہیں ہوا - بلکہ یہ جدید
آئینی اصلاحات طویل مباحثات کا نتیجہ تھیں - اور لارڈ ارون
کے زمانہ میں ہی ان کا آغاز ہوگیا - پھر یہی کام لارڈ ارون
کے جانشین لارڈ ولنگڈن (Lord Willingdon.) ۱۹۳۱-۳۶ء
کے عہد میں بھی ہوتا رہا - اس طرح سات آٹھ برس کی مدت
میں یہ سارا معاملہ طے ہوا - اور انجام کار موجودہ گورنر جنرل
لارڈ لنلتھ گو (Lord Linlithgow.) کے دور حکومت کو
جب قریباً ایک سال ہو گیا تو یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو صوبائی

حکومتوں میں قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کا نفاذ عمل میں آیا
اس طرح قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء کی جاری کردہ اصلاحات
کا دور دورہ سولہ سال کے قریب رہا ٭

قانون انسداد شادی صغرسنی

لارڈ ارون کے دور حکومت میں مجلس وضع قوانین مرکزی (لیجسلیٹو اسمبلی) (Legislative Assembly.) کے ایک
ممبر مسٹر ہر بلاس سارداؔ نے چھوٹی عمر میں شادی کرنے
کے برے رواج کی روک تھام کے لئے ایک مسودہ قانون
پیش کیا - جو وضع کیا گیا اور ساردا چائیلڈ میرج
ایکٹ (Sarda Child Marriage. Act.) کے نام سے
مشہور ہوا - اس کے رو سے قرار پایا کہ شادی کے وقت
لڑکے کی عمر کم سے کم اٹھارہ برس اور لڑکی کی عمر کم سے
کم چودہ برس ہو - اور جو شخص قانون کی خلاف ورزی
کرے سزا پائے - اہل ہنود نے عام طور پر اس قانون کا
خیر مقدم کیا - کیونکہ ان کے ہاں اس رسم کا رواج بہت عام
تھا اور معاشرتی مصلحتیں مدتوں سے اس کا انسداد چاہتی
تھیں - مسلمانوں میں شادی صغرسنی کی مثالیں شاذ و نادر ہی دیکھنے
میں آتی تھیں - انھوں نے قانون پر اعتراض کیا اور کہا - کہ
قانونِ اسلام یعنی شریعت سے ان کو اس کی اجازت حاصل ہے
چنانچہ لارڈ ارون سے درخواست کی کہ ہمیں مستثنےٰ قرار دیا
جائے - مگر اس نے انکار کر دیا - بہر حال اس قانون کو ہندوستان
میں معاشرتی اصلاح کی زنجیر کی ایک زبردست کڑی تصور
کرنا چاہیئے اور لارڈ ارون کے عہد کے لئے ایک قابلِ فخر

واقعہ ✤

لارڈ اروِن کی سیاسی حکمت عملی

چونکہ لارڈ اروِن کے عہد میں ملک کے اندر سیاسی شورش برابر جاری رہی - جس نے کبھی سول نافرمانی کبھی عدم ادائیگی ٹیکس - کبھی سنئیہ گرہ اور بعض موقع پر تشدد (ٹیررازم .Terrorism) کی صورت اختیار کی - اس لئے حکومت رائج الوقت بذریعہ قانون کے فرض اولین یعنی ضبط و نظم و امن کے قیام کے لئے لارڈ اروِن کی حکومت نے سخت گیر قوانین وضع کئے ✤

مگر اس کے پہلو بہ پہلو یہ بھی قرار پایا کہ ہندوستان کے اندر ۱۹۱۹ء کے قانون سے کہیں بڑھ کر ذمہ دارانہ (.Responsible) یا نیابتی (Representative) یا خود مختار حکومت (.Self Government) قائم کی جائے - پس ایک طرف سخت قانون اپنا کام کرتے اور شورش کو دباتے رہے - تو اس عمل کے عین متوازی دوسرا عمل یہ بھی ہوتا رہا کہ آئینی اصلاحات کی توسیع کی تدبیر کی جاتی رہی ✤

ہنگامی قوانین آرڈی نینس (.Ordinance)

مذکورہ سخت قوانین بالعموم وائسرائے کے ذاتی اختیارات کی بنا پر وضع کئے گئے - ایسے قانون جو مجلس واضع قوانین کے ذریعہ سے بنائے نہ جائیں - صرف ایک مقررہ میعاد کے لئے ہوتے ہیں - اور اسی سبب سے آرڈی نینس یا "ہنگامی قوانین" کہلاتے ہیں - لارڈ اروِن کے زمانہ میں اس قسم کے قوانین سیاسی شورش اور سیاسی جرائم کے

مجرموں کو سزا دینے کے لئے بنائے گئے ۔

قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کی جانب پہلا قدم یعنی سائیمن کمشن

۱۹۱۹ء کے قانون میں ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا گیا تھا ۔ کہ نفاذ قانون کے دس برس بعد پارلیمان برطانیہ ایک کمشن مقرر کرے جو اصلاحات ۱۹۱۹ء کے عملدرآمد کی تحقیقات کے بعد ان میں ترقی بالتغیر و تبدل کی سفارش کرے ۔ چنانچہ اصل وقت سے پہلے ہی یعنی ۱۹۲۷ء میں انگلستان کے ایک مشہور اور قابل مدبر سر جان سائیمن (Sir John Simon.) کی صدارت میں ایک کمشن جس میں صرف انگلستان کے مدبرین تھے مقرر کی گئی ۔ چونکہ اس میں ایک بھی ہندوستانی نہیں تھا اس لئے ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگرس نے کمشن کے مقاطعہ (بائیکاٹ Boycott) کا فیصلہ کیا ۔ اور کمشن کے خلاف مظاہرے کئے مگر ہندوسبھا اور مسلم لیگ اور قریباً سب صوبائی حکومتوں نے کمشن کو تحقیقات میں مدد دی ۔ سائیمن کمشن نے اکتوبر ۱۹۲۸ء سے مارچ ۱۹۲۹ء تک ہندوستان کا دورہ کیا ۔ شہادتیں قلمبند کیں ۔ اور اپنی رپورٹ مرتب کرکے جون ۱۹۳۰ء میں پیش کر دی ۔ اس کی سفارشات کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کامیاب قرار دیں ۔ اور مزید حکومت خود اختیاری کی وکالت کی ۔ چنانچہ سائیمن کمشن کی بعض سفارشات آگے چل کر مناسب تبدیلی کے بعد قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کا جزو بن گئیں ۔

پہلی گول میز کانفرنس (راونڈ ٹیبل کانفرنس)

ادھر سائیمن کمشن اپنا کام ختم کر چکی تھی اور ادھر ملک میں ہلچل مچی ہوئی تھی - لوگ سائیمن کمشن کی سفارشات کو ناکافی قرار دے رہے تھے - بس حکومت برطانیہ اور حکومت ہند نے جدید ترین اصلاحات کو قانون کا لباس پہنانے سے پہلے ہندوستانیوں کی رائے لینے اور ان کو مباحثات میں برابر کا حصہ دینے کا فیصلہ کیا - چنانچہ ایک (راؤنڈ ٹیبل کانفرنس (Round Table Conference. گول میز کانفرنس لنڈن میں طلب کی - مگر کانگرس نے اس میں شمولیت اختیار نہ کی - اور مہاتما گاندھی کی سرکردگی میں تحریک سول نافرمانی (Civil Disobedience movement.) جاری کردی*

کانگرس کے علاوہ باقی سب سیاسی جماعتوں کے نمائندے کانفرنس میں شامل ہوئے - نئی اصلاحات یا یوں کہیں کہ جدید آئین ہند (نیو کانسٹی ٹیوشن فار انڈیا New Constitution for India.) کے متعلق بہت غور و فکر کیا گیا - اور اگرچہ قطعی اور آخری فیصلہ فی الحال نہ ہوا - مگر وزیر اعظم انگلستان نے ایک اعلان کیا - (گویا پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے اختتام پر قرار پایا) کہ حکومت برطانیہ سیاسی لحاظ سے آئین ہند کے لئے اڈومی نی ان سٹیٹس (Dominion Status.) درجۂ نوآبادیات" کا اصول تسلیم کرتی ہے - مگر قیام امن اور بعض دوسری مصلحتوں کے پیش نظر چند تحفظات (Safeguards.) قائم رکھنا مناسب سمجھتی ہے جو پارلیمان برطانیہ کے قبضہ قدرت میں رہینگے - اس کے علاوہ یہ مان لیا گیا کہ صوبوں میں صوبائی

حکومت خود مختاری یعنی پراونشل آٹونومی (Provincial Autonomy.) قائم ہو - اور مرکز میں (آل انڈیا فیڈریشن All India Federation.) یا حکومت متحدہ بین الہند" جس میں ریاستیں بھی شامل ہوں - اس کا ذکر آگے چل کر قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے ضمن میں کیا جائیگا ٭

معاہدہ مابین گاندھی وارون

پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے غیر مکمل نتائج کے بعد مدبرین ہند اور انگلستان نے چاہا کہ اس قسم کی ایک اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس منعقد ہونی چاہئے - اور اب کی بار کانگرس بھی اس میں شامل ہو - نیز جس طرح بن پڑے - کانگرس کو شمولیت پر آمادہ کرنا لازم ہے - چنانچہ وہ اہم تاریخی معاہدہ مابین کانگرس و حکومت ہند کیا گیا - جو "گاندھی وارون پیکٹ (Gandhi Irwin Pact.) کے نام سے مشہور ہے - اس کے روسے تحریک سول نافرمانی بند کی گئی - اور کانگرس کی جانب سے دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں مہاتما گاندھی شامل ہوئے - یہ کانفرنس ستمبر ۱۹۳۱ء میں بمقام لندن منعقد ہوئی - مگر اس سے پہلے ہی لارڈ ارون کا دور حکومت ختم ہوگیا تھا اور اپریل ۱۹۳۱ء میں لارڈ ولنگڈن نے ہندوستان کے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا - جدید آئینِ ہند کے متعلق باقی سارا کام اسی کے عہد میں ختم ہوا - اور پارلیمان برطانیہ نے قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء وضع کیا ٭

لارڈ ارون کے عہدِ حکومت کی نسبت تسلیم کرنا چاہئے کہ اگرچہ اس کے آغاز میں شورش کا دور دورہ تھا - اور اس

کے دوران میں بھی یہ کیفیت بیش و کم موجود نظر آئی - مگر انجام بخیر ہوُا - یعنی گاندھی اور ارون کے سمجھوتہ سے فضا پر امن ہوگئی - جسے ایک حد تک لارڈ ارون کی صلح جو کوششوں کا مرہون منّت قرار دینا مناسب ہے ؂

پچیسواں باب

لارڈ ولنگڈن

سنہ ۱۹۳۱ء سے سنہ ۱۹۳۶ء تک

ایک تجربہ کار افسر اعلےٰ

لارڈ ارون کے بعد فرسٹ ارل آف ویلنگڈن (First Earl of Willingdon.) ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ اس کا عہد اپریل سنہ ۱۹۳۱ء میں شروع ہوُا - اکثر دیگر وائسرائے کی طرح اس کا انتخاب انگلستان کے ایسے مدبرین میں سے نہیں کیا گیا تھا - جو اس سے پہلے ہندوستان سے متعلق نہ تھے۔ وہ دس برس پارلیمان انگلستان کا ایک ممبر رہ چکا تھا - اور اس کے بعد اس نے سنہ ۱۹۱۳ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک بمبئی احاطہ اور پھر سنہ ۱۹۱۹ء سے سنہ ۱۹۲۴ء تک احاطہ مدراس کی گورنری کے فرائض انجام دئے تھے - اس کی انتظامی قابلیت کا یہ حال

تھا کہ ہندوستان کے دو صوبوں کی گورنری کے بعد حکومت برطانیہ نے اس کو ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۰ء تک سلطنتِ مشترکہ اقوامِ برطانیہ کی عظیم الشان نو آبادی کینیڈا (Canada) کا گورنر جنرل بنائے رکھا۔ اور وہاں سے ہندوستان بلایا۔ اور یہاں وائسرائے کے عہدے پر سرفراز کیا ٭

اس وقت ہندوستان کو ایسے ہی ماہر و مدبر کی ضرورت تھی۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کا کام ادھورا پڑا تھا۔ اور اس امر کی ضرورت تھی کہ ہندوستانیوں کے مشورے سے حکومت برطانیہ کے اہلکار جلد سے جلد ایسا آئین وضع کریں جس سے ہندوستانیوں کی سیاسی آرزوؤں کی تسکین ہو۔ اس معاملہ میں لارڈ ولنگڈن نے بڑی دانش و دانائی کا ثبوت دیا ٭

ہم اس وقت پہلے ان متفرق واقعات کا مختصر ذکر کرتے ہیں جو لارڈ ولنگڈن کے عہد میں ہوئے۔ اس کے بعد جدید اصلاحات حکومت یا آئین ہند کی تعمیر کی کہانی مکمل کرینگے۔ جس کے ایک حصہ کا تذکرہ یعنی پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے خاتمہ تک حالات کا بیان پچھلے باب میں لارڈ ارون کے عہد کے ضمن میں لکھا جا چکا ہے ٭

اقتصادی حالت کی بہتری

لارڈ ولنگڈن کے عہد کے شروع میں باقی دنیا کی طرح ہندوستان بھی صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت کے لحاظ سے کساد بازاری (ڈپریشن Depression.) کا شکار ہو رہا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ حالت بہتر ہوتی گئی۔ اختتام عہد (۱۹۳۶ء) کے وقت اس کی پہلے کی سی شدت نہ رہی۔ رونق تجارت

کے لئے بعض عہدنامے بھی کئے گئے۔ مثلاً لنکا شائر (انگلستان) کے روئی کے پارچہ بافوں اور جاپان کے ساتھ اور اسی طرح ایک "معاہدہ بین السلطنت" بمقام اٹاوہ ہؤا۔ جس میں سلطنت مشترکہ اقوام برطانیہ کے مختلف ممالک نے سلطنت کے اندر ایک دوسرے کے مال درآمد برآمد کے ساتھ ترجیحی سلوک (پریفرینشل ٹریٹمنٹ Preferential Treatment.) کا اقرار کیا۔ اس سے مقصد یہ تھا۔ کہ سلطنت برطانیہ کے اپنے ملک ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ تجارتی فائدہ پہنچائیں ؛

ہندوستان میں آفات آسمانی

صوبہ بہار اور کوئٹہ (بلوچستان) میں زلزلے آئے۔ مؤخر الذکر کے سبب شہر کوئٹہ بالکل تباہ و برباد ہوگیا۔ نقصانِ جان ہزاروں کی تعداد تک پہنچا۔ اور زیانِ مال کروڑوں روپے کی خبر لایا۔ لارڈ ویلنگڈن کی حکومت نے ہر دو مواقع پر بڑی مستعدی سے بلاکشوں کی امداد کی۔ ملک کی غیر سرکاری جماعتوں اور عامہ خلائق نے بھی شاندار ایثار کا ثبوت دیا۔ اس وقت جملہ اقوام ہند نے مصیبت زدگان کے ساتھ جس دلی ہمدردی کا مظاہرہ کیا۔ ہمارے ملک میں ہمیشہ یادگار رہیگا کوئٹہ از سرِ نو تعمیر کیا جا رہا ہے ؛

انڈین سینڈ ہرسٹ

ہندوستانی نوجوانوں کو اعلیٰ درجہ کی فوجی تعلیم و تربیت دینے کے لئے ایک کالج انگلستان کے سینڈ ہرسٹ (Sandhurst.) کے نمونہ پر ڈیرہ دون میں قائم کیا گیا تاکہ یہاں کے فارغ التحصیل

نوجوان عساکر ہند میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کئے جا سکیں۔ جن کو کمشنڈ آفیسر (Commissioned Officer.) کہتے ہیں۔ یعنی وہ اعلےٰ افسر جو شہنشاہ ہند یا اس کے نائب (وائسرائے) کے حکم اور اجازت سے شخصی طور پر عہدے پائیں ✣

جارج پنجم کی سلور جوبلی

۱۹۳۵ء میں شہنشاہ معظم جارج پنجم کی حکومت کے پچیس سال ختم ہوئے۔ اس لئے ان کی تخت نشینی کا "جشن بست و پنج سالہ" (۲۵) (یا سلور جوبلی (Silver Jubilee) بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ اور ہندوستان کے ہر شہر و قصبہ کے امیروں و غریبوں نے یکساں طور پر تاج برطانیہ کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کا ثبوت دیا۔ زر امانت کے سرمائے (Fund.) قائم کئے گئے تاکہ شہنشاہ کی یادگار بھی قائم ہو۔ اور مستحق انجمنوں اور سبھاؤں اور دیگر محتاجوں کی دستگیری بھی ہو ✣

شاہ جارج کی وفات

۲۰۔ جنوری ۱۹۳۶ء کو شاہ جارج پنجم اس دنیا سے کوچ کر گئے ہندوستان میں ہزاروں ماتمی جلسے ہوئے ✣

شاہ ایڈورڈ ہشتم (Edward VIII.)

شاہ جارج کی وفات کے بعد شاہزادہ پرنس آف ویلز (Prince of Wales) ان کے خلف اکبر ایڈورڈ ہشتم کے لقب سے ۲۱۔ جنوری ۱۹۳۶ء کو انگلستان کے بادشاہ اور ہندوستان کے شہنشاہ بنے۔ مگر ابھی سال بھر حکومت نہ کرنے پائے تھے کہ ان کی شادی کے معاملہ میں حکومت برطانیہ کے کابینۂ وزرا (Cabinet of Ministers.) اور ان کے

مابین اختلاف رائے پیدا ہؤا - جس خاتون سے ایڈورڈ ہشتم شادی کرنا چاہتے تھے ایک امریکی عورت تھی - اور یورپ کے کسی شاہی یا طبقۂ امرا کے خاندان کی رکن نہ تھی - وزیر اعظم مسٹر بالڈون کی رائے میں برطانیہ کی حکومت اور پارلیمان اور رعایا اور اسی طرح سلطنت کے دوسرے ممالک مجوزہ ملکہ کو ملکہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے - اس پر ایڈورڈ ہشتم نے نہایت بیدار مغزی سے آئین برطانیہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا - اور رعایا کے منشاء کے خلاف عمل کرنے اور اس طرح ایک شدید آئینی مسئلہ پیدا کرنے کے بجائے تخت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا - چنانچہ وہ ۱۰ - دسمبر ۱۹۳۶ء کو حکومت سے علیحدہ ہوگئے اور اب ڈیوک آف ونڈزر (Duke of Windsor.) کہلاتے ہیں - یہ حیرت انگیز تاریخی واقعہ دراصل لارڈ ویلنگڈن کے جانشین لارڈ لنلتھ گو کے عہد میں پیش آیا - مگر اس کا تذکرہ یہیں مناسب سمجھا گیا *

ایڈورڈ ہشتم کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک (Duke of York.) نے "جارج ششم" کے لقب سے عنان حکومت ہاتھ میں لی - اور ان کی تاجپوشی کی رسم مئی ۱۹۳۷ء میں ادا کی گئی *

دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس
دسمبر ۱۹۳۱ء

معاہدہ مابین گاندھی اور اروِن کے رو سے دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں کانگرس بھی شامل ہوئی - یہ کانفرنس تین ماہ ہوتی رہی اور اسکے اختتام پر یکم دسمبر ۱۹۳۱ء کو برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ

(Ramsay Macdonald.) نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں منجملۂ دیگر امور چند خاص باتوں پر زور دیا اور ان ہی کو اس دوسری کانفرنس کا نتیجہ قرار دینا چاہیئے:-

حکومت برطانیہ اس امر کو اس وقت بھی تسلیم کرتی ہے کہ ہندوستان کی آئندہ حکومت کے لیئے "درجہ نو آبادیات" کا اصول صحیح ہے۔ اور یہ بھی مانتی ہے کہ ہندوستان میں حکومت اجتماعی بین الہند" (آل انڈیا فیڈریشن) قائم کی جانی چاہیئے۔ نیز اس کے ساتھ ہی صوبوں میں صوبائی خود مختاری قائم ہوگی۔ اس کے علاوہ سندھ ایک علیحدہ صوبہ بنایا جائیگا۔ اور شمال مغربی سرحدی اضلاع کو گورنر کے صوبہ کا درجہ دیا جائیگا۔ پھر ایک بہت بڑی بات یہ کہی کہ ہندوستان کے مختلف فرقوں کو لازم ہے کہ آپس میں گفتگو کرنے کے بعد اپنے حقوق کا اتفاق رائے سے فیصلہ کریں۔ اگر وہ کسی متفقہ فیصلہ پر نہ پہنچ سکے تو یہ کام حکومت برطانیہ کو مجبوراً خود کرنا پڑیگا۔

کمیونل ایوارڈ (فرقہ دارانہ فیصلہ)

ہندوستان کے سرکردہ لوگ فرقہ دارانہ حقوق کے متعلق کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے۔ اس لئے حکومتِ برطانیہ نے اس وثیقہ کا اعلان کیا جو کیمونل ایوارڈ (Communal Award) کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ عیسائی اینگلو انڈین۔ یورپین۔ اچھوت وغیرہ سب کے سیاسی اور دیگر حقوق کی تخصیص و تعین کی گئی۔

کمیٹی برائے اصلاحات صوبہ سرحدی

گول میز کانفرنس کے مطالبے کے مطابق صوبہ سرحد کو گورنر کا صوبہ بنانے کے متعلق ایک تحقیقاتی کمیٹی بنام فرنٹیر ریفارمز کمیٹی (Frontier Reforms Committee.) مقرر کی گئی - جس نے اس امر کی سفارش کر دی اور بتایا کہ حکومت مرکزی کو قریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ سالانہ صوبہ سرحد میں اصلاحات جاری کرنے اور اسے پنجاب وغیرہ کی طرح ایک گورنر کا صوبہ بنانے پر صرف ہوگا - نیز صوبہ میں امن قائم رکھنے اور سارے ہندوستان کو سرحد کی جانب سے محفوظ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بعض آزاد سرحدی قبائل کو حکومت ہند کے زیر اثر رکھا جائے - دوسری گول میز کانفرنس کے اختتام پر جو اعلان اس امر کے متعلق کیا گیا تھا - اپریل ۱۹۳۲ء میں اس پر عمل کیا گیا - اور صوبہ سرحدی ایک گورنر کا صوبہ بنا دیا گیا ۔

کمیٹی برائے تحقیقات مالی سندھ

احاطہ بمبئی میں سے علاقہ سندھ کو الگ کر کے ایک جدا اور گورنر کا صوبہ بنانے کے متعلق مالی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی بنام "سندھ فنانشل انکوائری کمیٹی" (Sind Financial Enquiry Committee.) مقرر کی گئی - اس کی رپورٹ (۱۹۳۱ء) سے معلوم ہوا کہ علٰحدگی سندھ کے سبب جو خرچ ہوگا - وہ خود سندھ کی آمدنی سے پورا نہ ہو سکیگا - اور قریباً ایک لاکھ کا خسارہ ہوا کریگا - مگر مسلمان جو اس صوبہ میں اکثریت (میجاریٹی) (Majority) رکھتے ہیں

یعنی جن کی آبادی دیگر اقوام سے بڑھ کر ہے ان کے اصرار پر یہ صوبہ آخر علیحدہ کیا گیا - بلکہ ۱۹۳۵ء کے قانونِ حکومت ہند کے سبب تازہ ترین اصلاحات آئینی کے اجرا سے بھی پہلے یہ علیحدگی عمل میں آئی ❖

مزدوروں کی بہتری اور وہٹلے کمشن کی رپورٹ

لارڈ ولنگڈن کے عہد کا ایک اور مشہور واقعہ یہ ہے کہ کارخانوں کے مزدوروں کی حالت بہتر بنانے کے متعلق خاص کوشش کی جانے لگی - اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۲۹ء میں ہی لارڈ اروِن کے عہد کے دوران میں حکومتِ برطانیہ نے جو اس وقت لیبر پارٹی (فریق مزدوران) حزب العمال (Labour party.) کے قبضۂ قدرت میں تھی اور قدرتاً غریبوں اور مزدوروں کی بہتری اور خوشحالی کی خواہاں تھی ایک شاہی کمشن (رائل کمشن) زیر صدارت مسٹر جے - ایچ وہٹلے (Mr. J. H. Whitley.) اس غرض کے لئے مقرر کی تھی کہ وہ ہندوستان کے اندر کارخانوں کے مزدوروں کے حالات کی تحقیقات کرکے ان کی حالت بہتر بنانے کے لئے سفارشات پیش کرے - کمشن مذکور کی رپورٹ جون ۱۹۳۱ء میں جبکہ لارڈ ولنگڈن کے عہد کا تیسرا مہینہ تھا - شائع کی گئی ❖

اس کی حسب ذیل اہم سفارشات قابل غور ہیں :-

(۱) ملک کے اندر کارخانوں کے مزدوروں کا اکثر و بیشتر حصہ ایسا ہے کہ زندگی بھر عموماً قرضدار ہی رہتا ہے - اور جو روپیہ اس کے ذمہ قرض نکلتا ہے اس پر بھاری سے

ڈیڑھ سو فیصدی تک سالانہ سود ادا کرتا ہے ÷

(۲) کمیشن کی رائے میں وہ مزدور جن کی آمدنی ایک سو روپے ماہوار سے کم ہو۔ عدم ادائیگی قرض کی صورت میں سول جیل میں قید کئے جانے سے مستثنےٰ رکھے جائیں ÷

(۳) مزدوروں کو ہفتہ وار تنخواہ دینا بہت مفید ہوگا ÷

(۴) ہندوستان میں عام طور پر صحت کی حالت خراب ہے۔ اور عمر کی اوسط پچاس سال ہے۔ اس کے علاوہ شرح اموات فی ہزار بہت زیادہ یعنی تیس سے پینتیس تک پہنچ جاتی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر لازم ہے۔ کہ تمام صوبوں میں ان کے اپنے اپنے انفرادی حالات اور ضروریات کے مطابق قوانین صحت (پبلک ہیلتھ ایکٹس Public Health Acts.) وضع کئے جائیں ÷

(۵) ہندوستان کے جدید آئین حکومت میں ایسے قانون وضع کئے جانے کا انتظام کیا جائے۔ جس کے رو سے ایک انڈسٹریل کونسل (Industrial Council.) کونسل صنعتی قائم کی جائے جو مستقل ہو۔ اس میں سرمایہ داروں - مزدوروں اور حکومت تینوں کے نمائندے شامل ہوں۔ اور یہ کونسل مزدوروں کے متعلق حکمت عملی اور قوانین پر بحث اور فیصلہ کرے ÷

(۶) سولہ سال سے کم عمر کے بچوں کو کارخانوں میں نوکر رکھنا ممنوع قرار پائے ÷

اس قسم کی اور بھی کئی سفارشیں تھیں۔ اور ان سب

کا مقصد یہ تھا کہ سرمایہ داروں کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ مزدوروں کے سود و بہبود کا بندوبست ہو مگر یہ سفارشیں اتنی زیادہ اور اتنی قسموں کی تھیں کہ جس جس پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے ضمن میں الگ الگ قانون بنائے گئے اور بنائے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کی معاشرتی اور صنعتی تاریخ کا یہ ایک اہم واقعہ ہے کہ اگرچہ ہمارا ملک ہمیشہ ہمیشہ سے ایک زراعتی ملک چلا آتا ہے۔ مگر دور حاضرہ کی ضرورتیں اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی صنعت و حرفت کو ترقی دی جائے۔ اور بالخصوص کارخانوں کے ذریعے اعلیٰ پیمانے پر صنعتی پیداوار کو بھی نشوونما دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ اس عظیم الشان تبدیلی بلکہ انقلاب کو موزوں طریق پر قائم کرنے کے لیے قواعد و قانون کی بھی سخت ضرورت ہے تاکہ ایک طرف سرمایہ دار اور دوسری طرف مزدور دونو کے حقوق کی حفاظت ہو۔ اور دونو ایک دوسرے کے مددگار بن کر زیادہ سے زیادہ اور عمدہ سے عمدہ پیداوار کا باعث بنیں۔ یہ ہے۔ وہ بنیادی اصول! اور یہ ہے وہ تبدیلی جس کی بنا پر وہٹلے کمشن کی سفارشیں پیش کی گئیں۔ اور حسب ضرورت قانون بنائے جا رہے ہیں ٭

فرنچائیز کمیٹی یا حق رائے دہندگی کی کمیٹی

چونکہ سائیمن کمشن اور اس کے بعد ہر دو گول میز کانفرنس کا منشا اور مدعا یہ تھا کہ جدید آئین حکومت کی تفصیلات کا فیصلہ کیا جائے۔ اس لئے بیشتر اس کے کہ جدید آئین کو کسی نئے قانون کی دفعات کے ذریعے سے ضابطہ

بنایا جائے۔ یہ امر ضروری تھا کہ حکومت کی مختلف مجالس انتخاب کرنے کے لئے ان لوگوں کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ جن کو ممبران مجالس انتخاب کرنے کا حق حاصل ہو۔ یعنی ان اصولوں کی عملی کیفیت صاف طور پر بیان کر دی جائے۔ جن پر لوگوں کو رائے دینے کا حق حاصل ہو۔ اور وہ (ووٹر Voter) رائے دینے والے کہلائیں۔ ان تفصیلات کے فیصلہ کے لئے ایک (فرنچائیز کمیٹی Franchise Committee.) کمیٹی برائے تخصیص حق رائے دہندگی" بنائی گئی۔ اس کمیٹی نے ۱۹۳۲ء میں اپنی رپورٹ پیش کی اور قرار دیا کہ ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کے رو سے جس قدر آبادی کو حق رائے دہندگی ملا تھا۔ اس کو قریباً پانچ گنا کر دیا جائے اور چند شرائط کے ماتحت عورتوں کو نہ صرف حق رائے دہندگی ملے۔ بلکہ وہ مجالس قانونی کی ممبر بھی بن سکیں۔ اور مردوں کی طرح ان کا انتخاب بھی رائے دہندگان کی اکثریت کے فیصلہ پر منحصر ہو ٭

واضح ہو کہ یہ وہ حق ہے جسے مثلاً انگلستان کی عورتوں نے بھی شدید کوششوں اور بعض اوقات لڑائی جھگڑوں کے بعد حاصل کیا۔ ہمارا ملک اس معاملہ میں بیدار مغز اور منصف مزاج ثابت ہوا۔ اور اس نے لائق نفرین تنازعات کے بغیر ہی حقدار کو اس کا حق دے دیا۔ اگرچہ اس میں ترقی اور تکمیل کی ابھی بہت گنجائش باقی ہے۔ قانونِ حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے رو سے عورتیں مختلف صوبوں کی صوبائی مجالس قانون سازی کی ممبر بھی ہیں۔ مردوں کو انتخاب کرنے

میں رائے بھی دیتی ہیں - اور وزارت تک کے درجے پر پہنچنے کی مثال بھی موجود ہے ÷

کمیونل ایوارڈ (فرقہ وارانہ تصفیہ) اگست ۱۹۳۲ء

جدید آئین کی تفصیلات کے فیصلے اور مباحثات کے ضمن میں یہ حقیقت اہل ہند کے لئے قابل تعریف نہیں کہی جا سکتی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی رضا و رغبت حاصل کر کے ایک متفقہ فیصلہ اس امر کے متعلق نہ کر سکے کہ جب نیا آئین جاری ہو تو اس کے ماتحت مختلف فرقوں کو اپنے اپنے خاص حقوق کیا حاصل ہوں - دوسری گول میز کانفرنس کے اختتام پر خود وزیر اعظم حکومت برطانیہ نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ اگر ہندوستانی اس معاملہ میں قاصر رہے تو مجبوراً ہم خود کوئی فیصلہ کرینگے - چنانچہ حکومت برطانیہ کو یہ فیصلہ کرنا پڑا - اور اگست ۱۹۳۲ء میں اس مشہور تاریخی وثیقہ کا اعلان کیا گیا جو (کمیونل ایوارڈ (Communal Award)) "فرقہ وارانہ تصفیہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - حکومت برطانیہ کا ایک فرض مگر ناگوار فرض تھا جو اس نے ادا کر دیا - اور اس کا شکریہ کسی فریق سے بھی نہ پایا - مسلمان اور بعض دوسرے اقلیت کے فرقے (مائینوریٹیز (Minorities)) کہتے تھے - اور اب بھی (۱۹۳۶ء) کہتے ہیں - کہ ہمیں جو کچھ دیا گیا ہے - ہمارے اصل حق سے بہت کم ہے - اہل ہنود کی اکثریت اور اس طرح بعض صوبوں میں ان کی اقلیت یہ کہتی ہے کہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہوا اور مسلمانوں وغیرہ کے ساتھ رعایت روا رکھی گئی ہے ÷

بہر حال صوبائی کونسلوں اور مرکزی مجالس وضع قوانین کے ممبران کے متعلق ان کے اپنے اپنے فرقوں کے رُو سے تعداد مقرر کی گئی - اس کے علاوہ بعض حلقے ایسے مقرر کیئے گئے کہ ان کو فرقوں کی قید سے آزاد رکھا گیا - مثلاً لیبر (Labours.) مزدور اور تجارت و صنعت و حرفت (کامرس اینڈ انڈسٹریز Commerce and Industries.) اسی طرح یونیورسٹیاں اور زمیندار - رہے اچھوت اور پسماندہ رقبے (Backward Areas.) ان کو بھی الگ الگ ممبر انتخاب کرنے کا حق دیا گیا ۔

فرقہ دارانہ تصفیہ کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان کے مختلف فرقے جب چاہیں - آپس میں ایک متفقہ فیصلہ کر سکتے ہیں - جو ہر وقت حکومت برطانیہ کے کیئے ہوئے فیصلے کی جگہ لے سکتا ہے - مگر تصفیہ کے لئے لازم ہے کہ متفقہ ہو - کسی فرقے کو اس کے کسی حصے پر اعتراض نہ ہو ۔

تیسری راونڈ ٹیبل کانفرنس
نومبر و دسمبر ۱۹۳۲ء

اگست ۱۹۳۲ء میں فرقہ دارانہ تصفیہ کے اعلان کے بعد راؤنڈ ٹیبل کانفرنس تیسری بار منعقد ہوئی اور اس کا اجلاس ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء سے ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء تک ہوتا رہا - مگر پیشتر اس کے کہ تیسری کانفرنس سے پیدا ہونے والے نتائج کا مختصر ذکر کیا جائے - یہ بتانا لازم ہے - کہ اس کانفرنس میں آل انڈیا نیشنل کانگرس نے شرکت نہ کی - اور کیوں نہ کی ؟ اس کے وجوہات کا سمجھنا ضروری ہے ۔

معاہدہ گاندھی اروِن کے بعد کانگرس کی سرگرمیاں

ہم دیکھ چکے ہیں کہ لارڈ اروِن اور مہاتما گاندھی کے مابین ایک سیاسی معاہدہ کے طفیل سے ایک تو سول نافرمانی بند کی گئی اور دوسرے یہ کہ کانگرس نے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت اختیار کی۔ بعض امور پر بحث ہوئی۔ بعض نتائج مترتب ہوئے۔ فرقہ دارانہ تصفیہ کیا گیا۔ مگر حالات اور اسباب کا تقاضا تھا کہ تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس منعقد ہو۔ ان میں ایک سبب تو یہ تھا کہ ابھی کوئی کامل فیصلہ نئے آئین کے متعلق نہ ہوا تھا۔ اور دوسرا سبب یہ تھا کہ مہاتما گاندھی جب دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے واپس آئے تو گویا ناکام واپس آئے تھے۔ فرقہ دارانہ تصفیہ تک بھی خود ہندوستانی نہ کرسکے تھے۔ جنہوں نے کانفرنس میں اپنے ملک کی نمائندگی کی تھی۔ غرض مہاتما گاندھی کے واپس آنے پر سیاسی فضا مکدر ہو گئی۔ کانگرس اور گورنمنٹ کے مابین جو معاہدہ (گاندھی اروِن پیکٹ) ہوا تھا۔ اس کی مختلف جزئیات پر عمل کرنے کے متعلق ان دونو فریقوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس پیکٹ کے باوجود صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ اور اسی طرح صوبہ سرحدی میں بےچینی قائم تھی۔ اور کانگرس کو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے ذریعے سے ہندوستان کے مطالبات سیاسی کامل طور پر پورے ہوتے نظر نہ آتے تھے۔ مہاتما گاندھی نے کانگرس کی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی Working Committee.) کا اجلاس طلب کیا تاکہ سیاسی صورت حالات پر غور کر کے آئندہ کے لئے کانگرس کے اقدام

کا فیصلہ کیا جائے۔ اور پھر حکومت ہند سے گفتگو کر کے نئے آئین کو کانگرس کی رائے کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے غرض مہاتما گاندھی نے لارڈ ولنگڈن کو ایک مکتوب لکھ کر ملاقات کی درخواست کی۔ مگر وائسرائے نے منظور نہ کیا۔ کیونکہ حکومت ہند کا خیال تھا کہ کانگرس "معاہدہ مابین گاندھی وارون" پر قائم نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کانگرس نے ۱۹۳۲ء میں سول نافرمانی کی تحریک از سر نو جاری کر دی۔ حکومت نے کانگرس کے قریباً بچھتر ہزار سیاسی کارکنوں کو گرفتار اور قید کر لیا مہاتما گاندھی بھی گرفتار ہوئے۔ کانگرس کی مجلس عاملہ ایک خلاف قانون جماعت قرار دی گئی۔ اور کانگرس کی تحریک سول نافرمانی کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومت ہند نے متعدد ہنگامی قانون (آرڈی نینس) وضع اور نافذ کئے اور کانگرس کا روپیہ اور جائداد بحق سرکار ضبط کر لئے۔

ان حالات میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ کانگرس کوئی حصہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں لے۔

تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور آئینی تجاویز بشکل وہائٹ پیپر

حکومت ہند اور حکومت برطانیہ نے ادھر تو کانگرس کے ساتھ سیاسی رسن کشی (ٹگ آف وار Tug of War) جاری رکھی اور ادھر راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے ذریعے سے آئینی اصلاحات پر غور وخوض اور ترتیب تجاویز کا کام جاری رکھا اور جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں حکومت نے اپنی اس دوگانہ (ڈوآل Dual.) حکمت عملی پر بڑے حوصلے اور بیدار

مغربی کے ساتھ کاربندی اختیار کئے رکھی۔ جس سے منشاء یہ تھا کہ ایک طرف قانون شکنی اور ضبط و نظم کی نفی کرنے والی کارگزاریوں کا انسداد کیا جائے۔ اور دوسری طرف اور اس کے متوازی یہ کام بھی برابر ہوتا چلا جائے کہ ملک کی اعتدال پسند (ماڈریٹ .Moderate) جماعتوں کی تسکین و تشفی جاری رہے۔ یعنی آئین جدید جہاں تک جلد ممکن ہو وضع کر دیا جائے۔ چنانچہ تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے اختتام پر اس وقت (۱۹۳۲ء) کے وزیر ہند اسیکرٹری اف سٹیٹ فار انڈیا (.Secretary of State for India) سر سیموئل ہور (.Sir Samuel Hoare) نے ایک تقریر کے ذریعے سے تینوں راؤنڈ ٹیبل کانفرنسوں سے مترتب شدہ آخری نتائج کا خلاصہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ عنقریب یہ سب نتائج ایک سفید کاغذ یا سفید وثیقہ (وہائیٹ پیپر .White paper) کی شکل میں شائع کئے جائیں گے۔ چنانچہ اس وثیقہ کا اعلان جلد ہی کیا گیا ✣

جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی

اس کے بعد ان تجاویز پر ایک مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (.Parliamentary Committee) نے غور کیا جس میں دارالامرا (.House of Lords) اور دار العوام (House of .Commons) دونو کے سرکردہ ممبر شامل تھے۔ اس کمیٹی کے غور و فکر کے دوران میں بھی ہندوستان کے نمائندوں کی شہادت لی گئی۔ اور خود کمیٹی کو امداد دینے کے لئے چند ہندوستانی مقرر کئے گئے۔ الغرض صرف سائمن کمشن کے

بغیر جس کی سفارشات اب بعید از بحث ہو چکی تھیں حکومت برطانیہ نے تین بار راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں اور اب پھر ایک بار مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے اجلاس میں بھی ہندوستانیوں کی رائے اور صلاح و مشورہ کو کافی وزن دیا۔ اور بالآخر اس پارلیمانی کمیٹی نے اپنی رائے مرتب کر کے پارلیمان برطانیہ کے حضور میں پیش کر دی۔ اور اس نے قریب قریب ان ہی سفارشات کے مطابق یعنی معمولی تبدیلیوں کے بعد قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء وضع کر دیا۔

پونا پیکٹ یا معاہدہ پونا

لارڈ ولنگڈن کا عہد چند امور کے لئے خاص طور پر امتیاز رکھتا ہے۔ اس پنجسالہ (۱۹۳۱-۳۶ء) مدت کے دوران میں کئی انقلابی واقعات پیش آئے۔ مثلاً :-

(۱) جدید آئین کی ترتیب کا کام جو گزشتہ عہد (لارڈ اردن کے زمانہ) سے شروع ہوا تھا۔ اور جس کے سلسلے میں سائیمن کمشن کی تحقیقات ہوئی اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس وغیرہ کے مباحثات ہوتے رہے، انجام کار ختم ہوا۔

(۲) حکومت ہند کی دوگانہ حکمت عملی جاری رہی۔ یعنی ایک طرف سخت قوانین کے ذریعے سے تحریک سول نافرمانی دبائی گئی یا اس کا مقابلہ کیا گیا۔ اور دوسری طرف دیانتداری کے ساتھ جدید آئین کی تعمیر کی جاتی رہی اور اس میں حکومت برطانیہ اور ہندوستان کی اعتدال پسند جماعتوں نے اپنی بیدار مغزی کا ثبوت دیا۔

(۳) تحریک سول نافرمانی مختلف کیفیتوں میں سے گزرتی رہی

کبھی (مثلاً بروے معاہدہ گاندھی وارون) ہنگامی طور پر بند کی گئی - کبھی اس کی بندش یا التوا میں اختلاف آراء پیدا ہؤا - اور پھر شروع ہوئی - کبھی کسی میعاد مقررہ کے لئے بند کی گئی - کبھی دو حصوں میں تقسیم کر دی گئی - یعنی اجتماعی اور شخصی جب کہ شخصی سول نافرمانی کی اجازت ہوئی اور اجتماعی ترک کی گئی *

اسی سیاسی کشاکش کا ایک نتیجہ یہ بھی ہؤا - کہ کبھی اہل کانگرس نے ادارات حکومت یعنی کونسلوں وغیرہ کا مقاطعہ کیا کبھی ان میں شمولیت اختیار کی - پھر شمولیت کا مدعا کبھی تو یہ قرار پایا کہ ان مجالس قانون ساز کو اور اس قانون (۱۹۱۹ء کے قانون حکومت ہند) کو بھی ناقابل عمل بنائے - جس کے رو سے یہ بنی ہیں - اور کبھی اس کانگرسی شمولیت کا نتیجہ یہ ہؤا کہ حکومت کو ان ارکان کے مشوروں سے مدد ملی اور کئی کام ان کی مرضی کے مطابق ہونے لگے *

(۴) مگر تاریخی اور بالخصوص معاشرتی تاریخ (سوشل ہسٹری) (Social History.) کے نقطہ نگاہ سے ایک خاص اہم کام ہؤا - اس کی تفصیل یہ ہے کہ کمیونل ایوارڈ (فرقہ وارانہ فیصلہ) میں ہندوؤں کی بعض جماعتوں کو جن کو کبھی اچھوت - کبھی دلت جاتی (ڈیپریسڈ کلاسز Depressed classes.) کہتے ہیں - بعض مخصوص سیاسی حقوق دئے گئے - یا ایک حد تک ہندوؤں سے الگ کر دئے گئے - جن کو یہ خیال پیدا ہؤا کہ اچھوت ہندوؤں کی اس علیحدگی سے ہندوؤں کی سیاسی قوت کم ہو جائے گی اور اچھوت

ہندوؤں بھی مذہبی لحاظ سے ایک الگ فرقہ یا قوم بن جائینگے ۔

مہاتما گاندھی نے اس علیحدگی کے خلاف آواز بلند کی - اور موت تک کا برت "فاسٹ ان ٹو ڈیتھ (Fast unto Death.) اختیار کیا - اب ایک شور برپا ہوا - اچھوتوں اور اونچی ذات کے مابین کانفرنس ہوئی - اور فریقین نے آپس میں بعض ایسی شرائط طے کیں جن سے علیحدگی دور ہوگئی ۔

چونکہ فرقہ دارانہ تصفیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر اقوام ہند آپس میں باہمی اتفاق رائے سے کوئی فیصلہ کرینگے تو حکومت برطانیہ اس پر اعتراض نہ کریگی - اس لئے ہندوؤں کے اندر یہ جو باہمی سمجھوتہ ہوگیا تو کسی اور فرقے نے اعتراض نہ کیا اور حکومت برطانیہ نے بھی اس کو مان لیا - باہمی شرائط کا یہ عہدنامہ "پونا پیکٹ" کہلاتا ہے - معاشرتی تاریخ کے لحاظ سے یہ اس لئے اہم ہے کہ اس کے رو سے ہندوؤں کے مدتوں بلکہ صدیوں سے بچھڑے ہوئے بھائی کم سے کم سیاسی لحاظ سے پھر سے مل گئے - اور اچھوتوں کے ساتھ جو ناانصافیاں طویل زمانوں سے چلی آتی تھیں ان کے دور کرنے کی بنیاد پڑگئی - آئینی جدوجہد کے لحاظ سے معاہدہ پونا کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کہ حکومت برطانیہ نے اس کی شرطیں قبول کرکے اس امر کا ثبوت دے دیا کہ برطانوی مدبرین اور برطانوی پارلیمنٹ کو کسی ایسے امر پر ہرگز اعتراض نہ ہوگا جس پر ہندوستان کے فرقے باہمی رضا و رغبت سے کاربند ہونا چاہیں ۔

آل انڈیا فیڈریشن
(حکومت اجتماعی بین الہند)

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے تینوں اجلاس کے بعد حکومتِ برطانیہ نے

۱۹۳۳ء میں ایک وثیقہ مرتب کیا تھا۔ جسے "وہائیٹ پیپر" (White paper.) کا نام دیا گیا۔ اس میں وہ تجویزیں درج کی گئی تھیں جو حکومتِ برطانیہ کے نزدیک قابلِ عمل تھیں۔ اور جن کی بنا پر آگے چل کر جدید قانونِ ہند وضع کیا جانا تھا +

ان میں ایک خاص طور پر اہم تجویز یہ تھی کہ آئندہ ہندوستان کی حکومت کی تعمیر فیڈریشن کے اصول کے مطابق ہو۔ یعنی ہندوستان کے مختلف جغرافیائی حصّے (صوبے اور دیسی ریاستیں) باہمی مل کر ایک اجتماعی حکومت کے ماتحت ہوں اور اس طرح فیڈریشن کے معنی کے مطابق ہر ایک حصے کو اندرونی طور پر کامل خود مختاری حاصل ہو۔ لیکن اجتماعی طور پر جہاں تک کہ ان کے اغراض مشترکہ ہوں۔ وہ ایک مرکزی حکومت قائم کریں +

یہی وہ فیڈریشن کا اصول حکومت ہے جو آگے چل کر قانونِ حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء کا ایک اہم جزو قرار پایا + مگر واضح ہو کہ ابھی (۱۹۳۸ء) تک فیڈریشن کے طرز کی حکومت ہندوستان میں قائم نہیں ہوئی +

البتہ وہائیٹ پیپر کی وہ تجویز جسے پراونشل آٹونومی (Provincial Autonomy.) کہتے ہیں اور جو قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کا دوسرا اہم جزو ہے قائم ہو گئی ہے اور اس کا آغاز اپریل ۱۹۳۷ء سے عمل میں آچکا ہے۔ اس کا امتیاز یہ ہے کہ برطانوی ہند کے صوبوں کو اندرونی طور پر حکومتِ خود اختیاری مل گئی ہے۔ اس کی تفصیل آگے چل کر

قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے موقع پر تحریر ہوگی۔ فی الحال ہمیں آل انڈیا فیڈریشن کا مختصر ذکر کرنا ہے۔ اور جیساکہ تاریخ سے طالب علم کو سمجھ لینا چاہیئے۔ یہ فیڈریشن اُن اہم تاریخی معاہدات (مثلاً سب سڈی اری سسٹم یا طریق امدادی) کی عمارت کی گویا چوٹی ہے۔ جو دور حکومت برطانیہ کے آغاز سے ہندوستان کی ریاستوں کے ساتھ ہوتے چلے آئے اور جن کا ذکر طالب علم مختلف مواقع پر پڑھ چکا ہے۔ فیڈریشن کے نئے مجوزہ معاہدہ کا امتیاز یہ ہے کہ جہاں آج تک مختلف ریاستوں کے ساتھ مختلف شرطوں کے مطابق مختلف معاہدے ہوئے وہاں فیڈریشن کا معاہدہ ایک مشترکہ اور عام معاہدہ ہوگا۔ جس کی شرطوں کی سب ریاستیں پابند ہونگی۔ اور ہندوستان کی خود مختار صوبائی حکومتوں کی طرح ریاستوں کی حکومتیں بھی اپنے نمائندوں کے ذریعے سے مرکزی حکومت میں حصّہ لینگی۔ یہ تو ہوئے صرف بنیادی اصول۔ اب چند ضروری شرطیں لکھی جاتی ہیں۔ جن کی پابندی فیڈریشن کے قیام کے وقت لازم ہوگی۔ یعنی فیڈریشن کے عمل دخل کے وقت :۔

(۱) برطانوی ہند کے تمام صوبے (سندھ اور اڑیسہ کے نئے دو صوبوں کے سمیت) اور ہندوستان کی ریاستیں (یعنی وہ ریاستیں جو فیڈریشن میں شامل ہونا پسند کریں) باہمی تعاون کے ساتھ۔ ایک مرکزی اجتماعی حکومت یعنی آل انڈیا فیڈریشن) قائم کرینگی +

(۲) فیڈریشن میں شامل ہونے والی ریاستیں (یا اُن کے والی)

اپنے بعض اختیارات سے دستبردار ہوکر ان کو فیڈریشن کے حوالے کرینگے - لیکن باقی سب اندرونی اختیارات اُن کے اپنے قبضۂ قدرت میں رہینگے - اور اس طرح وہ اندرونی طور پر پہلے کی طرح خود مختار ہونگی +

(۳) فیڈریشن صرف اسی وقت قائم کی جائیگی جبکہ :-

(الف) کم سے کم اتنی تعداد کی ہندوستانی ریاستیں شامل ہونا قبول کریں - جن کی مجموعی آبادی اس آبادی کا نصف ہو جوکہ ساری ہندوستانی ریاستوں کی ہے +

(ب) فیڈریشن کی مجلسِ قانون ساز (فیڈرل لیجسلیچر (Federal Legislature) کے ایوان بالا یعنی (کونسل آف سٹیٹ (Council of State) مجلس شاہی کے ان ممبروں کے نصف کو نامزد کرنے کا حق رکھتی ہوں - جوکہ اس مجلس کے لئے تمام ریاستوں کی طرف سے مقرر کئے جا سکتے ہوں +

(۴) فیڈریشن کے قائم ہونے پر گورنر جنرل اور وائسرائے کی شخصیت دوگانہ ہوگی - یہ افسر اعلےٰ بطور گورنر جنرل تو فیڈریشن کا اعلےٰ افسر منتظمہ ہوگا - لیکن وائسرائے کی حیثیت میں اس کو ریاستوں کے معاملات میں ان امور کے متعلق ذمہ داری حاصل ہوگی جوکہ فیڈریشن کے اختیارات سے باہر ہونگے - یعنی جن امور سے کہ ریاستوں نے فیڈریشن میں شامل ہونے کے وقت دست برداری اختیار نہیں کی - انہی امور میں وہ خاص اہم ترین امر بھی شامل ہے - جوکہ ریاستوں اور تاجِ برطانیہ یعنی "قوتِ مقتدرہ"

(Paramount Power.) کے مابین تعلقات سے متعلق ہے۔ یعنی ریاستیں اپنے اپنے دیرینہ معاہدات کے مطابق اپنے تعلقات براہِ راست تاج برطانیہ سے قائم رکھینگی اور تاج برطانیہ کی نیابت اس کا نائب (وائسرائے) کریگا۔

(۵) فیڈریشن قائم ہونے کے وقت گورنر جنرل کے ماتحت تمام محکموں کے انتظامی اختیارات ایک کونسل آف منسٹرز (Council of Ministers) مجلسِ وزراء یا کابینہ (Cabinet) کے ہاتھ میں ہونگے۔ اور یہ سب وزیر مرکزی قانون ساز مجالس کے سامنے ذمہ وار ہونگے۔ لیکن چند معاملات میں گورنر جنرل کو مجلس وزراء سے آزادی حاصل ہوگی۔ اور وہ ان کو اپنے ہاتھ میں رکھیگا یہ امور تین ہونگے۔ یعنی :-

(۱) بیرونی حملوں سے حفاظت۔

(۲) تعلقاتِ خارجہ۔ اور

(۳) مذہبی معاملات (Ecclesiastical affair.) :-

ان کے علاوہ ضرورت کے وقت گورنر جنرل کو یہ اختیار بھی حاصل ہوگا کہ خاص مواقع پر "اپنی خاص ذمہ واری" پوری کرے۔ اور اس کے لئے اپنے اختیارات سے قانون بنا ڈالے۔ مثلاً ہندوستان کی جماعتہائے اقلیت (مائینورٹیز) (Minorities.) کے جائز حقوق خطرے میں ہوں۔ ہندوستان کی کسی ریاست یا ریاستوں کے حقوق میں دست اندازی ہو۔ ہندوستان کے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو۔

اور اسی قسم کے چند اور امور کے وقت گورنر جنرل کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ مجالس قانون ساز اور مجلس وزراء کی رضا و رغبت کے بغیر کوئی اقدام کرے۔ یا ہنگامی قانون (آرڈیننس Ordinance.) بنائے +

(۶) مرکزی مجلس قانون ساز کے دو ایوان ہونگے یعنی:-

(۱) کونسل آف سٹیٹ (۲۶۰ ممبر) - اور

(۲) ہاؤس آف آسمبلی (۳۷۵ ممبر):-

چونکہ کونسل آف سٹیٹ (جیسا کہ اس کے نام یعنی "شاہی مجلس" سے ظاہر ہے۔ پارلیمانِ انگلستان کی نقلید کے مطابق ایوان بالا ہوگی۔ اس لئے اس کے ۲۶۰ ممبروں میں سے پورے ۱۰۰ کو ریاستیں نامزد کرینگی۔ ۱۵۰ کو صوبائی کونسلیں بھیجینگی اور ۱۰ نامزد ہونگے۔ رہا ہاؤس آف اسمبلی" یا ایوانِ عام یا دار العوام۔ اس کے ۳۷۵ ممبروں میں سے ۱۲۵ ریاستوں کی نمائندگی کرینگے اور ۲۵۰ برطانوی ہند کے نمائندے ہونگے +

اس سے ظاہر ہوا کہ شاہی مجلس کے اندر دار العوام کی نسبت ریاستوں کی نمایندگی زیادہ وزن دار ہوگی +

فیڈریشن اور صوبائی خود مختاری

(Provincial Autonomy.)

وہائیٹ پیپر کے مجوزہ آئین میں دوسری اہم چیز صوبائی خود مختاری ہے۔ یعنی صوبے (ما سوا چند امور کے جو مرکزی حکومت کے قبضۂ قدرت میں ہونگے) اپنے اندرونی معاملات میں قریبًا کامل طور پر خود مختار ہونگے۔ اور گورنر کے ماتحت تمام محکموں کے

اختیارات وزیروں کے ہاتھ میں ہونگے۔ پھر وزیروں کی مجلس منتظمہ (ایگزیکٹو کونسل جسے انگلستان کی نظیر کے مطابق کابینہ یا کیبنٹ (Cabinet) کہتے ہیں اپنے تمام کاموں کے لئے مجلس قانون ساز کے سامنے ذمہ وار ہوگی۔ لیکن جس طرح مرکزی اجتماعی حکومت کی صورت میں گورنر جنرل کو بعض خاص اختیارات حاصل ہونگے۔ اور جن کے ضمن میں وہ اپنے وزیروں کی مرضی یا مشورے کا پابند نہ ہوگا۔ اسی طرح بعض خاص امور میں صوبائی گورنروں کے لئے بھی اپنے وزیروں کی رائے کا پابند ہونا ضروری نہ ہوگا۔

وہائیٹ پیپر کی تجاویز میں بعض چند تبدیلیوں کے بعد جب جدید آئین کے لئے قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء وضع ہوگیا۔ تو صوبائی خود مختاری اپریل ۱۹۳۷ء میں قائم کی گئی۔ مگر فیڈریشن ابھی تک (مئی ۱۹۳۸ء) قائم نہیں ہوئی۔ اس کے متعلق تفصیلات زیر غور ہیں۔ مگر قیاس غالب ہے کہ ۱۹۳۹ء کے دوران میں فیڈریشن بھی عمل کا لباس پہن لیگی۔

ریزرو بینک فیڈرل کورٹ سوپریم کورٹ

جدید آئینی دستور حکومت کے ضمن میں یہ بھی ضروری خیال کیا گیا کہ تین نئے ادارات (انسٹی ٹیوشنز Institutions.) ملک میں قائم کئے جائیں ان میں ایک تو ریزرو بینک (Reserve Bank) ہو۔ جو مالیات ہند میں ویسی ہی مددگار ہو۔ جیسی کہ انگلستان میں بینک آف انگلینڈ۔ وہ کرنسی نوٹ (Currency Note.) بھی جاری کرے۔ اور سیاسی امور سے بالا تر ہو۔ صوبائی خود مختاری کے ساتھ

ہی یہ بینک بھی قائم کر دیا گیا ہے۔

دوسرا اہم ادارہ فیڈرل کورٹ (.Federal Court) قرار پایا۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ جدید آئین حکومت کے متعلق ریاستوں۔ صوبوں اور مرکزی حکومت کے مابین اگر کسی قانون یا دفعہ کے منشا و مفہوم کے ضمن میں اختلاف رائے پیدا ہو۔ یا تنازع برپا ہو تو یہ اجتماعی عدالت اس کا فیصلہ کرے۔ واضح ہو کہ فیڈریشن کا قیام اس قسم کی عدالت کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر فیڈریشن سے پہلے ہی یہ عدالت قائم کر دی گئی ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کم سے کم صوبوں میں تو صوبائی خود مختاری جاری ہو گئی ہے۔ اور صوبوں اور "مرکزی حکومت موجودہ" کے مابین وہ تعلقات نہیں رہے۔ جو کہ قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء کے مطابق تھے۔ اب قانونِ حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے رو سے صوبے نسبتاً زیادہ آزاد ہیں اور بوقتِ ضرورت اُن کے اور مرکزی حکومت کے اختیارات کے متعلق اختلاف رائے پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کے متعلق صرف فیڈرل کورٹ ہی فیصلہ کر سکتی ہے۔ چنانچہ آجکل ۱۹۳۸ء اسی قسم کا ایک (اور پہلا مقدمہ) اس عدالت کے زیر سماعت ہے۔

تیسرا اہم ادارہ سوپریم کورٹ (.Supreme Court) ہے جو تمام ہندوستان کے لئے واحد مرکزی عدالت ہوگی اور باقی سب عدالتہائے عالیہ (مثلاً صوبوں کی ہائی کورٹوں) سے بالاتر ہوگی۔ اور ایسے ہی اختیارات رکھنے والے دیگر افسرانِ مجازہ سے بھی (مثلاً وہ جغرافیائی رقبے جن کو صوبے کا درجہ نہیں

۱۱۔ اور جہاں ہائی کورٹ قائم نہیں کی گئی - اور جہاں عدالت اعلےٰ کا فرض منصبی ایک افسر جوڈیشل کمشنر وغیرہ ادا کرتا ہے۔)

غرض تمام عدالتہائے عالیہ کے فیصلوں سے ناراضی کے موقع پر اوران فیصلوں کی تبدیلی کی ضرورت لاحق ہونے پر اپیل یا مرافعہ کے لئے ایک سوپریم کورٹ کی تجویز کی گئی۔ جسے ہم اپنی ہندوستانی زبان میں "صدر عدالت عالیہ" یا "مرکزی عدالتِ عالیہ" کہ سکتے ہیں۔ یہ عدالت ابھی تک قائم نہیں کی گئی۔ مگر فیڈرل کورٹ کے قائم ہو جانے کے باعث یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ جب تک خود سوپریم کورٹ قائم نہ ہو۔ اس کے اختیارات بھی قائم شدہ فیڈرل کورٹ کو تفویض کیئے جائیں +

لارڈ ولنگڈن کے عہد پر ایک سرسری نظر

یہ زمانہ (۳۶-۱۹۳۱ء) ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں خاص طور پر اہم سمجھا جانا چاہیئے۔ اس کے دوران میں وہ عظیم الشان تبدیلیاں ہوئیں جو جنگ عظیم ۱۴-۱۹۱۸ء سے پہلے کسی کے وہم و گمان تک میں نہ آسکتی تھیں۔ اس کے آغاز میں سیاسی بے چینی اور سول نافرمانی کا دور دورہ تھا۔ مگر اس کے اختتام پر جدید آئین نہ صرف قانون حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء کی شکل میں وضع ہو چکا تھا۔ بلکہ اس کے نفاذ اور اجرا کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ سول نافرمانی کے علمبردار کانگریس تک صوبائی خود مختار حکومتوں میں حصہ لینے کے لئے صوبائی مجالس وضع قوانین کے انتخاب میں باقی سب جماعتوں سے پیش پیش تھی اور کامیاب ہو رہی تھی۔ سول نافرمانی بند ہو گئی تھی اور بحیثیت مجموعی یہ

بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور مؤرخ بھی اس کی شہادت دینگے کہ حکومتِ برطانیہ کی دوگانہ حکمت انجام کار کامیاب ہوئی۔ یعنی جہاں ایک طرف ضبط و نظم یعنی قیام امن کو فتح ہوئی وہاں جدید آئین کی تعمیر کا کام بھی بخوبی طے پایا +

جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی سفارشات

پیشتر اس کے کہ ہم لارڈ ولنگڈن کے عہد سے رخصت ہوں یہ لکھنا ضروری ہے کہ تجاویز مرتبہ وہائیٹ پیپر پر غور و خوض کرنے کے لئے حکومت برطانیہ نے ایک (جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی) (Joint Parliamentary Committee) مجلس مشترکہ پارلیمانی بنائی۔ اور اس کے صاحب صدر ہندوستان کے موجودہ گورنر جنرل اور وائسرائے لارڈ لنلتھگو (Lord Linlithgow) مقرر ہوئے۔ اگرچہ یہ مجلس در اصل پارلیمان برطانیہ کے ہر دو ایوان) کے چند سرکردہ ممبروں پر مشتمل تھی۔ لیکن ان لوگوں کی امداد کے لئے برطانوی ہند اور ہندوستانی ریاستوں کے نمائندے بھی مقرر کئے گئے۔ اس مجلس کا قیام ۱۹۳۳ء میں عمل میں آیا۔ اور اس کی سفارشات کی رپورٹ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ ان میں زیادہ اہم حسب ذیل تھیں +

(۱) فیڈریشن قائم کی جائے اور صوبوں کو صوبائی خود مختاری دی جائے +

(۲) فیڈریشن کے قیام سے پہلے ہی صوبائی خود مختاری قائم کی جائے +

(۳) صوبہ سندھ اور صوبہ اڑیسہ دو نئے صوبے بنائے جائیں +

(۴) برہما کو ہندوستان سے الگ کر دیا جائے +

(۵) صوبجات بنگال۔ صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ۔ بہار۔ مدراس اور بمبئی میں مجلس قانون ساز دو ایوان پر مشتمل ہو +

(۶) فیڈریشن کے قائم ہونے پر مرکزی مجالس قانون ساز کے ممبروں کا انتخاب براہِ راست عام رائے دہندگان کے ذریعے نہ ہو۔ بلکہ یہ کام صرف صوبائی مجالس قانون ساز کریں +

قانونِ حکومت ہند ۱۹۳۵ء

جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی سفارشات کے مطابق ایک مسودۂ قانون تیار کیا گیا۔ جو پارلیمان کے دارالعوام اور پھر دارالامرا میں پیش ہوا اور بعض تبدیلیوں کے بعد وضع کیا گیا۔ اس کا نفاذ اپریل ۱۹۳۷ء میں لارڈ لنلتھ گو کے عہد میں ہوا +

اگرچہ اس قانون میں فیڈریشن مرتب کرنے کے قاعدے اور شرطیں سب مندرج ہیں۔ مگر سردست صرف صوبائی خود مختاری قائم کی گئی۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے +

فیڈریشن قائم کرنے کی راہ میں بعض مشکلات حائل ہیں۔ مثلاً ایک تو یہی کہ عموماً ریاستیں خیال کرتی ہیں کہ فیڈریشن کے قیام سے ان کے شاہانہ اختیارات میں فرق آ جائیگا۔ پھر عام طور پر ملک بھر میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ فیڈریشن کے سبب سے ہندوستان کو وہ آزادی جو نوآبادیات کو حاصل ہے یعنی درجۂ نوآبادیت (ڈومی نی ان سٹیٹس (Dominion Status.) حاصل نہ ہوگی۔ اس خیال کی تائید آج (سنہ ۱۹۳۸ء کے قریباً وسط کے زمانہ میں)، نہ صرف کانگرس کی جانب سے ہو رہی ہے۔ بلکہ مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی نمائندہ جماعت مسلم لیگ بھی کانگرس کی ہم نوا ہے۔ اور یہ سب لوگ قانونِ حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء کی مجوزہ فیڈریشن میں تغیّر و تبدل چاہتے ہیں +
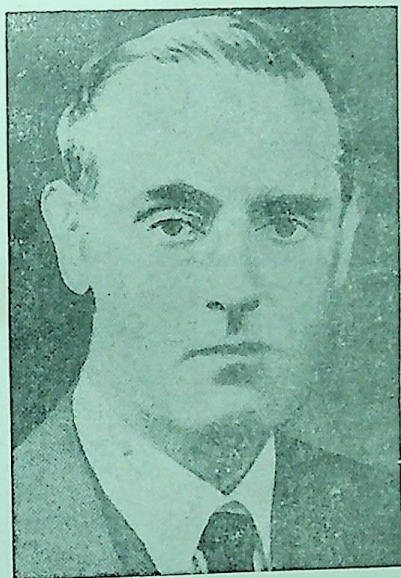
عالی جناب لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند

چھبیسواں باب

موجودہ گورنر جنرل لارڈ لنلتھگو

۱۹۳۶ء سے ......

لارڈ ولنگڈن کے مارکوئیس آف لنلتھگو (Marquess of Linlithgow.) ہندوستان کے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ لارڈ لنلتھگو نے ۱۸۔ اپریل ۱۹۳۶ء کو اپنے عہدۂ جلیلہ کے فرائض ادا کرنا شروع کیا۔ اس وقت ان کی عمر پچاس برس سے کچھ کم ہے۔ اور انگلستان کے عالی پایہ اور تجربہ کار سیاسی ماہرین اور ملکی مدبرین میں شمار ہوتے ہیں۔ یوں تو آپ نے ہندوستان آنے سے پہلے انگلستان کے کاروبار حکومت انواع و اقسام کی کارروائی اور کارکردگی کا ثبوت دیا۔ مگر چند عہدوں پر فائز رہنے کے سبب خاص طور پر مشہور ہیں۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۴ء تک آپ "سول لارڈ آف ایڈمیرلٹی" (Civil Lord of Admiralty.) "امیر دیوانی امارت بحری" کے عہدہ پر مامور رہے۔ پھر ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۶ء تک پارلیمان۔ انگلستان کے اندر یونینسٹ پارٹی (Unionist party) یا فریق اتحادی کے نائب صدر یا ڈپٹی چیئرمین رہے۔ ان کے علاوہ آپ کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ ہندوستان کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے ہمارے ملک کے کوائف سے نہایت درجہ واقفیت حاصل کر

چکے تھے۔ جب لارڈ اروِن کے زمانہ میں رائل کمیشن آون ایگریکلچر
(Royal Commisssion on Agriculture.) "مجلس شاہی
برائے تحقیقات زراعت" مقرر کی گئی تو آپ ہی اس کے صدر
قرار پائے۔ اور انہوں نے کمیشن کے دیگر ممبروں کے ہمراہ
ہندوستان کا دورہ کیا۔ چنانچہ ہندوستان کی سب سے بڑی
صنعت اور محنت کی کیفیت سے اعلےٰ درجہ کی ذاتی اور براہِ راست
واقفیت بہم پہنچائی۔ زراعتِ ہند کے علاوہ سیاسیات ہند اور آئینی
تحقیقات کے متعلق بھی لارڈ لنلتھگو کو ایک ماہر خصوصی کہنا چاہیئے
کیونکہ جب وائٹ پیپر کی مرتبہ تجاویز پر غور کرنے اور اس طرح
قانونِ حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء کے لئے مسالہ مہیا کرنے کے لئے
جائنٹ پارلیمانی کمیٹی مقرر ہوئی۔ تو اس کی صدارت کی کرسی پر
بھی لارڈ لنلتھگو ہی متمکن کئے گئے۔ چنانچہ ان کو اس ضمن
میں ہندوستان کی سیاسیات اور دیگر حالات کے براہِ راست مطالعہ
کا موقع ملا۔ غرض جب قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء وضع ہو گیا۔
تو حکومتِ برطانیہ نے لارڈ لنلتھگو کو آئین جدید کے عہدِ
آغاز کی نگرانی اور رہبری کے لئے وائسرائے مقرر کرکے اپنی
بیدار مغزی اور جزرسی کا ثبوت دیا +

اس وقت (مئی ۱۹۳۸ء کے زمانہ میں) جبکہ لارڈ لنلتھگو
کے عہد حکومت کو دو سال سے کچھ اوپر عرصہ ہو گیا ہے۔
چند اہم واقعات رونما ہو چکے ہیں +

نئی حکمت عملی اور وائسرائے کا بیان

۱۸- اپریل ۱۹۳۶ء کو شہنشاہ معظم یا
تاج برطانیہ کے حق میں حلف وفاداری
اٹھانے کے بعد لارڈ لنلتھگو نے

ایک جامع اور پر مغز تقریر کی جو دارالخلافہ ہند نئی دہلی سے بذریعہ آلات وائرلیس (Wireless.) دنیا بھر میں نشر کی گئی۔ ہندوستان کے لوگوں نے اسے بڑے غور سے سنا۔ اور جو عین اس وقت نہ سن سکے۔ انہوں نے اگلے روز اخبارات میں پڑھا۔ یہ تقریر کیا تھی؟ اس ملکی حکمتِ عملی کی تفصیل اور تشریح تھی۔ جسے لارڈ لنلتھ گو نے اختیار کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور جس پر وہ دو سال سے عمل پیرا ہیں۔ اس کا خاص مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے لوگوں کو آئینِ جدید کے نفاذ کے وقت حکومت کے ساتھ تعاون کار پر آمادہ کیا جائے۔ نیز ان کو تسلی دی جائے کہ برطانیہ کے ارباب اختیار کو ہندوستان کی آئینی اور دیگر ہر قسم کی ترقی کا خاص خیال ہے اور وہ ان معاملات میں ہر طرح سے ہندوستان کے ممد و مددگار بننے کو تیار ہیں +

یہاں اس تاریخی تقریر کے چند زیادہ اہم فقروں کا مفہوم درج کیا جاتا ہے۔ آگے چل کر وائسرائے کے ان ہی فقرات کی روشنی میں تاریخ کا طالب علم فیصلہ کریگا کہ لارڈ لنلتھگو نے اپنے دوران حکومت میں یوم اوّل کے اقراروں اور ارادوں کو کس طرح اور کس حد تک پورا کیا +

وائسرائے نے اہل ہند کو مخاطب کر کے فرمایا :-

مجھے یقین ہے کہ آپ اس اہم موقعہ پر ایک بار پھر اس امر کا اقرار کرینگے کہ میں اور آپ سب مل کر مادرِ وطن اور اہلِ عالم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں +

"ہندوستان کے وائسرائے کا اولین فرض یہ ہے کہ ملک میں امن و امان اور ضبط و نظم قائم رکھے۔ پس میں آپ

کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنا یہ فرض ادا کرونگا - اور اپنی سب سے بڑی خدمت اسی کو تصور کرونگا +

"اس فرض اور دیگر فرائض اور ذمہ داریوں میں یہ امر بھی شامل ہے کہ ہندوستان کے رائج الوقت قوانین اور رسم و رواج کے مطابق اہل ہند کے سود و بہبود کا انتظام ہو۔ یہ فرائض مجھ پر شہنشاہِ معظم کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔میں ان کو بلا کسی قسم کے خوف اور اندیشہ کے اور رو و رعایت روا رکھنے کے بغیر ادا کرونگا +

"اب میں ایک اہم ترین معاملہ کو توجہ دیتا ہوں - وہ یہ ہے کہ آپ کو بخوبی واضح ہو کہ میں ہندوستان کے کسی ایک فرقہ یا قوم کو کسی دوسرے فرقہ یا قوم پر ترجیح دینے کے قابل ہی نہیں ہوں +

"آپ کو امید رکھنی چاہئے کہ چند ماہ کے گزرنے پر قانون حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء کے مطابق صوبائی خود مختاری کا قیام عمل میں آئیگا اور یہ اس آئینی عمارت کی پہلی منزل ہوگی جس کی بلند ترین منزل "آل انڈیا فیڈریشن" کا قیام ہوگا +

"اس عظیم الشان کوشش میں کامیابی کا حصول زیادہ تر آپ لوگوں کے ہی حوصلے اور ہمت پر منحصر ہوگا - اس نازک وقت میں میرا یہ فرض ہوگا کہ جب نیابتی حکومت ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ (Representative Government) قائم ہو جائے تو میں آپ کو شہریت کی ذمہ واریاں پوری کرنے کے معاملہ میں عمدہ مشورہ دیتا ہوں +

"البتہ میں کسی ایسے مشورے کے دینے سے قاصر ہونگا - کہ

آپ اپنی رائے کس کو دیں اور کیسے دیں۔ کیونکہ ایک نیابتی یا ذمہ دارانہ حکومت کے ضمن میں یہ لازم ہے کہ رائے دینے کا فیصلہ آپ خود کریں اور اپنا فرض پہچانیں + دوپس ظاہر ہے کہ میں تمام سیاسی فریقوں (پولیٹیکل پارٹیز Political parties.) کے لیڈروں اور رہبروں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کبھی ایسے الفاظ دیدہ و دانستہ استعمال نہیں کرونگا۔ جس سے کسی کے مفاد کو ضرر پہنچنے کا احتمال ہو +

"اے اہل ہند۔ آئیے اب ہم دلی یقین اور حوصلے کے ساتھ معرکہ آرا بہادروں کی مثال خود اپنے زور بل پر آگے بڑھیں۔ اور آپس کی فرقہ بندیوں اور مخالفت کے بغیر ہندوستان کے لوگوں کی حالت بہتر بنانے میں کوشاں ہوں اور اس طرح ہندوستان کی روائتی عزت و شان کو برقرار رکھیں"+

ہندوستان میں زراعتی ترقی

لارڈ لنلتھگو ہندوستان کی زراعتی ترقی میں خاص طور پر کوشش کرتے ہیں۔ ان کو دوران تحقیقات زراعت ہند میں اس امر کا یقین ہو گیا تھا۔ اور یہی یقین آج کل ان کے عمل کی بنیاد ہے کہ ہندوستان کی مجموعی ترقی دراصل زراعت کی ترقی پر انحصار رکھتی ہے۔ کہنا چاہیئے کہ ان کے اس وقت تک کے دو سالہ عہد میں زراعتی کوششوں میں اعلٰے درجہ کا کام کیا جا چکا ہے۔ اور روز افزوں طریق سے ہو رہا ہے۔ تحریک ترقی دیہات کے جملہ پہلوؤں کو خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ مویشی کی نسل کشی اور بہتری بالخصوص وائسرائے کے دیہاتی پروگرام کا جزو ہے +

صحت عامہ اور جسمانی نشو و نما

لارڈ لنلتھگو کے عہد میں صحتِ عامہ کو بھی خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ جس کا ایک امتیاز یہ ہے کہ مختلف زراعتی پیداواروں کی قدر و قیمت بلحاظ غذائیت کی تحقیقات کی جاتی ہے اور طرز حکیمانہ سے جو نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ شائع کیئے جاتے ہیں۔ تاکہ عام طور پر لوگوں کو ان امور سے واقفیت حاصل ہو اور وہ کم سے کم خرچ سے زیادہ سے زیادہ غذائیت کا بندوبست کریں۔ اور اس طرح ہندوستانیوں کے جسمانی نشو و نما کا انتظام ہو +

کانگرس کی سیاسی سرگرمیاں

آل انڈیا نیشنل کانگرس نے آئین جدید کے مطابق قائم کی جانے والی صوبائی خودمختاری میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ صوبوں کی قانون ساز مجلسوں کے انتخاب کے وقت کانگریس نے اپنے نمائندے نامزد کیئے۔ جنہوں نے دوسرے امیدواروں کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ نئی صوبائی مجلسوں میں کانگرسی امیدواروں کو اقتدار حاصل ہؤا۔ یہاں تک کہ (۱) بنگال۔ (۲) آسام۔ (۳) پنجاب۔ (۴) سندھ اور (۵) شمال مغربی سرحدی صوبہ میں اگرچہ کانگرس کے ممبروں کو اکثریت حاصل نہ ہوئی۔ مگر باقی سب صوبوں یعنی (۱) بہار۔ (۲) اڑیسہ۔ (۳) مدراس۔ (۴) بمبئی۔ (۵) صوبجات وسطی (سنٹرل پراونسز) اور (۶) صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں کانگرس کو اکثریت حاصل ہوئی +

شروع میں کانگرس کے ممبروں نے اپنے اپنے صوبے میں کابینہ حکومت یعنی وزارت کے مرتب کرنے سے انکار کیا۔ مگر بعد میں کانگرس نے وزارتیں مرتب کر لیں اور انجام سکار

کانگریس کو یہاں تک کامیابی ہوئی کہ شمال مغربی سرحدی
صوبہ میں بھی کانگریسی خیال کے ممبروں نے غیر کانگریسی
وزارت کو شکست دی اور خود وزارت مرتب کی۔ چنانچہ
آج کل سنہ ۱۹۳۸ء میں ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے
سات صوبوں کی حکومت کانگریسی وزیروں کے ہاتھ میں ہے۔
اور تمام صوبوں کی حکومتیں کسانوں اور مزدوروں اور دیگر
غریبوں کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے پروگرام مرتب کر
رہی ہیں۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ اس پر عمل کرتی ہیں +

ستائیسواں باب

جدید آئین حکومت
اور
قانونِ حکومت ہند ۱۹۳۵ء

جدید آئین کے دو پہلو

قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے ذریعے سے جو جدید آئین ہندوستان میں رائج کیا گیا ہے۔ اور رائج کیا جائیگا۔ اسے عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے۔ یعنی (الف) آئین کے وہ قواعد جو ہندوستان میں ایک اجتماعی یا متحدہ حکومت یا فیڈریشن قائم کرنے سے متعلق ہیں۔ اور (ب) وہ قواعد جو صوبوں میں صوبائی خودمختاری (Provincial Autonomy) قائم کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں +

ہم گذشتہ تین ابواب میں لارڈ ارون۔ لارڈ ولنگڈن اور لارڈ لنلتھگو کے عہد کے حالات بیان کرتے ہوئے آئین جدید کے بعض امور اور واقعات پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ مگر ان واقعات کا ذکر زیادہ تر اس لحاظ سے کیا گیا کہ ان خاص خاص زمانوں میں کیا کیا تدریجی کام ترتیب وار ہوئے +

اس موقع پر جبکہ جدید آئین کی چوٹی کی باتیں لکھنا مقصود ہے گذشتہ صفحات میں لکھے ہوئے واقعات کی طرف صرف نہایت مختصر اشارہ کیا جائیگا۔ مگر موجودہ بیان بھی بہ حیثیت مجموعی قریبًا مکمل ہوگا +

ایک اور ضروری امر یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ سردست اور نئے انتخاب (یعنی ۱۹۳۷ء) مرکزی حکومت میں آل انڈیا فیڈریشن قائم نہیں ہوئی۔ اور صرف صوبائی خود مختاری قائم ہوگئی ہے۔ لیکن مرکزی حکومت میں بھی بعض ایسی تبدیلیاں (فیڈریشن کے قیام سے پہلے ہی) کر دی گئی ہیں جن کا کیا جانا اس وجہ سے لازم تھا کہ صوبوں میں صوبائی خود مختاری جاری ہے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی واضح ہو کہ ۱۹۱۹ء کے قانونِ حکومتِ ہند کے رو سے مرکزی حکومت کا دائرہ اختیار موجودہ صورت کی نسبت بہت وسیع تھا۔ کیونکہ صوبوں کی حکومتوں کو حالیہ صوبائی خود مختاری کے زمانہ سے کم اختیارات حاصل تھے۔ ہم اس امر پر فیڈرل کورٹ کے ذکر میں روشنی ڈال چکے ہیں +

آل انڈیا فیڈریشن

جدید آئین کے مطابق۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت ایک "آل انڈیا فیڈریشن" پر مشتمل ہوگی۔ اس کے متعلق بعض امور لارڈ ولنگڈن کے عہد کے بیان میں لکھے جا چکے ہیں +

فیڈریشن کے قیام کی شرائط حسب ذیل ہونگی :-

(۱) مختلف صوبے (بہ حیثیت خود مختار صوبوں کے) اور اسی طرح شامل ہونے والی ریاستیں (بہ حیثیت خود مختار ریاستوں کے) باہم یکجا حکومت مرتب کرینگے۔ گویا "ریاست ہائے متحدہ امریکہ (U. S. A.) یا یوں کہیں کہ "ولایت ہائے متحدہ امریکہ" کی مثال ہندوستان ایک سیاسی علاقہ ہوگا۔ جیسے ہم "ولایت ہائے متحدہ ہند کہہ سکتے ہیں۔ اور ولایت سے مراد صوبہ اور ریاست دونو لے سکتے ہیں +

(۲) "فیڈریشن" یا "اجتماع" یا "اتحاد" اس وقت قائم ہوگا۔ جبکہ برطانوی ہند کے مختلف صوبوں کے ساتھ کم سے کم اتنی ریاستیں ضرور شمولیت اختیار کرینگی۔ جن کی مجموعی آبادی ریاستوں کی ساری آبادی کا نصف ہو۔ یہاں یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیئے کہ ہندوستان کی سینکڑوں ریاستوں کی تعداد کا آدھا حصہ ضروری نہیں۔ صرف آبادی کا آدھا جزو شرط ہے۔ گویا چند بہت بڑی بڑی ریاستیں ہی شامل ہو جائیں۔ تو فیڈریشن کی شرط پوری ہو جائیگی +

(۳) فیڈرل حکومت کے اختیارات تین قسم کے ہونگے۔ یعنی

(الف) فیڈرل حکومت چند خاص محکموں یا حکومت کے صیغوں کے انتظام کی براہ راست ذمہ وار ہوگی۔ ان کے لئے ایک فہرست بنائی گئی ہے۔ جو "فیڈرل لیجسلیٹو لسٹ" (Federal Legislative List.) کہلاتی ہے۔ صیغے حسب ذیل محکموں پر مشتمل ہیں :۔

(۱) افواج ہند (بحری۔ بری اور فضائی)
(۲) تعلقاتِ خارجہ
(۳) معاملاتِ مذہبی
(۴) سکہ اور نوٹ وغیرہ
(۵) فیڈرل حکومت کا قرض
(۶) ڈاک خانہ۔ تار۔ ٹیلیفون۔ وائرلیس
(۷) وہ ملازمتیں جو فیڈرل حکومت کے محکموں کا انتظام کرینگی +
(۸) مال درآمد و برآمد (Imports and Exports.)

کے متعلق محصولات (Customs.)

(۹) فیڈرل ریلوے

(۱۰) جہازرانی

(۱۱) بینک اور انشورنس (Banking and Insurance.)

(۱۲) محصول نمک

(۱۳) انکم ٹیکس وغیرہ وغیرہ

(ب) مذکورہ بالا محکموں کے انتظام اور اس کے لئے قوانین بنانے کے علاوہ فیڈرل حکومت و بعض دیگر معاملات میں قوانین وضع کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہونگے۔ ان کی بھی ایک فہرست مرتب کی گئی ہے اس کو کنکرینٹ لیجسلیٹو لسٹ (Current Legislative List) یا وہ متوازی و متفق الرائے قوانین کی فہرست اس سے مطلب یہ ہے کہ ان امور کے متعلق مرکزی فیڈرل حکومت اور اس کے ہمراہ صوبائی خود مختار حکومتوں کو بھی مشترکہ اختیارات برائے وضع قوانین حاصل ہونگے۔ یہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) بعض قوانین فوجداری (پینل لاز (Penal Laws.) اور بعض قوانین دیوانی سول لاز (Civil Laws.)

(۲) شادی

(۳) طلاق

(۴) وصیت

(۵) ٹرسٹ (Trust)

(۶) معاہدات اور ثالثی

(۷) دیوالہ

ان کے علاوہ بعض پیشوں مثلاً وکالت اور ڈاکٹری اور اخبار نویسی کی نگرانی وغیرہ کے لئے قانون وضع کرنے کا اختیار بھی اس طرح باہمی ہوگا۔ نیز کارخانوں کے مزدوروں کی بہتری اور مزدوروں کی انجمنوں کے متعلق بھی مرکزی اور صوبائی دونو حکومتوں کو قانون وضع کرنے کا حق حاصل ہوگا +

مگر ان خاص قوانین کے معاملہ میں شرط یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا موقع پیش آئے۔ جبکہ فیڈرل حکومت کے وضع کردہ قانون اور کسی صوبے کے وضع کردہ قانون کے مابین تصادم یا اختلاف پیدا ہو۔ تو فیڈرل حکومت کا قانون ہی قابل عمل ہوگا +

(ج) ہندوستانی ریاستوں کے متعلق ان امور کے انتظام و انصرام کے اختیارات بھی فیڈرل حکومت کے قبضۂ قدرت میں ہی ہونگے۔ جن امور سے کہ شامل ہونے والی ریاستیں اس وقت دست بردار ہو چکی ہونگی۔ جبکہ اُنہوں نے فیڈریشن میں شمولیت اختیار کی ہوگی۔ اس دست برداری کے متعلق واضح ہو کہ فیڈریشن میں شامل ہونے کے وقت ریاستیں ایک وثیقہ تیار کرینگی۔ جس کا نام "وثیقۂ شمولیت" یا (انسٹرومینٹ آف ایکسیشن (Instrument of Accession.) ہوگا۔ اس کے ذریعے سے یہ ریاستیں اپنے بعض خاص اختیارات سے دست بردار

ہوکر ان کو فیڈرل حکومت کے حوالے کرینگی۔ دراصل یہ
بھی ایک خاص معاملہ ہے۔ جس کے سبب ابھی تک ریاستیں
فیڈریشن میں شامل نہیں ہوئیں۔ مگر آپس میں گفت وشنید
ہو رہی ہے اور قیاس غالب ہے کہ مجوزہ "وثیقہ شمولیت"
میں کمی بیشی ہونے اور چند دیگر امور طے پانے کے بعد فیڈریشن
طرز کی حکومت قائم ہو جائیگی +

(۴) **فیڈرل حکومت اور گورنر جنرل کے اختیارات**۔ مذکورہ بالا
امور کے علاوہ خود فیڈرل حکومت اور اس کے افسر اعلےٰ گورنر
جنرل کے اختیارات بھی سب کے سب یکساں نہ ہونگے۔ بلکہ
یہاں بھی دو حصے کر دئے گئے ہیں۔ یعنی

(الف) بعض محکمے یا صیغے ایسے ہونگے کہ ان کی کامل ذمہ داری
گورنر جنرل کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس میں مرکزی فیڈریشن
حکومت کے وزیروں یا کابینۂ حکومت یعنی اصطلاحاً "کونسل
آف منسٹرز" کو دخل نہ ہوگا۔ مثلاً (۱) افواج ہند۔
(۲) امور خارجہ۔ (۳) ملک کی حفاظت (۴) مذہبی معاملات۔

(ب) باقی تمام محکمے اور صیغے یوں تو گورنر جنرل کے ہی ماتحت
ہونگے۔ مگر چونکہ وہ ایک کونسٹی ٹیوشنل (Constitutional.) یعنی آئینی گورنر جنرل ہوگا۔ اس لئے ان
کے انتظامات اپنے وزیروں یا کابینۂ حکومت کی وساطت
اور رائے کے مطابق ہی کریگا +

(۵) **فیڈرل حکومت** تین حصوں میں منقسم ہوگی یعنی (۱) لیجسلیچر
(Legislature) مجلس قانون ساز (۲) ایگزیکٹو (Executive)
کونسل آف منسٹرز یا کابینۂ وزراء اور (۳) جوڈیشری

(Judiciary.) عدالت +
مجلس قانون ساز کے دو ایوان ہونگے۔ یعنی (۱) کونسل آف
سٹیٹ یا ایوانِ بالا۔ (۲) ہاؤس آف اسمبلی یا ایوان زیریں +
انتظامیہ مجلس۔ وزیروں اور گورنر جنرل پر مشتمل ہوگی۔
اور وزیر اپنے تمام کاموں کے لئے مجلس قانون ساز کے
سامنے ذمہ دار ہوگی +
عدالت کے کام کے لئے ایک فیڈرل کورٹ بنائی جائیگی۔
یہ عدالت اس وقت (۱۹۳۸ء) بنائی جا چکی ہے۔ اس کی
تفصیل بھی لارڈ ولنگڈن کے تذکرہ میں لکھی گئی ہے +
(۶) ایک (فیڈرل ریلوے اتھاریٹی .Federal Railway)
(Authority مختارِ کار ریلوے کا قیام عمل میں آئیگا +
(۷) چونکہ فیڈریشن کے قیام کے وقت یہ ضروری نہیں کہ سب
کی سب ریاستیں اس میں شامل ہوں۔ اسلئے شامل نہ ہونے
والی ریاستوں کے وہ امور جن کو تاجِ برطانیہ اور حکومت
ہند سے تعلق ہے۔ گورنر جنرل کے سپرد ہونگے۔ مگر بہ حیثیت
وائسرائے یعنی نائب شاہ۔ اسی طرح فیڈریشن میں شامل ہوجانے
والی ریاستوں کے متعلق وہ امور بھی وائسرائے سے ہی
متعلق ہونگے جو امور کہ فیڈریشن میں شمولیت اور وثیقۂ
دست برداری کی تحریر کے وقت ریاستوں نے اپنے
قبضۂ قدرت میں رکھے تھے +
(۸) گورنر جنرل کے اختیارات پر ایک اور پہلو سے بھی نگاہ
ڈالنا لازم ہے۔ یہ پہلو اس کے منصب اور اختیارات سے
متعلق ہیں۔ گورنر جنرل دو قسم کی طاقت کا مالک ہوگا۔ یعنی

بعض کام اس کی (ڈسکریشن Discretion.) یا "ذاتی رضا و رغبت" پر منحصر ہونگے۔ بعض محکموں یا صیغوں کے انتظام میں گورنر جنرل کے لئے یہ ضروری نہ ہوگا کہ وہ اپنے وزیروں سے مشورہ طلب کرے۔ (اور یہ وزیر ظاہر ہے کہ مجلس قانون ساز کے سامنے ذمہ وار ہونگے۔) مطلب یہ ہؤا کہ ان امور میں گورنر جنرل ایک حاکم خودمختار ہوگا۔ لیکن واضح ہو کہ توقع یہی کی جاتی ہے کہ اگرچہ گورنر جنرل مختار کل ہوگا۔ مگر وہ دستور جسے آئین حکومت میں کون وینشن (Convention.) یا "رواج" کہتے ہیں۔ اس کا اقتضا یہی ہے کہ گورنر جنرل اپنے وزرا سے مشورہ بالعموم طلب کیا کرے اور جتنے الامکان اس پر عمل بھی کرے۔ یہ "رضا و رغبت کے اختیارات فوجی امور۔ تعلقاتِ خارجہ۔ حفاظت ہند اور تعلقات مابین سرحدی قبائل و حکومت ہند کے معاملات ہیں +

اسی سلسلے میں گورنر جنرل کی طاقتِ ذاتی کا نام اس کی اسپیشل ریسپانسیبلیٹی (Special Responsibility) یا "خاص ذمہ واری" رکھا گیا ہے۔ اس میں اور مذکورہ بالا اختیارات میں فرق یہ ہے کہ جہاں اوّل الذکر کے متعلق گورنر جنرل اس امر کا پابند نہ ہوگا کہ وزیروں سے مشورہ تک ہی طلب کرے۔ وہاں اس آخرالذکر (خاص ذمہ واری کے) اختیارات کے متعلق۔ گورنر جنرل کے لئے لازم ہوگا کہ وزیروں سے ضرور مشورہ طلب کرے۔ مگر یہ ضروری نہیں۔ کہ اس مشورہ پر عمل بھی کرے اور اگر ضرورت پیش آئے۔ تو نہ صرف وزیروں کے مشورے پر پورا پورا عمل نہ کرے۔ بلکہ اس کے عین خلاف عمل پیرا ہو۔ یعنی اپنی "شخصی قوت فیصلہ" (انڈی وجوئل ججمنٹ (Individual Judgment.)

کے مطابق ہی کام کرے - اس کے متعلق حسب ذیل امور کی تخصیص کی گئی ہے :-

(۱) ہندوستان کے کسی حصہ میں امن میں خلل پڑنے کا خطرہ یا اندیشہ پیدا ہونا ۔

(۲) فیڈرل حکومت کی مالی حیثیت اور حالت کو قائم رکھنا۔ اور اس کی ساکھ یا اعتبار کی حفاظت کرنا ۔

(۳) ہندوستان کی مختلف اقلیتوں (مائی نوریٹیز (Minorities) کے حقوق کی نگرانی اور نگہبانی کرنا ۔

(۴) حکومت کے افسروں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے مفاد میں نقص کو روکنا ۔

(۵) برطانیہ سے اور اسی طرح برہما سے مال درآمد کے ہندوستان میں آنے کے وقت اس امر کا خیال رکھنا کہ اس مال کے ساتھ کسی قسم کا تعزیری سلوک روا نہ رکھا جائے ۔

(۶) ہندوستانی ریاستوں کے والیان کے حقوق اور رتبہ کی حفاظت کرنا ۔

(۹) گورنر جنرل کے ان اختیارات کو عمل میں لانے کا طریق بھی صاف طور پر مقرر کیا گیا ہے ۔ جو اس کے اپنے قبضے میں رکھے گئے ہیں - اور جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے - اسی طرح گورنر جنرل کو ذاتی طور پر قوانین بنانے کا اختیار دیا گیا ہے - چنانچہ وہ خاص حالات میں (آرڈی نینس (Ordinance.) ہنگامی قانون اور پھر ان سے بھی بڑھ کر گورنر جنرلز ایکٹس (Governor-General's Acts.) قوانین گورنر جنرل ، بھی وضع کر سکتا ہے ۔
قوانین کے ضمن میں گورنر جنرل کو فیڈرل حکومت کے قیام کے

وقت یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ اگر مجلس قانون ساز میں کسی قانون پر بحث ہو رہی ہو تو وہ اسے بند کر دے۔ پھر یہ بھی کہ مجلس قانون ساز کوئی قانون وضع کر بھی چکے تو اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دے اور نفاذ پانے نہ دے +

اس کے علاوہ گورنر جنرل کو یہ اختیار بھی حاصل ہوگا کہ مجرموں کو معاف کر دے۔ موت کی سزا موقوف یا تبدیل کر دے۔ خطابات عطا کرے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اگر وہ خیال کرے کہ کوئی اہم اور نازک وقت آیا ہے۔ اور اس موقع پر فیڈرل حکومت کا عمل دخل قائم رکھنا مناسب نہیں۔ تو وہ فیڈرل حکومت کو ہی معطل کر دے اور اس کے جملہ اختیارات اپنے قبضہ میں لے لے +

(۱۰) **کونسل آف منسٹرز۔** فیڈرل حکومت کی مجلس انتظامیہ کا نام کونسل آف منسٹرز (Council of Ministers.) یا مجلس وزرا" رکھا گیا ہے۔ جسے عام اصطلاح میں "کابینۂ وزرا" کہتے ہیں۔ گورنر جنرل کے خاص اختیارات کو چھوڑ کر باقی تمام محکمے اور صیغے وزیروں کے ماتحت ہونگے۔ اور وہ اپنے کاموں کے لئے مجلس قانون ساز کے ہر دو ایوان کے سامنے مجموعی طور پر جواب دہ ہونگے۔ گورنر جنرل عام طور پر اپنے وزیروں کے کام میں دخل نہ دیگا اور صرف ایک آئینی حاکم یا افسر کی حیثیت اختیار کریگا۔ گویا کانسٹی ٹیوشنل ہیڈ (Constitutional Heads) ہوگا +

مجلس وزرا کا تقرر مجالس قانون ساز کے ممبروں میں سے کیا جائیگا۔ اور جس فریق کو اکثریت حاصل ہوگی۔ اس کا لیڈر۔

وزیر اعظم ہوگا۔ بظاہر وزیروں کا تقرر گورنر جنرل کے اختیار
میں ہوگا۔ مگر در اصل گورنر جنرل جیسا کہ لکھا گیا۔ اکثریت
والے فریق کے لیڈر کو وزیر اعظم بنائیگا۔ اور وہ دوسرے
وزیروں کو خود مقرر کریگا +
اگر وزیروں کے کسی کام کے متعلق مجلس قانون ساز کی
اکثریت ناراضی کا اظہار کریگی۔ تو وزارت مستعفی ہو جائیگی۔
اور یہ نئی اکثریت ایک نئی وزارت مرتب کریگی +
(۱۱) گورنر جنرل کو اپنے خاص اختیارات اور ان کے متعلق
محکموں اور صیغوں کے انتظام کے لئے اس امر کا حق
حاصل ہوگا کہ وہ وزیروں کے علاوہ تین مشیر
(کونسلرز Councillors) مقرر کرے +
(۱۲) گورنر جنرل ایک مشیر مالی اور ایک ایڈووکیٹ جنرل
(وکیل عام Advocate General.) مقرر کریگا +
الغرض آل انڈیا فیڈریشن میں یوں تو گورنر جنرل کو اس قدر
ہمہ گیر اختیارات دئے گئے ہیں کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ
آئین جدید میں ہندوستان کو اصل حکومت خود اختیاری نہیں
ملی۔ مگر درحقیقت گورنر جنرل کے اختیارات کو تحفظات
(Safeguards.) ہی کہنا چاہئے کہ جن کے رو سے پارلیمان
برطانیہ نے حکومت ہند اپنے ہی افسر کے ماتحت رکھی
ہے۔ مگر عمل کے وقت گورنر جنرل بالعموم ایک آئینی گورنر
جنرل ہوگا اور "کونوینشن" یا "رواج" ایسے پیدا ہونگے۔ کہ
وہ ہر موقعہ پر وزیروں سے مشورہ بھی لیگا۔ اور اس پر
عمل بھی کریگا +

اٹھائیسواں باب

قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء

اور

صوبائی خود مختاری

صوبائی حکومتیں اور اُن کے اختیارات

قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے ایک اہم مقصد یعنی آل انڈیا فیڈریشن" کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ دوسرا اہم مقصد صوبائی خود مختاری (پراونشل آٹونومی) (Provincial Autonomy.) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قانون کے رو سے صوبائی حکومتیں قریباً خود مختار ہو گئی ہیں۔ یعنی وہ اپنے اندرونی معاملات میں تو مرکزی حکومت کی قید و بند یا اختیارات سے بالکل آزاد ہیں۔ البتہ بعض ایسے معاملات اور محکمہ جات جو سارے ہندوستان کے لئے مشترکہ ہیں۔ (لیکن جن میں ظاہر ہے کہ صوبوں کو بھی اپنی اپنی جگہ دخل ہے) صوبائی حکومتوں کے قبضے میں نہیں ہیں + وہ محکمے اور صیغے جو صوبوں کے حوالے کئے گئے ہیں۔ ایک فہرست میں درج کئے گئے ہیں۔ اسے پراونشل لیجسلیٹو لسٹ (Provincial Legislative List.) کہتے ہیں۔ یعنی فہرست اختیارات صوبائی :- اس میں حسب ذیل معاملات شامل ہیں :-

صوبے میں امن و امان قائم رکھنا۔ انصاف۔ پولیس۔ جیل۔

صوبے کا سرکاری فرض۔ صوبائی ملازمتیں (یعنی پراونشل سروس (Provincial Service.) لوکل سیلف گورنمنٹ (Local Self Government.) یعنی مقامی حکومت خود اختیاری (یعنی بلدیات یا میونسپل کمیٹیاں۔ مجالس اضلاع یا ڈسٹرکٹ بورڈ۔ دیہات میں پنچایت وغیرہ) صحتِ عامہ و ہسپتال۔ تعلیم۔ وسائل آبپاشی اور نہریں۔ زراعت۔ مالگذاری۔ آبیانہ۔ وغیرہ وغیرہ ٭

آئینی گورنر صوبے کی حکومت کا افسرِ اعلےٰ گورنر ہے۔ اگرچہ ۱۹۱۹ء کے ایکٹ کے رو سے بھی گورنر ہی افسرِ اعلےٰ تھے۔ مگر اب اس کے اختیارات میں فرق آگیا ہے یعنی ایک آئینی یا کونسٹی ٹیوشنل (Constitutional) گورنر ہے۔ اب ماسوا چند خاص امور کے گورنر بہرحال اس امر کا پابند ہے کہ اپنے وزیروں کے مشورے پر عمل کرے۔ بلکہ وزیروں کو مختلف محکمے سپرد کر دئے گئے ہیں۔ اور وہی اپنے اپنے محکمے کی کل چلاتے ہیں۔ لیکن ہر معاملہ میں وزیرِ اعظم کے ساتھ مل کر فیصلہ کرتے ہیں۔ گورنر اپنے وزراء کے کاموں میں بالعموم دخل نہیں دیتا ٭

ایک اور فرق یہ پیدا کر دیا گیا ہے کہ قانون ۱۹۱۹ء کے رُو سے صوبائی گورنر کو دو قسم کی مجلسِ منتظمہ حاصل تھی۔ ایک کا نام ایگزیکٹو کونسل تھا۔ جس کے عموماً دو ممبروں کو حکومتِ ہند کے مشورے سے حکومتِ برطانیہ مقرر کرتی تھی۔ اور زیادہ اہم محکمے بالخصوص سرکاری محاصل (ریوینیو Revenue.) اور تمام محکموں کے خرچ کا فیصلہ۔ نیز قیامِ امن و اماں اور ضبط و تنظم معہ پولیس و انصاف و جیل اسی ایگزیکٹو کونسل کے اختیار میں تھے۔ البتہ گورنر کو دو تین وزیر بھی مشورہ دیتے تھے۔ اور

ان کے اختیار میں بھی چند محکمے مثلاً تعلیم۔ ہسپتال۔ مقامی حکومت خود اختیاری اور ترقی زراعت دیئے گئے تھے۔ اول الذکر کو محکمہ جات مخصوصہ (ریزروڈ ڈیپارٹمنٹس Reserved Departments.) کہتے تھے۔ اور وزیروں کے محکموں کو محکمہ جات منتقلہ (Trans ferred) اس طرح مجلس منتظمہ دوگانہ تھی اور ڈائیارکی (Diarchy) کہلاتی تھی۔ جدید صوبائی خود مختاری کا بنیادی اور اہم ترین جزو یہ ہے۔ کہ اب دوگانہ حکومت ختم کر دی گئی ہے۔ اور تمام محکمے بشمول ضبط و تنظم اور امن و امان نیز مالیات وغیرہ وزیروں کے حوالے کر دیئے گئے ہیں +

رہا وزیروں کا تقرر۔ یہ رسمی طور پر تو گورنر کے ہاتھ سے عمل میں آتا ہے۔ مگر قانون اور آئین نے قطعی طور پر قرار دیا ہے اور اسی پر عمل ہو رہا ہے کہ مجلس وضع قانون (لیجسلیٹو اسمبلی) کی وہ پارٹی جس کو اکثریت حاصل ہو۔ اس کا لیڈر لازماً وزیر اعظم بنے اور وہ وزیر اعظم دوسرے وزیروں کو اپنی پارٹی یا اسی پارٹی کی حکمت عملی پر عمل کرنے والی دوسری پارٹیوں میں سے چن لے۔ اب نہ ایگزیکٹو کونسل ہے اور نہ اس میں سرکاری ممبر۔ اسی طرح اسمبلی کے تمام ممبر بذریعہ انتخاب مقرر ہوتے ہیں اور اسمبلی میں اب ایک بھی ایسا ممبر نہیں ہوتا جسے گورنر خود مقرر کرے +

وزیروں کا تقرّر تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اس وقت جبکہ کسی معاملہ میں اکثریت والی پارٹی کو اسمبلی کی کثرت رائے سے شکست ہو۔ تو وزیروں کے لئے لازم ہے کہ مستعفی ہو جائیں اور کسی نئی پارٹی کو گورنر حکم دے کہ اب آپ وزارت

مرتب کریں۔ گویا وزیر ہیں کہ اپنے تمام کاموں کے لئے اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ یعنی وہ ذمہ وار ہیں +

صوبائی خود مختاری اور آئینی حکومت

مذکورہ بالا ہیں وہ چند بنیادی اصول جن کے وسیلے سے صوبوں میں آئینی حکومت قائم کی گئی ہے ان پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بدرجۂ آخر ساری سیاسی طاقت کے مالک وہ لوگ ہیں جو اپنی رائے کے ذریعے سے اسمبلی کے ممبر انتخاب کرتے ہیں۔ اسی آئینی حکومت کا دوسرا جزو صوبائی خود مختاری ہے۔ یعنی جہاں صوبوں کی حکومت آئین کی پابند ہے۔ اور گورنر تک بھی وزیروں کے وسیلے سے حکومت کرتا ہے۔ وہاں اس آئینی حکومت کو صوبے کے تمام اندرونی معاملات میں مرکزی حکومت سے آزادی حاصل ہے +

گورنر کے اختیارات

گورنر جہاں تک ممکن ہوگا۔ ایک آئینی افسر کی حیثیت میں حکومت کریگا۔ اور کرتا ہے۔ وہ سوائے خاص حالات کے اپنے وزیروں کو اپنے اپنے محکموں کا انتظام کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ مگر پارلیمانِ برطانیہ نے بعض مصلحتوں اور ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر چند تحفظات (Safeguards) بھی بطور احتیاط قانون میں شامل کر دیتے ہیں۔ اور غیر معمولی اور نازک حالات کے پیدا ہونے کی صورت میں گورنر کے لئے خاص اختیارات مقرر کر دئے ہیں۔ نیز گورنر کا تقرر تاجِ برطانیہ کی طرف سے حکومت برطانیہ کے ہاتھوں عمل میں آتا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

(الف) بعض امور میں گورنر کو خاص ذمہ واریاں دی گئی ہیں

(یعنی سپیشل ریسپوں سیبلیٹیز (Special Responsibilities.)
مثلاً دہشت ناک جرائم (ٹیررزم (Terrorism) کے انسداد
وغیرہ کے لئے اور امنِ عامہ میں خلل پیدا کرنے والے
اعمال کی صورت میں گورنر خاص طور پر ذمہ وار قرار دیا گیا
ہے اور اسی طرح ایسے علاقوں وغیرہ کے انتظام کا
ذمّہ وار بھی گورنر ہے۔ جن کو جدید اصلاحات کے
مطابق حقوق نہیں دئے گئے ❊
ان سب کے لئے گورنر کو اپنی خاص ذمہ واریاں ادا کرنے
کے وقت اختیارات کامل حاصل ہیں۔ جن کو اصطلاح میں
(سول ڈسکریشن (Sole Discretion.) رضائے کامل
یا اختیار کامل کہتے ہیں۔ ان کے متعلق گورنر کو اختیار
حاصل ہے کہ اپنے وزیروں سے مطلق مشورہ نہ کرے۔
مگر ایک آئینی گورنر بالعموم ان معاملات میں بھی وزیروں
سے مشورہ کر لیتا ہے ❊
(ب) گورنر کو اپنی خاص ذمّہ واریاں ادا کرنے کے ضمن میں
ایک دوسری قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ ان کو اصطلاح
میں (Individual judgment.) "شخصی فیصلہ"
کہتے ہیں۔ جو حسب ذیل امور سے متعلق ہے۔ (۱) صوبے یا
ہندوستان کے امن عامہ میں نقص پیدا ہونے کا اندیشہ
ظاہر ہو۔ یا۔ (۲) اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی ضرورت
ہو۔ اسی طرح (۳) سرکاری افسروں اور ملازموں کے مقررہ
حقوق کی حفاظت لازم ہو۔ نیز اگر ایسا موقع پیدا ہو۔ کہ
(۴) انگریزوں کے خلاف ایسا سلوک ہو رہا ہو۔ جسے ہم

امتیازی سلوک کہہ سکتے ہیں۔ اور بالآخر اگر صوبے کی ہمسایہ اور ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے حکمرانوں کے مرتبے میں فرق اور حقوق میں نقص پیدا ہونے لگے۔ تو ان تمام صورتوں میں گورنر کی خاص ذمہ واریاں یہ ہیں کہ نقائص کو دور کرے اور خراب حالات کو بہتر بنائے۔ نیز نقص اور خرابی کا اندیشہ ہو۔ تو اس کی روک تھام کرے اور بطور حفاظت (یا حفظ ما تقدم) ایسے وسائل، اختیار کرے۔ جس سے صورت احوال درست ہو جائے۔ واضح ہو کہ ان امور میں قانون نے فیصلہ کیا ہے کہ گورنر اپنے وزیروں سے ضرور مشورہ کرے۔ لیکن اگر ان کا مشورہ اس کی رائے میں درست نہ ہو۔ تو اپنے "شخصی فیصلہ" پر عمل کرے۔ اور جس طرح چاہے کرے ؛

(ج) ایک اور یعنی تیسری قسم کے خاص اختیارات بھی گورنر کو دئیے گئے۔ جو اس کی "خاص ذمہ واریوں" اور پھر ان کی ادائیگی کے لئے "رضائے کامل یا اختیار کامل" اور "شخصی فیصلہ" کے استعمال سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اختیار گویا ہمہ گیر اور بہت وسیع واقع ہوئے ہیں۔ اور یہ صرف خاص الخاص نازک حالات میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک آئینی گورنر بہر حال ایسے اختیارات کو عمل میں لانے سے پرہیز کرتا ہے۔ اور آئینی حکومتوں میں ایسا رواج (کون وینشن) (Convention) پیدا ہو جاتا ہے کہ بالعموم ایسی ضرورت پیش آنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا۔ اور یہ تحفظات محض کتاب قانون میں لکھے رہتے ہیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑا نکتہ آئینی حکومتوں کا ہے۔ اس تیسرے اختیار کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) ضرورت کے وقت گورنر کو اپنے

ذاتی اختیار سے ہنگامی قانون (آرڈی نینس Ordinance) جاری کرنے اور کبھی گورنرز ایکٹ (Governor's Act) قانون گورنر بنانے اور نافذ کرنے کا حق حاصل ہے۔ (۲) گورنر ان قوانین کو نامنظور کر سکتا ہے۔ جسے صوبے کی اسمبلی باقاعدہ طور پر وضع کرے۔ یا ایسے قانون کو گورنر جنرل کی منظوری کے لئے بھیج دے۔ یا شہنشاہ معظم کی حکومت کی خدمت میں روانہ کر دے۔ جہاں سے آخری احکام صادر ہوں۔ خواہ منظوری حاصل ہو۔ خواہ قانون نامنظوری ہو ٭

(د) گورنر کا خاص اور آخری اختیار یہ ہے کہ اگر حالات حکومت بہت خراب ہو جائیں۔ اور اسمبلی اور اس کے مقرر کردہ ممبروں کا بنایا ہوا کابینۂ وزرات۔ یہ دونو مل کر حکومت کی کل چلانے کے ناقابل ہو جائیں۔ تو گورنر ساری حکومت کا کام اپنے ہاتھ میں لے اور اپنے ہی مقرر کردہ افسروں کے ذریعے حکومت کرے۔ اور اسمبلی اور وزارت کو یا تو برخاست کر دے یا معطل ٭

"اسمبلی" یا "قانون ساز مجلس" کا "طریق کار"

اسمبلی یا اسی قسم کے اختیارات رکھنے والی مجلس کو عام طور پر لیجسلیچر (Legislature) یا قانون ساز مجلس کہتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اصطلاح ہے۔ ورنہ اسمبلی کو بہت سے اختیارات حاصل ہیں۔ اور یہاں تک کہنا چاہیئے کہ آئینی حکومتوں میں اسمبلی یا پارلیمان ہی بدرجۂ آخر تمام اختیارات کی مالک ہوتی ہے۔ کیونکہ اسی کی اکثریت والی پارٹی سے وزارت مرتب کی جاتی ہے۔ اور وزارت ہی سارے کام کرتی ہے ٭

اب سوال یہ ہے کہ اسمبلی اپنے اختیارات کو کیونکر عمل میں لاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسمبلی کے اندر اس کے ممبر پانچ طریق سے کام کرتے ہیں۔ یعنی

(۱) ہر ایک ممبر اگر چاہے تو وزارت سے سوال پوچھ سکتا ہے اور اس طرح حکومت منتظمہ کے کام پر نکتہ چینی بھی کرتا ہے۔ اور کسی خاص معاملہ میں خاص طریق اختیار کرنے کی سفارش کرتا ہے۔ حکومت یعنی وزارت بالعموم ہر مناسب سوال کا جواب دینے کی پابند ہے۔ اس طریق سے بھی اسمبلی کے ممبر جہانتک ممکن ہو۔ وزارت کے کاموں کی نگرانی اور رہبری کرتے ہیں۔

(۲) وزارت کے ارکان خود حکومت کی طرف سے اور اسی طرح دیگر پارٹیوں کے ممبر کسی معاملہ کے متعلق ایک (ریزولیوشن Resolution.) قرار داد پیش کر سکتے ہیں۔ جو بحث و تمحیص کے بعد منظور یا نامنظور ہوتی ہے۔ منظور ہونے پر یہ ایک سفارش ہوتی ہے۔ جس پر بالعموم وزارت عمل کرتی ہے۔

(۳) التوائے اجلاس کی تحریک یا قرار داد۔ جسے اصطلاح میں (ایڈجرن مینٹ موشن Adjournment Motion.) کہتے ہیں۔ یہ قرار داد کسی ایسے امر کے متعلق ہوتی ہے۔ جو مقررہ پروگرام میں شامل نہیں ہوتا۔ اور کسی فوری پیدا ہونے والے اہم معاملہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر اس کے پیش ہونے کی اجازت مل جائے۔ تو عام قرار دادوں کی طرح اس پر بھی بحث ہوتی ہے اور سفارش کی جاتی ہے۔

(۴) قانون سازی۔ یہ سب سے بڑا کام ہے۔ آج کل کے زمانہ میں روز بروز زندگی کے حالات اور ضروریات پیچ در پیچ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان سے لپٹنے کے لئے قواعد و قوانین کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس حسب ضرورت قانون بنائے جاتے ہیں۔ جو اسمبلی کے ممبروں کی اکثریت کی رائے کے مطابق بنتے ہیں۔ پھر ان ہی کے مطابق وزیر اپنے اپنے محکموں میں عمل کرتے ہیں۔ اور تنازعہ پیدا ہونے پر عدالتیں بھی اس قانون کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آئینی حکومتوں میں اصل اختیارات بدرجۂ آخر اسمبلی ہی کے قبضۂ قدرت میں رہتے ہیں۔

(۵) میزانیہ یا بجٹ (Budget.) ایک لحاظ سے سب سے بڑا کام میزانیہ یعنی تخمینۂ آمد و خرچ کی ترتیب ہے۔ کوئی حکومت بغیر روپیہ خرچ کرنے کے ایک منٹ کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ وزارت کا اہم ترین کام یہ ہے کہ حکومت کے اخراجات کے لئے آمدنی کے وسائل سوچے اور فیصلہ کرے کہ کس طرح روپیہ حاصل ہو۔ اور پھر یہ روپیہ کہاں کہاں خرچ ہو۔ میزانیہ ہر سال کے شروع میں سال آئندہ کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ آغازِ سال میں اسمبلی اس پر بحث کرتی ہے۔ اور ممبر اپنی کثرت رائے سے میزانیہ کی مختلف مدات آمد و خرچ میں تبدیلی کرتے ہیں۔ اور آخری منظور شدہ میزانیہ کے مطابق ہی وزارت کو حکومت کی کل چلانی پڑتی ہے۔

اسمبلی کے باہر

آئینی حکومتوں میں مجلسِ قانون ساز یعنی اسمبلی کے باہر بھی حکومت کو مشورہ دینے

اور اس سے مطالبے کرنے کا کام ہوتا رہتا ہے۔ مختلف انجمنیں اور سبھائیں وغیرہ اور اسی طرح خود اسمبلی کے اندر جو مختلف پارٹیاں یا فریق ہیں۔ ان کی انجمنیں بھی اور بعض لوگ شخصی طور پر بھی۔ تقریروں اور عام و خاص جلسوں کے ذریعے سے حکومت کے کام کی کبھی تعریف اور کبھی مذمت کرتے رہتے ہیں۔ اور مختلف پیشوں جماعتیں اور غرض مند لوگوں کی ضرورتوں اور مطالبوں کو پیش کرتے رہتے ہیں اسمبلی کے باہر اخبارات کو حکومت کے کام میں بہت ہی بڑا دخل حاصل ہے۔ وہ مذکورہ انجمنوں اور دوسرے لوگوں کی رائے پر بحث کرتے ہیں۔ اور خود بھی اکثر معاملات کے متعلق رائے عامہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کبھی رائے عامہ کو وضع کرنے یا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی ضروری اطلاعات مہیا کرتے ہیں۔ اس طرح اخبارات۔ انجمنیں اور صاحبانِ فکر حکومت کو مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ آئینی حکومت بدرجۂ آخر اسمبلی پر اور پھر خود اسمبلی کے ممبر رائے عامہ سے انتخاب پر منحصر ہوتے ہیں۔ اس لئے اسی رائے عامہ کو حکومت یا وزارت کی حکمتِ عملی اور روزمرہ کے اعمال میں بہت اثر و رسوخ حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ آج کل جبکہ ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں صوبائی خود مختاری اور آئینی حکومت جاری ہو گئی ہے۔ مذکورہ حقیقت صاف نظر آ رہی ہے ۔

صوبائی خود مختاری کے گیارہ علاقے

قانون حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء کے رُو سے فی الحال حسبِ ذیل گیارہ صوبوں میں صوبائی خود مختاری اور آئینی حکومت جاری کر دی گئی ہے ۔

(۱) مدراس - (۲) بمبئی - (۳) بنگال - (۴) صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ - (۵) پنجاب - (۶) بہار - (۷) اڑیسہ (۸) صوبجات وسطی معہ برار (سی۔ پی و برار) - (۹) آسام - (۱۰) سندھ - (۱۱) شمال مغربی سرحدی صوبہ۔

آج کل ان گیارہ صوبوں میں سے صرف چار صوبوں یعنی (۱) بنگال (۲) پنجاب - (۳) سندھ اور (۴) آسام کے سوا باقی سات صوبوں کی مجالس قانون ساز میں آل انڈیا نیشنل کانگرس کے سیاسی خیالات رکھنے والے ممبروں کو اکثریت حاصل ہے۔ چنانچہ ان کی وزارتوں کو کانگرسی وزارتیں کہا جاتا ہے۔

ہندوستان کے باقی علاقوں میں صوبائی حکومت خود اختیاری قائم نہیں کی گئی - ایسے علاقوں میں چیف کمشنر وغیرہ افسران اعلےٰ ہیں۔ جن میں سے ہر ایک براہِ راست گورنر جنرل کے ماتحت ہے۔

قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء پر عام تبصرہ

الغرض قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء (جس کی نافذ کردہ سیاسی اصلاحات ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۷ء تک سولہ برس جاری رہیں) کا مقابلہ قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے ساتھ کرنے سے معلوم ہوگا کہ جہاں اوّل الذکر قانون سے حکومت خود اختیاری کی ایک معقول قسط ہندوستان کو حاصل ہوئی۔ وہاں آخر الذکر قانون سے اس قسط میں گویا چہار چند اضافہ ہوا - بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس قانون کے طفیل ہمارا ملک بھی "سلطنت مشترکہ اقوام برطانیہ" کے دیگر ممالک مثلاً کینیڈا۔ سوتھ افریقہ - آسٹریلیا کی طرح درجۂ نو آبادیات کی منزل کی طرف پوری تیز رفتاری سے چل پڑا ہے جب عنقریب "آل انڈیا فیڈریشن" بھی اہل ہند اور حکومت برطانیہ کے باہمی اتفاق رائے سے قائم ہو جائیگا۔ تو درجۂ نو آبادیات اور

نوآبادیات کی ایسی آزادی کے حصول کا وقت جلد سے جلد نزر آ
جائیگا۔ اور اس طرح حکومتِ برطانیہ اپنا وہ وعدہ کامل طور پہ
ایفا کرچکیگی۔ جو اس نے ملکہ وکٹوریہ کے اعلان میں کیا تھا۔

اٹھتیواں باب

حکومتِ برطانیہ کا زمانہ
اور
ہندوستان میں ترقیات کا سلسلہ

ترقی کے مختلف پہلو

دور حکومت برطانیہ کے دوران میں حیاتِ ہند کا کونسا شعبہ ہے۔ جس میں ترقی نہیں ہوئی۔ ہر معاملہ میں ترقی صاف نظر آ رہی ہے اس میں برطانوی افسروں اور ہندوستان کے بانع نظر لوگوں دونو کو دخل ہے۔ پھر بھی اہل برطانیہ کی رہبری اور نگرانی نے قابلِ شکریہ کام کیا اور خوب کیا +

ترقیات کی کہانی طویل ہے۔ اس لئے یہاں صرف چند امور کا ذکر کافی تصور کیا جاتا ہے +

سیاسی لحاظ سے تاریخ کا طالب علم ہر شعبہ اس نتیجہ پہ

پہنچیگا کہ تاریخی زمانہ کے آغاز سے حکومت برطانیہ کے استحکام اور استقلال تک کوئی وقت بھی ایسا نہ آیا تھا کہ ہندوستان کو حقیقت میں ایک سیاسی تو کیا جغرافیائی (یونیٹی (Unity) وحدانی کیفیت ہی حاصل ہوئی ہو۔ چکرورتی مہاراج بھی آئے اور چلے گئے۔ مسلم شہنشاہیت بھی بنی اور بگڑی۔ لیکن ان تمام زمانوں میں بہ نظر انصاف دیکھیں تو ہمالیہ سے راس کماری اور پھر آسام سے شمال مغربی سرحد تک ہندوستان جیسے برّ اعظم کو ہم ایک اور بس ایک ملک کبھی نہیں کہہ سکتے۔ البتّہ برطانیہ کی غیر حکومت کے سبب ایسے اسباب روز افزوں ترقی کرتے رہے کہ یہ ملک حقیقت میں ایک ہو گیا +

جمہوری حکومت (ڈیموکریٹک گورنمنٹ Democratic Government.) اور اصول جمہوریت (ڈیموکریسی (Demo cracy) کے نقطۂ نگاہ سے دیکھیں تو اس معاملہ میں شروع سے آج تک اہلِ برطانیہ نے اپنے ہاں کے جمہوری اصول اور جمہوری ادارات قائم کرنے کی کوشش دیانتداری سے کی۔ یہاں تک کہ آج ہم نیابتی ادارات Representative Institutions. کو اپنے ملک میں بخوبی قائم شدہ دیکھتے ہیں +

معاشرتی ترقی کے پہلو سے دیکھیں تو ہمارا ملک کئی معاملات میں ترقی کر چکا اور کر رہا ہے۔ پست اقوام۔ فرقۂ اناث۔ غربا۔ کسان۔ کونسی ایسی جماعت ہے جو روز بروز بیش از پیش طور پر اپنے پیدائشی حقوق حاصل نہیں کر رہی +

برطانوی ہند کی مثال کے مطابق ہندوستانی ریاستیں بھی ہیئت دیگر مذکورہ معاملات میں اپنے اپنے ہاں رو بہ ترقی ہیں۔ مادی ترقی اور تعلیمی اور اخلاقی ترقی کے سہ گانہ پہلو ملک کی قسمت بنا باعث بن رہے ہیں +

تعلیم کے ایک خاص پہلو پر نظر ڈالیں تو زبان انگریزی کے رواج نے ہندوستان کو ترقی کی راہ میں عظیم الشان مدد دی ہے۔ اسی کے سبب یورپ کے سائنس کے خزانے ہندوستانیوں پر کھل گئے ہیں اور پھر یہ زبان بھی ہندوستانیوں کو ایک وحدانی مملکت بنانے میں مددگار ثابت ہوئی ہے +

مذکورہ بالا عام تبصرے کے بعد ہم چند خاص امور میں ترقی کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔ ان میں حسب ذیل بالخصوص توجہ طلب ہیں۔ یعنی (۱) تعلیمی ترقی۔ (۲) زراعتی ترقی۔ (۳) لوکل سیلف گورنمنٹ یا مقامی حکومت خود اختیاری میں ترقی۔ (۴) پبلک ورکس (Public Works.) یعنی تعمیرات عامہ اور تعمیر انہار (Canals.) میں ترقی۔ (۵) انسداد قحط کی تدابیر میں ترقی۔ (۶) صحت عامہ۔ حفظان صحت اور ہسپتالوں یا شفاخانوں سے متعلق ترقی۔ (۷) غیر آباد علاقوں میں قیام نو آبادیات۔ (۸) ترقی تجارت۔ (۹) دستکاریوں اور خانگی اور چھوٹی چھوٹی صنعتوں میں ترقی۔ (۱۰) بڑے پیمانے پر کارخانوں کا قیام۔ (۱۱) بجلی کی طاقت کا رواج۔ (۱۲) اور سب سے بڑھ کر حدہائی خود مختاری اور عام طور پر ہندوستانیوں کو اپنے آپ پر خود حکومت کرنے کے حق میں ترقی جس کا مفصل ذکر پچھلے دو ابواب میں کیا جا چکا ہے +

تعلیم

حکومتِ برطانیہ کے آغاز سے پہلے ہندوستان میں ناخواندگی عام تھی۔ اب ایک اچھی خاصی تعداد میں لڑکے لڑکیاں اور بالغ زن و مرد جو پہلے ناخواندہ تھے پڑھنا لکھنا اور ابتدائی حساب کتاب سیکھ گئے ہیں۔ غرض ابتدائی (پرائمری کی) تعلیم سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اس کے بعد مڈل اور پھر ثانوی تعلیم اور انجام کار کالج کی اعلےٰ تعلیم کے لئے مدارس اور کالجوں اور متعدد یونیورسٹیوں کی توسیع روز افزوں ترقی پر ہے۔ اس عام اور ادبی تعلیم کے علاوہ صنعت و حرفت اور تجارت اور بالخصوص زراعت کی علمی اور عملی تعلیم کے لئے درس گاہیں بھی اپنی اپنی جگہ مصروفِ کار ہیں۔ اگرچہ بعض وجوہات نے تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی ایک جماعت پیدا کر ڈالی ہے۔ مگر اس میں تعلیم کا کوئی قصور نہیں۔ بے روزگاری کی شکایت دنیا میں عام ہے۔ اور اس کے دفعیہ کے لئے ہر ملک اپنے خاص حالات کے مطابق کوشش کر رہا ہے۔ ہندوستان بھی اس قسم کی کوششوں میں مصروف ہے +

زراعت

ہندوستان جیسے زراعتی ملک کی حکومت کا اوّلین فرض یہی ہے کہ زراعت کو ترقی ہو اور زراعت پیشہ لوگ خوشحال ہوں۔ حکومت برطانیہ آغازِ کار سے آج تک اس فرض کی ادائیگی میں مصروف رہی ہے اور ایک بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئی ہے۔ کسانوں کی عام غربت کی شکایت کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ کسانوں اور دوسرے غریبوں کی زندگی کا معیار روز بروز بلند ہوتا رہا ہے اور

ہو رہا ہے۔ ان کے کھانے۔ تن ڈھانکنے اور رہنے سہنے کے لیئے مکانوں میں برابر ترقی ہو رہی ہے +

کسانوں اور زراعت پیشہ لوگوں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلانے کے لئے حکومت آئے دن قانون بناتی رہتی ہے۔ اور دوسرے وسائل مثلاً امداد باہمی یا اقتصادی تعاون (یعنی کواپریشن (Cooperation.) اور اسی قسم کے دوسرے وسائل اختیار کرنے میں مشغول ہے +

زراعت کی ترقی کے لیئے وسائل آبپاشی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ حکومت ہند اور صوبائی حکومتیں انہار کی تعمیر اور پانی کی بہم رسانی کے دوسرے وسیلوں کے اختیار کرنے میں بیحد کوشاں ہیں۔ اور شاندار کامیابی حاصل کر چکی ہیں۔ پنجاب کی انہار کا سلسلہ اپنی حیثیت میں دنیا کے اسی قسم کے نظام آبپاشی میں ایک درجہ بلند رکھتا ہے۔ زراعتی تحقیقات وغیرہ میں حکومت کارگر وسیلے اختیار کر چکی ہے اور روز افزوں کر رہی ہے +

چند متفرق امور سڑکوں اور ریلوے لائنوں کا ایک جال ہے کہ ملک کے عرض و طول میں پھیل چکا ہے۔ جس سے نہ صرف تجارت کو ترقی حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ زراعت کی پیداوار اور مصنوعات بھی اس سے زبردست فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ قحط کے انسداد میں وسائل آمد و رفت کی کارگری کو خاص اہمیت حاصل ہے +

حفظانِ صحت کا انتظام۔ متعدی امراض کی روک تھام۔ بیماری کے لاحق ہونے پر شفا خانوں کی موجودگی۔ یہ امور خاص

طور پر حکومت کی توجہ اور کوشش طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے متعلق جو ترقی ہوئی ہے قابلِ داد ہے +

ہمارے ملک میں ایک عرصے سے کارخانوں کا رواج ہو رہا ہے۔ اور روز بہ روز ترقی کر رہا ہے۔ اس سے زیادہ تر مطلب یہ ہے کہ ہندوستان کی خام پیداوار مثلاً روئی اور گنّا سے کپڑا اور چینی یہیں تیار ہو جائے۔ اور اسی طرح اکثر دیگر خام پیداواروں سے ہم وہ مصنوعات خود تیار کر لیں۔ جو پہلے باہر سے خریدنے پڑتے تھے۔ مگر کارخانوں کے مزدوروں کے احوال سے بھی حکومت غافل نہیں۔ چنانچہ ان کی بہتری اور حقوق کی حفاظت کے لئے حکومت مناسب قانون بناتی رہتی ہے۔ ایسے بہت سے قانون بن چکے ہیں +

صوبائی خود مختار حکومتوں نے ترقیات کا جو ورثہ اپنی پیش رو حکومتوں سے پایا۔ اُنہوں نے اس کو بخوبی سنبھال لیا ہے۔ اور ترقی کی روایتوں کے مطابق عمل کر رہی ہیں +

باہتمام لالہ سونی رام منیجر مفید عام پریس واقع چیٹرجی روڈ لاہور میں چھپی اور رائے بہادر لالہ سوہن لعل ایم۔ اے پروپرائٹر رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کی +

(*d*) The dual policy of Repressive Laws and Constitutional advance in the reign of Lord Willingdon.

(*e*) The social significance of the Poona Pact.

(*f*) The Communal Award and Rights of Minorities.

(*g*) The Dominion Status.

(*h*) The main provisions of the Government of India Act, 1935.

(*i*) All India Federation.

(*j*) Provincial Autonomy.

(*k*) Agricultural progress during 1922—1938.

(*l*) The part played by English education and the British Government towards creating a United India.

---

causes, events and results of the second Afghan War (1878). How far was British Afghan policy affected by the Russian danger ?

(36) Give an account of British Government's policy in regard to the Press in the time of Lord Ripon.

(3) Give the main provisions of the Indian Councils Acts of 1861 and 1892.

(38 Estimate the work of Lord Curzon. Why did he become unpopular in India ? What far-reaching changes did he effect in the Government of the country ? What do you know of the Partition of Bengal and the Alienation of Land Act (Punjab) ?

IX. INDIA UNDER THE CROWN (*b*) FROM MINTO TO READING.

(39) Write brief notes on the following :

(1) Indian Councils Act (1909).

(2) The Rowlat Act.

(3) Non-Cooperation.

(4) The Great War. (*a*) India's contributions in men and money and (*b*) India's aspirations arising therefrom.

(5) Mahatma Gandhi.

(6) Afghan War of 1919 and its results.

(7) Martial Law in the Punjab.

(40) Describe the Government of India Act of 1919. When did it come into force ? How far is it true that this measure was a substantial step towards the establishment of self-government in India ?

X. CONSTITUTIONAL ADVANCE AND THE GOVERNMENT OF INDIA ACT.—1935.

(41) Write short notes on the following :—

(*a*) Lord Irwin's efforts to pacify India.

(*b*) Gandhi-Irwin Pact.

(*c*) The Simon Commisssion and the Round Table Conferences.

...ngh. Give the provisions of the treaty of Amritsar (1809).

(21) Give the causes, chief events and the results of Nepalese War of 1814-16.

(22) Describe the third and the fourth Mahratta Wars.

(23) What do you know of the First Burmese War ?

(24) Discuss Macaulay's educational policy.

(25) Why was Sind annexed and with what results ?

(26) Write a note on Bentinck's administration and the reforms he effected.

(27) What led to the first Afghan War ? What were its results ?

(28) What caused the First Sikh War ? Describe its chief events and results.

VII. FROM DALHOUSIE TO THE MUTINY.

(29) Give an account of the second Afghan War.

(30) Give an account of the second Sikh War.

(31) Describe the administration of Lord Dalhousie. What reforms were effected by him ?

(32) Was the Mutiny of 1857, a military rising or a national revolt ? Dicsuss its causes. Give the chief events of the Mutiny.

VIII. INDIA UNDER THE CROWN (*a*) FROM CANNING TO CURZON.

(33) Who was the first Viceroy ? How did he pacify the country after the Mutiny ?

(34) Give the gist of Queen Victoria's proclamation on her assumption of India's sovereignty after the Mutiny.

(35) Describe the relations between Afghanistan and the English from 1863 to 1898, and mention the

III. WARREN HASTINGS.

(10) Give an account of the achievements of Warren Hastings. What difficulties had he to confront and overcome ? How did he reform the administration ?

(11) Write brief notes on Warren Hastings' dealings with (*a*) the Rohillas (*b*) the Begums of Oudh, (*c*) Nand Kumar and (*d*) Chait Singh.

(12) What do you know of the Regulating Act of 1774 and Pitt's India Act, 1784 ?

(13) Describe the merits and demerits of the Permanent Settlement of Bengal.

IV. BRITISH SOVEREIGNTY IN THE SOUTH.

(14) Describe the career of Haidar Ali and of Tipu Sultan.

(15) Give a brief account of the (*a*) causes, (*g*) chief events, (*c*) results and (*d*) historical importance of the four Mysore Wars.

V. MARQUIS OF WELLESLEY.

(16) Write a note on the "subsidiary system" mentioning its chief features. How far did it consolidate British power in India ?

(17) Describe Wellesley's policy of annexations. What countries were thus added to the British possessions ?

(18) Give a brief account of Wellesley's dealings with Mahrattas. What were the chief provisions of the treaty of Bassein ?

VI. FROM LORD CORNWALLIS TO LORD HASTINGS.

(19) Exp lin the non-intervention policy. Why were the British compelled to give it up ?

(20) Describe the career of Maharaja Ranjit

R. B. MAN MOHAN'S HISTORY OF INDIA.

(URDU—MATRICULATION—PART II).

Questions according to Landmarks of History.

I. EARLY EUROPEAN SETTLERS AND STRUGGLE FOR SUPREMACY BETWEEN THE ENGLISH AND THE FRENCH.

(1) Who discovered the Cape route to India ? What followed in its train ?

(2) Give a brief account of the Portuguese, the Danish and the English settlements in India in the 16th and the 17th century.

(3) What do you know of Dupleix and his policy ?

(4) Describe the struggle for supremacy between the English and the French, referring in particular to the three Carnatic Wars and the failure of the French in India.

II. BRITISH SOVEREIGNTY IN BENGAL.

(5) What were the chief events which established British sovereignty in Bengal ?

(6) Describe Clive's career both as a soldier and an administrator.

(7) Give the main provisions of the treaty of Allahabad secured by Clive and show its historical importance. What did the grant of Diwani really mean ?

(8) Write short notes on (*a*) Siraj-ud-Daulah (*b*) Mir Qasim and Mir Jafar.

(9) Give a brief account of the following battles :—Wandiwash, Plassey and Buksar.